ان اللہ لطیف بعبادہ

علمی دینی اسلامی اور معلوماتی

ماہنامہ اللطیف

ویلور

خاص نمبر



بیادگار اقطاب ویلور

قدس اللہ اسرارہم

دارالعلوم لطیفیہ

مکان حضرت قطب ویلور

سالنامہ اللطیف کی پچیسویں ۲۵ سالہ سلور جوبلی کے حسین وجمیل اور یادگار موقع پر شائع کردہ گرانمایہ علمی، ادبی و تاریخی دستاویز خصوصی نمبر

اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْر

شمارہ
پچیسواں
۲۵

اللطیف

زیر ظلِ حمایت و سرپرستی

تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین

سید شاہ محمد باقر صاحب قادری

مدظلہ العالی

سجادہ نشین

خانقاہِ مکانِ حضرت قطب ویلور قدس سرہ

تاریخ اجراء:

بر موقعۂ سالانہ جلسۂ دستار بندی و تقسیم اسناد - ۱۰ ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۴۰۴ھ م ۱۲ مئی سنہ ۱۹۸۴ء روز شنبہ -

مطبوعہ: الیکٹرک قومی پریس بنگلور ۲

○ مجلسِ ادارت :-

مُدیرِ اعلیٰ :-

فضیلت مآب حضرت مولٰنا ابو الحسن
سیّد شاہ محمّد طاہر صاحب قادری دامت برکاتہم
ناظم دارالعُلوم لطیفیہ

مدیرِ مسئول :-

- جنابِ مولٰنا محمد حسین صاحب ایم اے۔ استاذ دار العُلوم لطیفیہ
- افضل العلماء مولوی پی۔ محمد ابو بکر صاحب ملیباری لطیفی مدرس دارالعلوم لطیفیہ
- افضل العلماء مولوی حافظ ابو النعمان لشیخ محمد اسحٰق قریشی لطیفی دھونی استاذ دارالعلوم لطیفیہ

○ نمائندگانِ طلباء :-

۱) بی۔ عبدالرحیم نرسہار اجپوری متعلم مولوی فاضل۔ ۲) وی۔ حیدر ولی پنگنور (آندھرا) متعلم مولوی فاضل

۳) سید مظہر اللہ نوید صدیقی بنگلوری متعلم مولوی عالم

فہرست مضامین سالنامہ اللطیف سنہ ۱۴۰۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر

اقطابِ ویلور نمبر

سالنامہ اللطیف کی پچیسویں ۲۵ بہار (سلور جوبلی)

کے حسین و جمیل موقعہ پر

شاندار گرانمایہ علمی تحقیقی اور تاریخی دستاویز

رباعی

سجدہ ترے در پر ہے مقدّر میرا
نقشِ قدمِ پاک ہے محور میرا
پہنچا دیا عرش تک تری ٹھوکر نے
چمکا تری خاکِ پا سے جوہر میرا

حیرت نہیں، بے سایہ اگر ذات ہوئی
ٹکڑے کیا چاند، کیا کرامات ہوئی
دن رات تھا جلوۂ خدا پیشِ نظر
معراج ہوئی تو کیا نئی بات ہوئی

حضرت امجدؔ حیدرآبادی

غزل

از: قدوۃ السالکین حضرت رکن الدین شاہ سید ابوالحسن قادری **قربیؔ** ویلوری علیہ الرحمہ

عطیہ: از حضرت مولانا الحاج ابوصالح عماد الدین شاہ سید محمد ناصر صاحب قادری

جز دیدنِ روئے تو دلم را ہوسے نیست
اے ماہ بیا زود بویرانہ کسے نیست

ہر گوشۂ یاقوت لبت خالِ سیاہ است
در ہیچ دکانے شکرے بے مگسے نیست

خلقے ہمہ بوسند کفِ دلبر و من پائے
کس از مددِ عشق تو بے دست رسے نیست

در نامۂ من آتشِ شوقِ تو نہان است
یک حرف نہ بینی کہ درونش قبسے نیست

فوّارہ صفت جوش زند را ز غمِ درد
تفتیش نمودیم بسے ہمنفسے نیست

در راہِ صفا نفس و ہوا سنگِ رہت شد
تا منزلِ مقصود دو گام است بسے نیست

قربیؔ چشمِ آہِ تو با نالہ رواں شد
رسم است کہ ہر قافلہ بے جرسے نیست

افتتاحیہ

ادارہ

الحمد للہ والمنہ سالنامۂ اللطیف اپنی زندگی کی **پچیسویں** بہار سے لطف اندوز اور بہرہ ور ہو رہا ہے۔ اس حسین وجمیل موقعہ پر ہم نے یہ طے کیا کہ اس کا موجودہ شمارہ **خاص نمبر** ہو، جس میں حضراتِ اقطابِ ویلور کی مقدس وبرگزیدہ سیرت وسوانح اور کارہائے نمایاں کا سیر حاصل جائزہ پیش کیا جائے، جنہوں نے بیک وقت مختلف جہتوں، اور سمتوں میں عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں، اور ان نفوسِ قدسیہ سے کوئی محاذ نہیں چھوٹا۔ کتاب وسنت کی دعوت ہو، یا ملت کی تعلیم وتربیت کا مسئلہ، تزکیۂ نفوس واصلاح قلوب کا کام ہو، یا تصوف کے مسائل مہمات کی گرہ کشائی، فارسی شاعری وادب کی اشاعت ہو، یا اردو زبان کی پرورش وپرداخت، شرک وبدعت، الحاد وزندیقیت، اور رفض وشیعیت، کا انسداد وابطال ہو، یا غیر مسلم اقوام میں اسلام کی تبلیغ، ان سارے موضوعات پر حضراتِ اقطابِ ویلور نے اپنی گرانقدر محنتیں اور کاوشیں صرف کی ہیں۔ اس مقدس خانوادہ کو ویلور میں سکونت پذیر ہوئے تقریباً تین صدیاں ختم ہو تی آرہی ہیں، اور آج بھی اس کی دینی خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔

جنوبی ہند کی اسلامی تاریخ میں بارھویں صدی ہجری کا زمانہ بڑا ہی پرآشوب رہا ہے۔ مغلوں کے حملوں سے دکن کی مسلم حکومتیں رو بزوال تھیں، ہر طرف افراتفری، اور بے چینی وبدامنی کی فضا پھیلی ہوئی تھی، جس کے نتیجہ میں اصلاح وتبلیغ اور علم وادب کی سرگرمیاں سرد پڑ چکی تھیں۔ ایسے نازک حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک صالح بندے **حضرت سید شاہ عبداللطیف** قادری بیجاپوری کو اشاعتِ دین کے اہم اور ضروری کام کے لئے منتخب فرمایا۔ چنانچہ آپ کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ویلور میں اقامت وسکونت کا حکم ملا کہ خلق کی ہدایت کے لئے تمہیں رہنا ہے اور یہ بشارت بھی سنائی گئی کہ آپ سے اور آپ کی اولاد امجاد سے ایک عالم کو فیض پہنچیگا۔

حسب ارشاد نبوی ۱۱۳۶ھ میں اس صاحب دل مردِ درویش نے ایک گوشہ (جو آجکل حضرتؒ مکان سے مشہور ہے) میں بیٹھکر بغیر کسی مادی وسائل کے صرف ایمان وروحانیت اور توکل علی اللہ کی راہ سے اصلاح ودعوت کا کام شروع کیا۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند حضرت رکن الدین سید شاہ **ابوالحسن قادری قربیؒ** نے اس عظیم مہم کو آگے بڑھایا حضرت قربیؒ ایک متبحر عالم، کامل صوفی، عربی ادب کے فاضل

فارسی کے بہترین شاعر، اور صاحب طرز انشاپرداز، اردو زبان کے صاحب دیوان شاعر اور اس دیار میں فارسی شعراء اور ادباء کے بلاواسطہ یا بالواسطہ استاد تھے۔

حضرت قربیؒ کا تاریخی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سنہ ۱۱۷۹ھ میں قلعۂ ویلور کے شمالی حصہ میں ایک خانقاہ تعمیر فرمائی جو اس وقت کے مزاج اور ماحول کی مناسبت سے قرآن و حدیث کی درسگاہ، تصوف و سلوک کی تربیت گاہ، اور علم و ادب کا دارالعلوم تھی۔

حضرت قربیؒ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقیؒ ویلوری میدانِ عمل میں تشریف لائے جو مختلف علوم و فنون کے عالم و فاضل اور فارسی کے بہترین شاعر اور نثر نگار تھے۔ متعدد موضوعات پر آپ نے ستائیس(۲۷) تصانیف اور فارسی زبان میں تین لاکھ اشعار کا وسیع ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ کتابوں کا مطالعہ کرنا اور نادر و نایاب کتابوں کا جمع کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ چنانچہ بے شمار کتابیں آپ نے قیمتاً حاصل کی، اور جو کتابیں قیمتاً بھی حاصل نہ ہوسکیں تو انہیں اپنے ہاتھوں سے نقل کیا۔ اس طرح آپ کی ذات گرامی سے ایک عظیم اور وسیع کتب خانہ وجود میں آیا۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب "انشائے لطف اللہی" میں اپنا قائم کردہ کتب خانہ اور اس کے کتابوں کی فہرست وغیرہ کا ذکر تفصیل سے لکھا ہے۔

علم و ادب کی اس وسیع اور ہمہ گیر خدمت کے ساتھ دعوت و تبلیغ اور اصلاح کا فریضہ بھی آپ نے پوری طرح ادا کیا۔ چنانچہ اس باب میں آپ کی نمایاں اور قابل ذکر خدمت یہ رہی کہ آپ نے اپنے قلم سے معاشرے میں پھیلے ہوئے گمراہ کن فاسد عقائد کی روک تھام کی، اور اہل سنت و جماعت کے عقائد کو پھیلایا۔ اس سلسلہ میں آپ کی شاہکار تصانیف یہ ہیں :۔

تصفیۃ الاذہان ۔ نواقض الروافض ۔ تحریر عقائد الانشاء عقائد ذوقی ۔ سلالۃ العقائد وغیرہ۔

حضرت ذوقی کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری محویؒ ویلوری نے اس عظیم کام کی قیادت اپنے ہاتھوں میں لی۔ اکثر اوقات آپ پر جذب و استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی، لیکن اس کے باوجود آپ نے درس و تدریس، اصلاح و دعوت، اور تحریر کی سرگرمی جاری رکھی، اور آپ کی نوکِ قلم سے یہ تصانیف معرض وجود میں آئیں :۔

تفصیل المراتب فی اطوار المراتب ۔ ذکر وجود و مراتب وجود رسالۂ اسمائے ربوبی الٰہی ۔ رسالۂ عالم مثال رسالۂ عالم ارواح ۔ وغیرہ۔

حضرت محویؒ نے اپنے دور میں خانقاہ کی تجدید اور نئی تشکیل کی اور ایک عالی شان مدرسہ اور مسجد کی تعمیر فرمائی۔ صاحب مطلع النور فرماتے ہیں :۔

مسجد و خانقاہ و رباط کلاں
مدرسہ وہ بنایا عالی شاں

حضرت محوی کے بعد آپ کے فرزند حضرت **سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ حضرت قطب ویلور** کی ہمہ گیر عبقری شخصیت اُبھری جن کی تدریسی، تقریری اور تحریری سرگرمیوں سے سارا جنوب متاثر ہوا۔ یہ برطانوی دور تھا۔ ہر طرف جہاد اور آزادی کی تیز لہریں چل رہی تھیں، ایسے نازک حالات میں آپ نے وقت کے حکمرانوں مثلاً ملکہ برطانیہ اور ہندوستان کے مختلف علاقوں جیسے انیگاونگر، صبح کونگرو، کالستروبنکٹ گری۔ اور ترونڈرم کے راجاؤں کی خدمت میں اسلام کا پیغام پہنچایا اور اہل کتاب میں عیسائی قوم کو ان کے فاسد معتقدات کی نشان دہی کرتے ہوئے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

حضرت قطب ویلور نے کتاب و سنت کی تبلیغ کے ساتھ وسیع پیمانہ پر افراد سازی کا عظیم الشان کام انجام دیا۔ چنانچہ آپ کے دست مبارک پر تقریباً سات لاکھ انسانوں نے بیعت کی اور تربیت و سلوک کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے

آپ نے مختلف موضوعات پر بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں لکھی ہے۔ جن میں جواہر الحقائق، اور جواہر السلوک تصوف میں امہات کتب کا مقام رکھتی ہیں۔ اور ایک مایۂ ناز تصنیف فصل الخطاب فی الفرق بین الخطاء والصواب ہے جس میں آپ نے اختلافی مسائل پر نہایت موثر اور معتدل انداز میں دلنشین بحث کی ہے۔ آپ کی فکر کا نمایاں وصف اختلافی مسائل اور امور میں اعتدال و میانہ روی ہے۔ آپ نے اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ علماء کے درمیان پھیلے ہوئے اختلافات و تنازعات کو ختم کیا جس کی وجہ سے جنوب میں فروعی و جزوی اختلافات اور باہمی تکفیر کا بازار سرد پڑ گیا۔ آپ اور آپ کے خلفاء نے تجدید و احیائے سنت کا جو عظیم الشان کام انجام دیا ہے، وہ جنوبی ہند کی دینی و ملی خدمات کا ایک زرین باب ہے۔

حضرت قطب ویلور کے بعد آپ کے فرزند حضرت رکن الدین **سید شاہ محمد قادری ویلوری** منصب ارشاد پر فائز ہوئے۔ آپ کے زمانہ میں یورپ کا سیلاب استعماریت اور اس کے ساتھ استشراق جس کے دامن سے جدید الحاد وابستہ تھا عالم عربی اور ہندوستان میں تیزی کے ساتھ داخل ہونے لگا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے نظام تعلیم پر زیادہ توجہ دینی پڑی۔ پہلے ہی سے **دار العلوم لطیفیہ** کی تعلیمی و تدریسی خدمات جاری و ساری تھیں، تاہم آپ نے زمانہ کے لحاظ سے نصاب تعلیم میں ضروری اصلاح کی اور دار العلوم لطیفیہ کی توسیع اور ترقی کی غرض سے ایک نہایت شاندار عمارت تعمیر فرمائی۔ چنانچہ اسی تبدیلی اور ترمیم و اضافہ کے باعث آپ کو دار العلوم لطیفیہ کا معمار جدید اور اس کی نشاۃ ثانیہ کا بانی کہا جاتا ہے۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت محی الدین **سید شاہ عبد اللطیف قادری ویلوری** مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے اور دار العلوم لطیفیہ و خانقاہ کے انتظامات بطریق احسن فرماتے رہے اور اپنے آبائی مشن کو

من وعن قائم رکھا۔ آپ نے اپنے پیچھے چار فرزندوں کو چھوڑا جن میں پہلے صاحبزادے حضرت ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری ویلوری کو سفر آخرت کئے ہوئے پچیس[۲۵] سال کا عرصہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے بھی دارالعلوم لطیفیہ کی جانب خاص توجہ مبذول کی اور درس و تدریس کے لئے اساتذۂ روزگار کا تقرر فرمایا۔

اور آپ کے دوسرے صاحبزادے تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری مسندِ سجادگی پر فائز ہیں اور دارالعلوم لطیفیہ کے سرپرست ہیں۔

اور آپ کے تیسرے صاحبزادے،

فضیلت مآب حضرت مولانا الحاج ابوصالح عمادالدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قادری دارالعلوم لطیفیہ کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔

اور آپ کے چوتھے صاحبزادے عزت مآب مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری بی اے دارالعلوم لطیفیہ کے ناظم کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ جناب موصوف میں اپنے آباواجداد کے علمی سرمایہ کی نگہداشت اور اسکی اشاعت کا ذوق بدرجۂ اتم موجود ہے جسکے نتیجہ میں ایک تصنیفی ادارہ دارالتصنیف والاشاعت کا قیام عمل میں آیا۔ اور اس شعبہ سے حضرات اقطاب ویلور کی نادر و نایاب تصنیفات اور قلمی مخطوطات کی اشاعت کا کام جاری ہے۔ آپکے دورِ نظامت کی شاندار اور قابلِ ذکر خدمت سالنامۂ اللطیف ہے جو آپکی تحریک پر آج سے پچیس[۲۵] سال قبل جاری ہوا۔ اور الحمدللہ پوری آب و تاب کے ساتھ تمام تر رعنائیوں اور لطافتوں کو سمیٹے ہوئے ہر سال پابندی سے منظرِ عام پر آرہا ہے۔

لیجئے! جدید سالنامۂ اللطیف کا پچیسواں[۲۵] شمارہ "اقطاب ویلور نمبر" حسین و جمیل اور دیدہ زیب شکل و صورت میں آپ کے ہاتھوں کی زینت بنا ہوا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روئداد دار العلوم لطیفیہ

دار العلوم لطیفیہ قوم و ملت کے نونہالوں کی اخلاقی و روحانی قدروں کو بلند ترین بنانے میں تقریباً تین سو سال سے کوشاں ہے۔ کیونکہ زندگی کے اقدار بلند کرنے کے لئے اخلاقی و روحانی اقدار کو بلند کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے اور اخلاق حسنہ و تعلیم ہی کی بدولت دنیا میں عزت و حکمرانی اور عقبیٰ میں رحمت یزدانی سے بہرہ ور ہوسکتے ہیں۔

بحمد اللہ دار العلوم ہذا نے ہمیشہ طالبان علم و حکمت کے لئے اپنا دامن کشادہ رکھا اور ان کی علمی و اخلاقی ضرورتوں کو اپنی سابقہ خدمات کی طرح اس سال بھی بحسن و خوبی انجام دیا۔

آغاز سال نو

حسب عادت تعلیمی سال نو کا آغاز مورخہ ۱۴ر شوال المکرم ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۵ر ماہ جولائی ۱۹۸۳ء بروز دوشنبہ ہوا۔ اور ۱۰ر شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ پر ختم ہوا۔ ہر سال کی طرح امسال بھی ۲۵ر شوال تک تشنگان علوم کو اکتساب فیض کا موقعہ دیا گیا۔

دورۂ حدیث تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور کی مخلصانہ دعاؤں سے امسال دورۂ حدیث کا آغاز مورخہ ۲۳ر شوال المکرم ۱۴۰۳ھ کو خانقاہ عالیہ قطبیہ میں ہوا نیز مورخہ ۲۵ر رجب المرجب ۱۴۰۴ھ کو بروز شنبہ اعلیحضرت موصوف کی دعاؤں سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

افتتاحی اجلاس

مورخہ ۲۹ر ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ روز پنجشنبہ انجمن دائرۃ المعارف کا افتتاحی اجلاس بزیر صدارت عالیجناب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری مدظلہ العالی مقرر ہوا۔ جس میں مولانا مولوی محمد حسین صاحب M.A استاذ دار العلوم لطیفیہ نے طلباء سے خطاب فرمایا۔ موصوف نے طلبائے کے اندر تعلیم خطابت اور اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کے سلیقہ پر سیر حاصل بحث کی۔ اور جلسہ کے اختتام پر عالیجناب حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری B.A ناظم دار العلوم

لطیفیہ نے علم اور حصولِ علم پر روشنی ڈالتے ہوئے حصولِ علم میں علمائے سلف کی کاوشوں اور ان کے ذوق پر فصیح و بلیغ انداز میں خطاب فرمایا۔

دار التصنیف والاشاعت

دار التصنیف کے معرضِ وجود میں آنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ بزرگانِ مکان حضرت قطبؒ ویلور کی تصنیفات و تالیفات کو ترجمہ اور مفید و ضروری شرح و بسط کے ساتھ منظرِ عام پر لایا جائے، بحمد اللہ امسال بھی سالنامہ اللطیف میں حضرت قطبؒ ویلور کی تصنیفات میں سے **فصل الخطاب بین الخطاء والصواب** **غایۃ التحقیق** اور **مکتوبات حضرت قطبؒ ویلور** کے بعض اہم مباحث کے تراجم و تلخیصات شاملِ اشاعت ہیں۔ اور حضرت **ذوقی** رحمۃ اللہ علیہ کی مایۂ ناز تصنیف **"النشائے لطف اللّٰہی"** سے کچھ حصّہ کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے، تاکہ شائقین حضرات اس سے بھی پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

مدراس یونیورسٹی کے امتحانات

یونیورسٹی کے امتحانات افضل العلماء، منشی فاضل، ادیب فاضل میں امسال بھی طلبائے دار العلوم اپنی درسی و نصابی تعلیم کے ساتھ شریک ہوئے ہیں بفضلہ تعالیٰ طلباء کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔

اسبابِ صحت

طلباء کی صحت اور ان کے دل و دماغ کو تر و تازہ رکھنے کے لئے دار العلوم کے میدان میں مختلف گیمس کا انتظام ہے۔ والی بال، بیڈمنٹن، ٹنی کائٹ اور کبڈی وغیرہ، بعد نمازِ عصر تا مغرب حاضری لازمی قرار دی گئی ہے، تاکہ ورزش کے ساتھ ساتھ انکی تفریح بھی ہو جائے۔

جلسۂ عبا پوشی و تقسیم اسناد

۱۰ ارشعبان ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۲ ار ماہِ مئی ۱۹۸۴ء روز شنبہ دار العلوم کے وسیع و عریض ہال میں صبح کے دس بجے سالانہ اجلاس بزیرِ صدارت فضیلت مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری صاحب مد ظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطبؒ ویلور اعلیٰ پیمانہ پر منعقد ہوا جسمیں مقامی و بیرونی علمائے کرام و مقتدر علم دوست حضرات مدعو تھے۔ اور اعلیٰحضرت قبلہ نے اپنے دستِ فیض اقدس سے فارغین کو عبا و اسناد عطا فرمایا۔

جلسۂ تقسیم انعامات درسیات، مقالہ نویسی، مقابلۂ تحریر و تقریر اور گیمس و اسپورٹس میں نمایاں کامیابی حاصل کرنیوالے طلباء اور دیگر عہدہ دار افراد کو انکے خدمات کے صلہ میں قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔

ہدیۂ تشکر ادارہ ان تمام اطباء و ڈاکٹروں کا تہ دل سے مشکور ہے جنہوں نے وقتاً فوقتاً ہمارے طلباء و اساتذہ کی تشخیص اور علاج و معالجہ فرماتے رہے نیز مدیران اخبار کا بھی مشکور ہے جو دار العلوم کی علمی سرگرمیوں کو شائع کرتے رہے۔ ادارہ خصوصیت کے ساتھ جناب کے یم عبد المتین صاحب مالک الکٹرک قومی پریس بنگلور کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے خوش اسلوبی اور سلیقہ مندی کے ساتھ "اللطیف" کی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیبؐ کے صدقے دار العلوم سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کو دین و دنیا میں سرفرازی و کامیابی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

جواہر القرآن

ادارہ

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات ہی ارض وسماوات کی تخلیق وتکوین اور جمیع مخلوقات کے وجود اور ظہور کا باعث بنی اور دنیا کے اندر تمام تر سعادتوں، برکتوں، رحمتوں اور ہدایتوں کا انحصار اس جامع فضائل ہستی پر ہے، حتیٰ کہ آخرت میں حاصل ہونے والی نعمتیں، عنایتیں اور رحمتیں بھی آپ ہی کے دامن سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے اور رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد اوصاف اور صفاتِ کمالیہ سے متصف فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ آپ ساری کائنات کے لئے رحمۃ للعالمین ہیں، جیسا کہ سورۃ الانبیاء میں کہا گیا وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔

اے نبی کریمؐ! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ تمام دنیا میں رحمت کا ظہور ہو۔

چھٹی صدی عیسوی کی عالمگیر ضلالت وگمراہی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس وقت ساری انسانیت تباہی وبربادی کے عمیق غار کے قریب پہنچ چکی تھی۔ قرآن کریم نے اس کی صحیح تصویر ان لفظوں میں کھینچی ہے وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔

تمہارا حال تو یہ تھا کہ آگ سے بھری ہوئی خندق ہے اور اس کے کنارے کھڑے ہو۔ (ذرا پاؤں پھسلا اور شعلوں میں جا گرے) لیکن اللہ نے تمہیں اس حالت سے نکال لیا (اور زندگی وکامرانی کے میدانوں میں پہنچا دیا۔)

ایسے خطرناک موڑ اور نازک مرحلہ پر اللہ نے حضور اکرمؐ کو ساری دنیا کے لئے رحمت وہدایت بنا کر مبعوث کیا۔ اس بات کو حدیث میں ایک مثال کے ذریعہ اس طرح سمجھایا گیا ہے۔

میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی، اور ہر طرف سے کیڑے اور پتنگے اس میں گرنے لگے، تو وہ ان پر شفقت کر کے ان کو گرنے اور جلنے جانے سے روکتا اور ہانکتا تھا۔ اسی طرح سے تم آگ میں گرنا اور کودنا چاہتے ہو اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر گرنے سے بچاتا ہوں۔

حضور اکرمؐ کی رحمت کا اولین مظہر یہ ہے کہ آپؐ نے بنی نوع انسان کو کفر وشرک کے بھنور سے نکالا، اور دنیا کو توحید خالص کی نعمت عطا کی اور انسانوں کو ان کے

خود ساختہ معیارِ فضیلت و فوقیت سے چھٹکارا دلا کر وحدت اور مساوات کی دولت سے مالامال کیا۔ اور ان ہی انسانوں کو معظم اور مکرم ٹھہرایا جو انسانیت کے علمبردار ہوں اور انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا احساس دلا کر اور دنیا ومافیہا کی ساری چیزیں اسی کے لئے پیدا کئے جانے کا علم عطا کر کے اسے اس کی قدر و قیمت سے آشنا کیا، اور انسان دوستی و احترام انسانیت کا پیام ان لفظوں میں سنایا کہ تمام انسان خدا کا کنبہ ہے اور اللہ کی نظروں میں وہی شخص زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے جو اس کے عیال (انسانوں) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

حضور اکرم صلعم ساری کائنات کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے اور نوع انسانی کے سارے طبقات کسی نہ کسی پہلو سے آپ کے احسانات اور انعامات سے مستفیض اور بہرہ ور ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ آیت وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کفار و مشرکین کے لئے دنیا میں رحمت ہیں کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے اور آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جیسا کہ انبیاء و رسولوں کے انکار و تکذیب کے باعث اگلی امتوں پر اس قسم کے عذاب نازل ہوئے تھے۔

دین حق کی تبلیغ و دعوت میں حضور اکرم پر جس قدر مظالم کے پہاڑ ڈھائے گئے وہ آسمانی مذاہب کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے۔ ان تمام صدموں کو جھیلتے ہوئے بھی رحمت عالم صلعم نے اپنے منکرین اور مکذبین کے حق میں خیر اور ہدایت کی دُعا فرمائی۔

سنہ نبوت میں آپؐ نے طائف کا سفر کیا تاکہ وہاں کے باشندوں کو اللہ کا پیام سُنا سکیں۔ اہلِ طائف نے آپ کے ساتھ انتہائی سنگدلی اور بے رحمی کا مظاہرہ کیا۔ اس پہ ملک الجبال نے ساری بستی کو ہلاک کرنے کی اجازت چاہی تو آپ بے تاب ہو گئے اور فرمانے لگے:-

"میں ان لوگوں کی تباہی کے لئے کیوں دُعا کروں، اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ پہ ایمان نہیں لائے تو کیا ہوا۔ مجھے امید ہے کہ ان کی نئی نسل ضرور اللہ پہ ایمان لانے والی ہوگی۔"

غزوۂ احد کے موقع پہ کافروں سے رحمت عالم صلعم پر پتھروں کی بارش برسائی۔ ابن قمیہ کے پتھر سے پیشانی مبارک پھٹ پڑی اور ابن ہشام کے پتھر سے بازو مبارک زخمی ہوا۔ اور عتبہ نے چہرۂ مبارک پر پتھر پھینکا جس سے دو دندان مبارک شہید ہو گئے۔ اور خون بہنے لگا اور آپ ایک غار میں گر پڑے۔

اس لرزہ خیز منظر سے آپ کے جاں نثاروں کے دل دہل گئے اور بعض اصحاب نے عرض کی حضورؐ ان کافروں کے لئے بد دعا کیجئے۔

ایسے حیران کن اور دہشت افزا مرحلہ میں بھی رحمت عالم صلعم کی شفقت و محبت اور الفت و رافت میں قدرے تغیر واقع نہیں ہوا بلکہ اس وقت بھی دشمنوں کے حق میں ہدایت کی دعا فرمائی اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون اور اپنے اصحاب سے فرمایا انی لم ابعث لعّانا ولکن بعثت داعیا و رحمۃً میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا

بنایا گیا، مجھے تو خدا کی طرف بلانے والا سراپا رحمت
بنایا گیا ہے۔

حضور اکرمؐ کی مکی زندگی میں ایک ایسا مرحلہ
بھی پیش آیا تھا کہ خود کافروں نے اپنی نادانی سے یہاں
تک کہہ دیا کہ اے خدا اگر یہ بات (یعنی پیغمبر اسلام کی دعوت)
تیری جانب سے امر حق ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش برسا دے
یا ہمیں دردناک عذاب میں مبتلا کر ان کان ھذا
ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من
السماء او ائتنا بعذاب الیم۔

ایسے قابل ہلاکت وقت میں اللہ تعالیٰ نے
کہا کہ ہم ایسا کرنے والے نہیں ہیں کیونکہ تمہارے درمیان
رحمت للعالمین جلوہ افروز ہیں، وما کان اللہ لیعذبھم
وانت فیھم۔

حضور اکرمؐ یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے
بھی ابر رحمت ہیں۔ چنانچہ اہل کتاب جن پھندوں مثلاً
مذہبی احکام کی بے جا سختیوں اور مذہبی زندگی کی ناقابل
عمل پابندیوں، ناقابل فہم عقیدوں کا بوجھ، تقلید و تعبد
احبار کی زنجیروں میں گرفتار ہو گئے تھے تو رحمت عالمؐ سے
انہیں ان ساری بندشوں سے رہائی دلائی اور دین حنیف
کی آسان و سہل اور عقلیت پسند راہ دکھلائی۔

قرآن کریم نے اہل کتاب کے حق میں سیدنا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و شفقت کا ذکر ان لفظوں
میں کیا الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی
یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم
بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات
ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم
والاغلال التی کانت علیھم۔

جو لوگ کہ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن
کو وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں،
(جنکی صفت یہ بھی ہے) وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے
ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو
ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو بدستور
ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے
ان کو دور کرتے ہیں۔

حضور اکرمؐ مومنین کے لئے دنیا میں بھی رحمت ہیں،
اور آخرت میں بھی رحمت ہیں۔ چنانچہ اللہ نے اپنی مخصوص صفتوں
رؤف اور رحیم سے حضورؐ کو متصف ٹھہرایا کہ آپ بھی مومنین
پر رؤف اور رحیم ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے لقد جاءکم
رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص
علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔

مسلمانو! تمہارے پاس اللہ کے رسول تشریف
لا چکے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں۔ تمہارا رنج و کلفت میں
پڑنا ان پر بہت شاق گذرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی
کے بڑے ہی خواہشمند ہیں، وہ مومنوں کے لئے شفقت
رکھنے والے رحمت رکھنے والے ہیں۔

مومنین کے ساتھ رحمت عالمؐ کی شفقت کا یہ عالم

تھا کہ جب حیاتِ ظاہری کی میعاد ختم ہونے معلوم ہوئی تو رنجیدہ ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ! آپ کی آنکھوں میں یہ آنسو کیسے؟ درد بھرے لہجہ میں فرمایا' میں اپنی امت کے بارے میں غور و فکر کرتا ہوں تو غم لاحق ہوتا ہے۔ وہ اب تک جو بھی گناہ کرتی تھیں اس کے لئے شفاعت کرتا تھا لیکن اب وہ لمحات قریب دکھائی دیتے ہیں کہ میں اپنی امت کو چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں' ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور انہوں نے حضور اکرمؐ کو یہ بشارت سنائی' اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے' آپ کے وصال کے بعد جو شخص بھی آپ کی زیارت کرے گا میں اس کو بخش دوں گا۔

حضرت بکر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم تحدثون واحدث لکم فاذا امت کانت وفاتی خیر لکم تعرض علیّ اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت غیر ذلک استغفرت اللہ لکم۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا' میری زندگی تمہارے لئے خیر اور رحمت ہے جس میں تم مجھ سے اور میں تم سے کلام کرتا ہوں اور جب میں انتقال کر جاؤں تو میری وفات بھی تمہارے لئے رحمت ہوگی اور میرے سامنے تمہارے اعمال پیش ہوتے رہیں گے' اگر وہ اچھے ہوں تو خدا کا شکر بجا لاؤں گا اور اگر اچھے نہ ہوں تو تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

غرض مومنین کے لئے حضور اکرمؐ اپنی دنیاوی زندگی میں بھی رؤف رحیم تھے اور دنیا سے وصال کے بعد بھی اسی حیثیت سے رؤف و رحیم ہیں کہ امت کے لئے آپ کی دعا و استغفار کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور اُخروی زندگی میں بھی مقام محمود اور شفاعت کی راہ سے رؤف اور رحیم ہوں گے اور آپ ہی کی وجہ سے سارے عاصیوں کو عذاب الٰہی سے نجات نصیب ہوگی۔

حضور اکرمؐ کی رحمت للعالمینی کا ایک نمایاں مظہر طبقۂ نسواں پر احسان ہے۔ آپ سے قبل یہ جنس لطیف انتہائی ذلت و پستی کا شکار تھی۔ لڑکیوں کی ولادت شرم و عار کا باعث تھی اور مختلف وجوہ و اسباب کی بنا پر انہیں قتل اور زندہ درگور کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس حالت کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا ہے:-

واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودا وھو کظیم یتواریٰ من القوم من سوء ما بشر بہ ایمسکہ علی ھون ام یدسہ فی التراب الا ساء ما یحکمون۔

اور ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دیجائے تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے اور جس چیز کی خبر دی گئی ہے اس کے عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے اور سوچے کہ آیا اس کو بحالت ذلت لے رہے یا اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی میں گاڑ دے۔

خوب سن لو! ان کی یہ تجویز بہت ہی بُری ہے۔

حضورؐ اکرم نے قتل اولاد کی اس لعنت کو ختم کیا، چنانچہ بارگاہِ رسالت میں جو خواتین حاضر ہوتیں اُن سے عہد و پیمان لیتے تھے کہ قتل اولاد کی مرتکب نہ ہوں گی اور آپؐ نے لڑکیوں کی پرورش کی زحمت کو رحمت سے بدل دیا، کہ جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں تو قیامت میں میرا اور اس کا مرتبہ (دو انگلیوں کو اٹھا کر فرمایا) یوں برابر ہوگا۔

مرد اور عورت کے ازدواجی تعلق کو اخلاق اور روح کی ترقی کے منافی تصور کیا جا رہا تھا اور تجرد و رہبانیت کو روح اور اخلاق کی ترقی کی معراج خیال کیا جا رہا تھا۔ آپ نے اس منفی انداز فکر ہی کو مثبت پہلو سے بدل دیا اور دنیا پہ واضح کر دیا کہ ازدواجی زندگی کے ذریعہ ہی اخلاق اور روح کی تکمیل عمدہ اور بہتر طریقہ پہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ نکاح کو مرد و عورت کے درمیان باہمی انس و محبت اور الفت و مودت کا سبب قرار دیا۔ وحی آسمانی نے نہایت لطیف پیرائے میں عورتوں کو مردوں کا پوشاک اور مردوں کو عورتوں کا پوشاک قرار دیا ھن لباس لکم وانتم لباس لکمن

اور خصوصیت کے ساتھ طبقۂ رجال کو ھدایت دی گئی کہ عورتوں پہ ہاتھ نہ اٹھائیں اور انہیں کھلانے پہنانے میں نیکی اور فیاضی سے کام لیں۔ بہترین آدمی تو وہی ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

اور عورت کو اس کے شوہر کی وفات کے بعد بیوہ رہنے اور مردہ شوہر کے ساتھ ستی ہو جانے کی غیر انسانی رسم کا قلع قمع کیا اور بے شوہر والی عورتوں کو نکاح کا حکم دیا تاکہ وہ پُرمسرت کا آغاز کر سکے۔ اس اجازت و رعایت کے باوجود بھی اگر کوئی بن شوہر رہ جائے تو اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کا اجر و ثواب کو جہاد فی سبیل اللہ اور صائم النہار وقائم اللیل کے ثواب کا ہم پلہ قرار دیا۔

رحمتِ عالمؐ نے دنیا میں عورت کا مقام مختلف زاویے سے بلند کیا۔ نکاح میں رضامندی، پُرعسرت ظالمانہ زندگی سے رہائی کے لئے خلع کا اختیار، جائیداد میں وراثت، اور حقوق میں مساوات کی نعمت سے بہرہ وَر کیا۔

یہ وہ انعامات و اکرامات ہیں جو تاریخ میں پہلی مرتبہ عورت کے حصّہ میں آئے۔

حضور اکرمؐ کی رحمۃ للعالمینی کا ایک اور مظہر جس سے پہلے تاریخ ناآشنا تھی وہ غلاموں کی آزادی اور حریت ہے۔ بنی نوع انسان کا یہ وہ مظلوم طبقہ ہے جو تاریخ کے ہر دَور اور دنیا کے ہر ملک میں موجود رہا ہے۔ رحمتِ عالمؐ نے ان کی آزادی کے متعلق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ھدایت فرمائی حتیٰ کہ اپنی زندگی کی آخری سانسوں میں بھی وما ملکت ایمانکم فرماتے رہے اور غلاموں کی آزادی کے لئے ایک صورت یہ اختیار کی کہ کفارہ میں انہیں آزاد کر دیا۔ اور اس ارشاد مبارک کے ذریعہ آقا و غلام کے امتیاز کی سطح پاٹ دی۔ یہ بھی تمہارے بھائی ہیں جن کو خدا نے تمہارے ماتحت کیا ہے لہذا انہیں بھی وہی کھلاؤ

جو تم خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو اور ان پر کاموں کا بوجھ نہ ڈالو۔ اگر بھاری کام دو تو خود بھی اس کام میں شریک ہو کر ان کی مدد کرو۔

دنیا میں مفتوح قوم کے ساتھ فاتح شخص اور اس کی قوم کا ظالمانہ، وحشیانہ اور غلامانہ سلوک کا چشم فلک نے متعدد بار نظارہ کیا ہے، لیکن ایسا نشاط انگیز اور دلنواز نظارہ بہت کم ہی دیکھا ہوگا کہ کسی انسان کو اپنے جانی دشمنوں پر مکمل قبضہ ہونے کے بعد اس نے عفو و درگذر سے کام لیا ہو۔ چنانچہ رحمتِ عالم نے جب مکہ فتح کیا، آپ اور آپ کے صحاب پر ہر قسم کے مظالم ڈھانے والے مجرم نگاہوں کے سامنے سرنگوں ہیں اور ہزاروں خون آشام تلواریں فاتح مکہ کے ایک اشارہ کی منتظر ہیں، اچانک رحمتِ عالم ﷺ کی زبانِ مبارک کو جنبش ہوتی ہے۔ قریش! بتاؤ، میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں۔ جواب ملا انت اخ کریم وابن اخ کریم، آپ ہمارے شریف بھائی اور شریف بھتیجے ہیں۔

ارشاد ہوا لا تثریب علیکم الیوم فاذھبوا انتم الطلقاء آج کے روز تم پر کوئی الزام اور کسی قسم کا انتقام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

رحمتِ عالم ﷺ کے لطف و کرم سے انسان تو انسان حیوانات تک محروم نہ رہے آپ نے متعدد طریقوں سے ذی روح جانداروں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی۔ چنانچہ جانوروں کو اندھا دھند مارنے پیٹنے سے، بہت سے زیادہ بوجھ لادنے، بھوکا پیاسا یا کم کھلانے سے، بلاضرورت کسی جانور کو قتل کرنے سے اور جو جانور کوئی نقصان نہیں پہنچاتے یا ان سے انسانوں کو کوئی فائدہ ہو سکتا ہے تو ان کو ختم کرنے سے، اور تفننِ طبع کے خاطر جانور کو کسی چیز سے باندھ کر اس پر نشانہ لگانے سے منع فرمایا۔ اور جن جانوروں کو ضرورتاً ذبح کرنے کا حکم کر دیا تو ذبح کرنے میں ہر طرح کی نرمی اور سہل طریقے کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔

ایک خاتون کی نسبت ارشاد فرمایا کہ اس پر عذاب محض اس لئے ہوا کہ وہ ایک بلی کو بھوکی اور پیاسی باندھ رکھی تھی، یہاں تک کہ وہ مر گئی اور ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ اس کو خدا نے اس لئے بخش دیا کہ اس نے شدتِ پیاس سے جان بلب کتے کو پانی پلایا تھا۔

غرض رحمتِ عالم ﷺ نے جس طرح مردم آزاری کو ایک گناہ قرار دیا اسی طرح کائنات کے بے زبان ذی روح مخلوق کی ایذا رسانی کو بھی ایک جرم قرار دیا۔

حاصلِ تحریر یہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت مبارک کائنات میں رحمتوں کے ظہور کا باعث بنی اور آپ کی رحمۃ للعالمینی کا ابرِ نیساں کہاں کہاں اور کن کن چیزوں پر برسا اس کی کوئی حد ہے اور نہ کوئی اندازہ۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

جواہر الحدیث

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی

ادارہ

باعثِ تخلیق کائنات، سید اولادِ آدم، رحمۃ للعالمین سیدنا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خصائص عطا کئے گئے ان میں سے ایک خصوصیت مرتبۂ شفاعت اور مقامِ محمود بھی ہے۔ میدانِ حشر میں جبکہ جلال الٰہی کا آفتاب پوری تمازت پر ہوگا اور سارے انسان خوف زدہ اور سراسیمہ رہیں گے اور کسی میں لب کشائی کی ہمت اور جرأت نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ اللہ رب العزۃ کے محبوب برگزیدہ اور معصوم بندے حضرات انبیائے کرام تک نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے بارگاہ ذوالجلال والاکرام میں اہلِ محشر کی بے چینی و اضطراب سے نجات کی شفاعت فرمائیں گے جس کے بعد ہی حساب و کتاب کا مرحلہ پیش آئے گا۔

حضورِ اکرم کی شفاعت متعدد بار ہوگی اور آپ اپنی امت کے تمام گناہ گاروں کو جو جہنم کے سزاوار ہوں گے، ایک ایک کرکے سب کی بخشش فرمائیں گے اور سارے مؤمنین کے لئے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے۔

مسئلہ شفاعت کی بنیاد کسی خوش عقیدگی پر قائم نہیں ہے، بلکہ اس باب میں آیات اور احادیث کثرت سے وارد ہیں، جن پر ایمان و ایقان ایک مومن کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیتوں سے حضورِ اکرم کا شافع ہونا بطریق احسن ثابت ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے ولبشر الذین اٰمنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائیے کہ ان کے رب کے پاس پہنچ کر ان کو پورا مرتبہ ملے گا۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں — "قدم صدق" سے مراد حضورِ اکرم کی شفاعت ہے۔

اور سورۂ بنی اسرائیل میں ہے عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود میں جگہ دے گا۔

صاحب جلالین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ھو مقام الشفاعۃ فصل القضاء یعنی آپ کو حق شفاعت عطا کیا جائے گا۔

نیز قل للّٰہ الشفاعۃ جمیعا کی تفسیر میں لکھتے

ہیں :- ھو مختص بھا فلا یشفع احد الا باذنہ یعنی بغیر اذنِ الٰہی کوئی شفاعت نہیں کرے گا۔

حضرت مخدوم محمد ہاشم سندھی "حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب" میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ایک کشادہ جگہ سارے انسانوں کو جمع کرے گا جن میں سے کوئی شخص لب کشائی کی ہمت نہیں کرے گا۔ سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کو بلایا جائے گا۔ پھر آپ اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائینگے اس کے بعد آپ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ چنانچہ ارشاد خداوندی عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا سے یہی وقت مراد ہے جیسا کہ علامہ سیوطی نے بدر السافرہ میں لکھا ہے۔

اور تفسیر عزیزی میں مرقوم ہے۔ چوں آیت ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ نازل شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیاران خود فرمودند کہ من ہرگز راضی نشوم تا آنکہ یک کس را از امت خود بہ بہشت داخل نکنم۔

یعنی جب آیت ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ (اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو آخرت میں بکثرت نعمتیں عطا فرمائے گا جس سے آپ خوش ہو جائیں گے) نازل ہوئی تو حضور ﷺ اکرم نے صحابۂ کرام سے فرمایا۔ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا۔ جب تک کہ ایک ایک امتی کو جنت میں نہ داخل کروں۔

اور دوسری آیتوں میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی شفاعت کرے گا جس کو اجازت دی جائے مثلاً من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ ایسا کون شخص ہے جو پروردگار کی بارگاہ میں اسکی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت کرے۔

لا یتکلمون الا من اذن له الرحمٰن وقال صوابا اس روز کوئی نہ بول سکے گا بجز اس کے جس کو رحمان بولنے کی اجازت دیدے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے۔

ان آیات سے واضح ہے کہ شفاعت بالاذن کا اعزاز واکرام منجانب اللہ عطا ہونے والا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں' دربارِ خداوندی میں جو بولے گا اس کے حکم سے بولے گا اور بات بھی وہی کرے گا جو ٹھیک اور معقول ہو' مثلاً کسی غیر مستحق کی سفارش نہ کریگا۔ سفارش کے مستحق وہی ہیں جنہوں نے دنیا میں سب باتوں سے زیادہ ٹھیک بات کہی تھی یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ موصوف کے الفاظ سے یہ حقیقت نمایاں ہے کہ شفاعت صرف مؤمنین کی ہوگی۔

اس مقام پر یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے' کہ جن آیاتِ کریمہ میں نفی شفاعت کا مفہوم پایا جاتا ہے' وہ کافروں کے حق میں ہے' جنہیں مومنین پر منطبق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کافروں کا عقیدہ تھا کہ ان کے معبود اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی سفارش کریں گے' جیسا کہ بیضاوی قل للہ الشفاعۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں (آپ کہہ دیجیے کہ شفاعت تو تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے) لعلہ

رد لما علی مجیبون به وهوان الشفعاء اشخاص مقربون محی تماثیلهم۔

اور اس طرح جن احادیث میں بھی شفاعت کی نفی ہو رہی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کی شفاعت نہیں کریں گے جنہوں نے اپنی زندگی میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں کہا۔ اس کے علاوہ آپ کا منشاء یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امت کو اعمال صالحہ کی جانب ترغیب اور تحریص دلائی جائے تاکہ یہ بھی بنی اسرائیل کی طرح یہ تکیہ نہ کرلیں کہ ہماری نجات کے لئے پیغمبروں کی شفاعت کافی ہے۔

اور حضرت مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹوی حنفی "فرائض الاسلام" میں لکھتے ہیں: ان شفاعة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وسائر الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام وشفاعة الاولیاء والعلماء والصلحاء بعد ان یاذن اللہ تعالیٰ لهم حق۔

حضور اکرمؐ تمام انبیائے کرام، اولیاء، علماء اور صلحاء کا شفاعت کرنا باذنِ الٰہی حق اور درست ہے۔

اور علامہ تفتازانی، شرح عقائد نسفی میں لکھتے ہیں الشفاعة ثابتة للرسل والاخیار فی حق اهل الکبائر بالمستفیض من الاخبار۔ یعنی عاصیوں کے لئے انبیاء اور صلحاء کا شفاعت کرنا احادیث میں ثابت ہے۔

اور حضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیفؒ قادری المعروف حضرت قطب ویلورؒ اپنے ایک فتوے میں لکھتے ہیں:

"باتفاق علماء شفاعت بالاذن ہے اور فاتح باب شفاعت اور شفاعتِ کبریٰ کے مالک سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ شفاعت کو بے اذن الٰہی کہنا قرآن حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ شفاعت کا انکار کرنا بدعت اور فسق ہے۔ اگر بغیر اہانت کے ہوئے اور اگر اہانت کے طور پر ہے تو کفر ہے۔"

اس مختصر سی وضاحت کے بعد ذیل کی حدیثیں ملاحظہ کی جائیں جن میں حضور اکرمؐ کی شفاعت کا ثبوت کن کن زاویوں سے فراہم ہو رہا ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا "میں سب سے پہلا شفیع ہونگا اور سب سے پہلا وہ شخص جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسلم)

نیز فرمایا میں پہلا ہونگا جو جنت کی شفاعت کریگا (مسلم)

عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامة من قال لا الٰہ الا اللہ خالصًا من قلبه او نفسه (بخاری)

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا، جن لوگوں نے خلوصِ قلب سے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے وہ میری شفاعت سے مستفیض ہوں گے۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال شفاعتی لاهل الکبائر من امتی (ترمذی)

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے حق

ہیں بھی ہوگی جو گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے۔

عن عمران بن حصین قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یخرج قوم من امتی من النار بشفاعتی یسمون الجہنمیین (بخاری)

عمران بن حصین کا کہنا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا میری امت کے کچھ افراد میری شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکالے جائیں گے جن کو جہنمیوںؐ کے نام سے یاد کیا جائے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ حضورؐ اکرم نے فرمایا جو شخص اذان کے کلمات سُن کر یہ دُعا مانگے تو قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت ہے کہ اے اللہ تعالیٰ، محمدؐ کو وسیلہ فضیلت اور مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔

دعا کے کلمات یہ ہیں ات سیدنا محمدن الوسیلة والفضیلة والدرجة الرفیعة العالیة فی الجنة وابعثه مقاما محمودا الذی وعدته۔

طبرانی کی روایت ہے الا اخبرکم بما خیرنی ابی انفا، قلنا بلی یا رسول اللّٰہ! قال خیرنی بین ان یدخل ثلثی امتی الجنة بغیر حساب ولا عذاب وبین الشفاعة، قلنا یا رسول اللّٰہ ما اخترت ؟ قال، الشفاعة۔

حضور اکرمؐ نے صحابۂ کرام سے فرمایا ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے مجھے امت کے تہائی حصہ کو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل کرانے کا حق اور مقام شفاعت، ان دونوں کے درمیان اختیار عطا فرمایا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسولؐ اللہ آپؐ نے کونسی چیز پسند فرمائی؟ فرمایا شفاعت۔

ایک اور حدیث بھی اسی مفہوم میں وارد ہے،

خیرت بین الشفاعة او یدخل نصف امتی الجنة فاخترت الشفاعة لانها اعم واکفیٰ۔

مجھے اختیار دیا گیا کہ میں نصف امت کو جنت میں داخل کروں یا مقام شفاعت حاصل کروں۔ لیکن میں نے شفاعت کو پسند کیا۔ کیونکہ وہ عام ہے۔

متعدد صحابۂ کرام سے یہ روایت مختلف طریقوں سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے صحابۂ کرام کی ایک مجلس میں بیان فرمایا۔

قیامت کے ہولناک میدان میں لوگوں کو ایک شفیع کی تلاش ہوگی۔ لوگ پہلے آدم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے باپ ہیں۔ خدا نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو آپ کے سجدہ کا حکم دیا۔ آپ خدا کے حضور ہماری سفارش کیجئے۔!

وہ جواب دیں گے کہ میرا یہ رتبہ نہیں۔ میں نے خدا کی نافرمانی کی تھی۔ آج خدا کا وہ غضب ہے جو کبھی نہ ہُوا تھا اور نہ ہوگا۔ نفسی نفسی۔ اے میری جان، اے میری جان۔

ؔ واضح رہے کہ یہ نام اس گروہ کے لئے اعزاز واکرام اور خوشی کا باعث ہوگا کیونکہ حضورؐ کی شفاعت سے نجات اور بخشش ہوئی۔ یہ نام ان لوگوں کو اللہ کا فضل وکرم ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا۔

لوگ حضرت نوحؑ کے پاس جائیں گے، اور کہیں گے کہ آپ روئے زمین کے پہلے پیغمبر ہیں۔ خدا نے آپ کو شکر گذار بندہ کا خطاب دیا ہے آج خدا کے حضور ہماری سفارش کیجئے۔

وہ کہیں گے کہ ہمارا یہ رتبہ نہیں۔ آج خدا کا وہ غضب ہے جو نہ کبھی ہوا تھا اور نہ کبھی ہو گا۔ مجھ کو ایک مستجاب دعا کا موقعہ نصیب ہوا تھا وہ اپنی قوم کی تباہی کے لئے مانگ چکا نفسی نفسی تم ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔

مخلوق ان کے پاس جائیگی اور اپنی وہی درخواست پیش کریگی کہ آپ تمام انسانوں میں خدا کے دوست ہوئے، اپنے پروردگار سے شفاعت کیجئے۔

وہ بھی کہیں گے میرا یہ رتبہ نہیں، آج خدا کا وہ غضب ہے جو نہ کبھی ہوا نہ کبھی ہو گا نفسی نفسی تم موسیٰؑ کے پاس جاؤ۔

لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ آپ خدا کے پیغمبر ہیں، خدا نے اپنے پیغام و کلام سے آپکے لوگوں پر برتری بخشی ہے، اپنے خدا سے ہمارے لئے سفارش کیجئے، کیا آپ ہماری مصیبتوں کو نہیں دیکھتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے کہیں گے کہ آج خدا کا وہ غضب ہے، جو کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو گا۔ میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا جس کے قتل کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا نفسی نفسی، تم لوگ عیسیٰؑ کے پاس جاؤ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر لوگ کہیں گے اے عیسیٰ آپ خدا کے وہ رسول ہیں جس نے گہوارہ میں کلام کیا اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں، اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجئے، وہ بھی کہیں گے۔ یہ میرا مرتبہ نہیں، آج خدا کا وہ غضب ہے جو نہ کبھی ہوا اور نہ ہو گا نفسی نفسی تم محمدؐ کے پاس جاؤ۔

مخلوق آپؐ کے پاس آئے گی اور کہے گی، اے محمدؐ آپ خدا کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں، اور وہ ہیں جس کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف ہیں۔ آپ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کیجئے۔

آپ اٹھ کر عرش کے پاس آئیں گے اور اذن طلب کریں گے۔ اذن ہو گا تو سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ آپ کے سامنے سب کچھ کھول دیا جائے گا جو کسی اور کے لئے نہیں کھولا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محامد اور تعریفوں کے وہ معنی اور وہ الفاظ آپؐ کے دل میں القا فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کو القا نہ ہوئے۔ آپ دیر تک سربسجود رہیں گے۔ پھر آواز آئے گی، اے محمدؐ سر اٹھاؤ، کہئے! سنا جائے گا۔ مانگئے ——! دیا جائے گا —— شفاعت کیجئے! قبول کی جائیگی۔

عرض کریں گے، الٰہی! — اُمتی — اُمتی — خداوند میری اُمت، میری اُمت!

حکم ہو گا، جس کے دل میں جَو کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو گا اس کو نجات ہے۔

آپ خوش خوش ہو جائیں گے اور اس کی تعمیل کر کے اور پھر حمد و ثنا کر کے عرض پرداز ہوں گے، اور سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ پھر صدائے غیب آئے گی کہ اے محمدؐ!

سر اٹھاؤ، کہئے سنا جائے گا! مانگئے ۔! دیا جائیگا۔
شفاعت کیجئے ۔! قبول کی جائے گی۔ عرض کریں گے ۔!
الٰہی اُمتی ۔ اُمتی ۔!

حکم ہوگا جائیے جس کے دل میں رائی کے برابر
بھی ایمان ہو، وہ بخشا گیا ۔

حضورؐ جائیں گے پھر واپس ہوکر عرض گذار ہونگے
حمد و ثنا کریں گے اور سربسجود ہوں گے۔ آواز آئے گی۔
جائیے جس کے دل میں چھوٹی سی چھوٹی رائی کے
برابر ایمان ہو اس کو بھی دوزخ سے نکالوں گا۔

ترجمہ از سیرۃ النبیؐ
(سید سلیمان ندوی)

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم تلا قول اللہ تعالیٰ فی ابراھیم
رب انھن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی
فانہ منی وقال عیسیٰ ان تعذبھم فانھم عبادك
فرفع یدیه فقال اللھم امتی امتی وبکیٰ ۔!
فقال اللہ تعالیٰ یا جبرئیل اذھب الی محمد
وربك اعلم۔ فسله ما یبکیه فاتاه جبرئیل فسأله
فاخبره رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما قال
فقال اللہ لجبرئیل اذھب الی محمد فقل انا
سنرضیك فی امتك ولا نسوءك ۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص سے مروی ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراھیمؑ کے متعلق یہ
آیت تلاوت کی: رب انھن اضللن کثیرا من الناس
فمن تبعنی فانہ (اے میرے پروردگار ان بتوں نے
بہت سے آدمیوں کو گمراہ کردیا، جو لوگ میری راہ پہ گامزن
رہے وہی میرے (تو انہیں بخشش دے)۔

اس کے بعد حضورؐ نے حضرت عیسیٰ سے متعلق یہ آیت
تلاوت فرمائی ان تعذبھم فانھم عبادك (اے پروردگار
اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں)۔

یہ دونوں آیتیں تلاوت کرنے کے بعد حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور عرض کیا، اے اللہ!
میری امت! میری امت، پھر رونے لگے۔ اللہ نے جبرئیل
سے فرمایا۔ تم محمدؐ کے پاس جاؤ۔ اگرچہ کہ تمہارا رب سب کچھ
جانتا ہے لیکن تم محمدؐ کے پاس جاؤ اور ہماری طرف سے پوچھو
کہ ان کے رونے کی وجہ کیا ہے۔ حضرت جبرئیل آپ کے پاس
تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے سبب پوچھا، تو
آپؐ نے انہیں وہی بات بتلائی جو دعا میں اللہ تعالیٰ سے
عرض کی تھی یعنی امت کی فکر اور اسکی نجات و بخشش۔

جبرئیل نے واپس جاکر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو خدا
نے فرمایا، اے جبرئیل جاؤ محمدؐ کے پاس اور انہیں ہمارا یہ
پیغام سناؤ کہ ہم تمہیں اپنی امت کے بارے میں راضی
کریں گے اور تمہیں غمگین اور مایوس نہیں کریں گے۔

اور مسلم شریف میں ہے، بصرہ کے بعض خارجی گناہِ
کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی سمجھتے تھے اور اس کے حق میں
شفاعت کے قائل نہ تھے۔ خوارج کی یہ جماعت مدینۂ منورہ

آئی ۔ مسجد نبوی ﷺ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قیامت کے واقعات بیان کر رہے ہیں ۔ ایک خارجی نے دوران تقریر کہا اے رسول اللہ کے صحابی ! یہ کیا کہہ رہے ہیں قرآن میں خدائے تعالیٰ تو یہ کہہ رہا ہے کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا یعنی جہنمی جب دوزخ سے نکلنا چاہیں گے تو انہیں پھر اسی میں ڈال دیا جائے گا ۔

حضرت جابر نے معترض سے کہا کیا تم نے قرآن پڑھا ہے ؟ اس نے کہا ہاں فرمایا تم نے اس مقام محمود کا حال سُنا ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمہارے پیغمبر کو مبعوث کرے گا ؟ جواب دیا ہاں سُنا ہے ۔

اس پر آپ نے فرمایا یہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام محمود ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا جہنم سے نکالے گا ۔ حضرت جابرؓ کی تقریر سُن کر ایک کے سوا باقی سبھی لوگ انکار شفاعت کے باطل عقیدہ سے تائب ہوگئے اور کہنے لگے کیا یہ بزرگ صحابی رسول ﷺ پر جھوٹ باندھ سکتے ہیں ؟

اور حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اکرم نے ارشاد فرمایا لکل نبی دعوۃ قد دعا بھا فاستجب فجعلت دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیامۃ یعنی دنیا میں ہر نبی کو خصوصیت کے ساتھ ایک دُعائے مستجاب سے سرفراز کیا گیا اور ہر ایک نے اسے استعمال کر دیا لیکن میں نے اسے روز قیامت میں اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھوڑ رکھا ہے ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں حضرات انبیائے کرام کے لئے بہت سی دعائیں حاصل ہوئیں اور حضور اکرم ﷺ کو بھی اس نعمت سے سرفراز کیا گیا جس کا مشاہدہ بہت سے مقامات پر کیا گیا لیکن ہر نبی کو خصوصیت کے ساتھ ایک دعائے مستجاب عطا کی گئی ۔

یہ مخصوص دُعا آغاز نبوت سے ایک رحمت ہے کیونکہ جب لوگ ایمان سے مشرف ہو جاتے ہیں تو یہی دُعا ان کے لئے برکات کا ذریعہ بن جاتی ہے اور نبی کے دل میں یہ جذبہ موجزن ہو جاتا ہے کہ ان کے لئے دُعا کرے ۔

اور اگر لوگ نبی کی دعوت سے منہ پھیر لیں تو یہی دعا ان کے لئے مصائب کا ذریعہ بن جاتی ہے اور نبی کے دل سے دعائے خیر کے جذبات ان کے حق میں سرد پڑ جاتے ہیں ۔

اور حضور ﷺ اکرم رحمۃ للعالمین ہیں جس کی وجہ سے آپ نے اس خصوصی دُعا کو نجات کے لئے محفوظ رکھا تاکہ یہی دُعائے مستجاب میدان حشر میں لوگوں کے لئے رحمت خداوندی کے نزول کا وسیلہ بن جائے ۔

حاصل تحریر شفاعت نبوی ﷺ کے تعلق سے اتنی حدیثیں جو ذکر کی گئی ہیں وہ اس موضوع کی وضاحت کے لئے کافی ہیں اور انشاء اللہ المستعان رحمت عالم نے اپنی مخصوص دعائے مستجاب کو جو چھوڑ رکھا ہے یہی سارے مومنین اور مسلمین کی نجات و بخشش کا وسیلہ ہو گی ۔ اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد واصحابہ اجمعین

—٭—

تذکرۂ

اقطابِ ویلور

قدّس اللہ اسرارہم

از: مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق قریشی ادھونی
استاذ دار العلوم لطیفیہ ویلور

جنوبی ہند کی اسلامی تاریخ میں بارھویں صدی ہجری کا دور بڑا مبارک رہا جس میں ایک ایسا عظیم الشان و تاریخ ساز خانوادہ منصبِ شہود پر جلوہ گر ہوا، جس کے باکمال افراد نے کئی پشتوں تک وسیع پیمانہ پر علمی، دینی، تبلیغی، اصلاحی، روحانی، احسانی اور ادبی و لسانی خدمات انجام دیں، اور آج بھی اس خاندان کا سلسلہ حضرت مکان ویلور میں باقی، اور قائم ہے۔ اس خانوادہ کے بانی قدوۃ السالکین حضرت سید شاہ عبد اللطیف قادری نقوی بیجاپوری ہیں، جو بیجاپور کی سیاسی بدامنی اور افراتفری کے باعث سنہ ۱۱۳۱ھ کو وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور تقریباً ۱۱۳۶ھ میں ضلع شمالی آرکاٹ صوبہ تمل ناڈو کے تاریخی شہر ویلور دار السرور تشریف لائے اور خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور ہدایت پر یہیں مستقل سکونت پذیر ہوئے۔

اس خانوادہ کا سلسلۂ نسب اور اس کے اشخاص کا سن ولادت و وفات اور مولد و مدفن اور مختصر سا تعارف اسی خاندان کے ایک بزرگ حضرت مولانا سید شاہ محمد قادری نے کتاب جواہر السلوک کے ضمیمہ میں لکھا ہے:

راقم الحروف نے اس ضمیمہ سے جو استفادہ کیا ہے اس کا ترجمہ اور خلاصہ درج ذیل ہے:—

(۱) امام الائمہ ابو الاولیاء امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت عام الفیل کے اکیسویں (۲۱) سال میں ہوئی۔

وفات: ۱۹ رمضان المبارک شب یکشنبہ سنہ ۴۰ھ

مدفن: نجف اشرف

(۲) ابو عبد اللہ امام حسین رضی اللہ عنہ

ولادت: ۵ شعبان المعظم سنہ ۴ھ۔ مقام پیدائش مدینۂ منورہ

وفات: ۱۰ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ۔ مدفن کربلا۔

(۳) امام زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہ

ولادت: ۹ شعبان روز دوشنبہ سنہ ۳۸ھ

مقام پیدائش: مدینۂ منورہ

وفات: ۱۸ محرم الحرام سنہ ۹۴ھ جنت البقیع میں حضرت امام حسنؓ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۴) امام محمد باقر بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہ

ولادت: ۳ صفر سنہ ۵۷ھ روز جمعہ

وفات: باختلاف روایت سنہ ۱۱۸ھ جنت البقیع میں امام حسنؓ کے پہلو میں مدفون ہیں۔

(۵) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

آپ کی تاریخ ولادت اور وفات میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق تاریخ پیدائش ۱۸ ربیع الاول سنہ ۸۰ھ

روز دوشنبہ اور وفات ۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ ہے۔
جنت البقیع میں امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں مدفون ہیں۔

(۶) امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہٗ

مقام پیدائش ابواء ہے جو مکۃ المکرمہ اور مدینۂ منورہ کے درمیان واقع ہے۔ تاریخ ولادت ۱۲۸ھ۔

وفات: ۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ روز جمعہ۔

آپ کا مزار بغداد میں مقابر قریش میں واقع ہے۔

(۷) امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہٗ

آپ کی تاریخ ولادت اور وفات میں اختلاف ہے، ایک روایت کے مطابق پیدائش ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ اور وفات ۲۰۳ھ ہے آپ کا مزار شریف مشہد میں ہے۔

(۸) امام محمد تقی رضی اللہ عنہٗ

آپ کی ولادت ۱۰ رجب المرجب ۱۹۵ھ روز جمعہ مدینۂ منورہ میں ہوی۔ وفات ۲۳۰ھ کو ہوئی۔ اور امام موسیٰ کاظم کی مزار کے عقب میں مدفون ہیں۔

(۹) امام محمد نقی عسکری

آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق ولادت ۳ رجب المرجب ۲۱۴ھ کو مدینۂ منورہ میں ہوی۔

وفات: ۳ رجب المرجب ۲۵۴ھ مدفن سامرہ

(۱۰) سید حیدر کرارؒ — مدفن مدینۂ منورہ
(۱۱) سید ابوالقاسم — " اصفہان
(۱۲) سید سیف اللہ ناصر — " جنت المعلیٰ مکۃ المکرمہ
(۱۳) سید محمد — مدفن کشمیر
(۱۴) سید حسین اکبر — " حاما
(۱۵) سید اسد اللہ — " روم
(۱۶) سید حمزہ اصغر

آپ قطب اکبر کے نام سے موصوف ہیں، حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی سے ارادت اور خلافت کا شرف حاصل تھا۔ بغداد میں مدفون ہیں۔

(۱۷) سید حامد — مدفن اصفہان
(۱۸) سید جلال متقی — " بغداد
(۱۹) سید عبدالفتاح — " دھلے
(۲۰) سید نوراللہ منصور — " نجف اشرف
(۲۱) سید حسین — " رَیّ
(۲۲) سید برہان الدین — " احمد آباد

(۲۳) قاضی سید اسمٰعیل

آپ شاہ عالم گجراتی کے خلیفہ ہیں۔ گجرات کے اولیائے عظام میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کو علوم ظاہری و باطنی میں تبحر اور کمال حاصل تھا۔ صاحب مقامات جلیلہ و کرامات سنّیہ اور مخزن اوصاف و کمالات تھے۔

(۲۴) سید عبدالفتاح

آپ کا شمار گجرات کے مشاہیر اولیاء میں ہوتا ہے، علوم ظاہری و باطنی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ شرح مثنوی عبدالفتاح اور شرح جام جہاں نما،

آپ کی تصانیف ہیں۔ مزار شریف احمد آباد میں ہے۔

(۲۵) سید قطب الدین

	مدفن	احمد آباد
(۲۶) سید عبد الحق	"	احمد آباد
(۲۷) سید محمد	"	احمد آباد

(۲۸) سید عبد اللطیف عرف باپو جی

آپ گجرات سے بیجاپور تشریف لائے علم و معرفت، اور صورت و سیرت میں وحید عصر تھے، مرہٹہ اور راجپوت اور دیگر اقوام ہنود علی الصباح آپ کے دیدار اور ملاقات کو خیر و برکت کا ذریعہ سمجھتی تھیں۔ مزار شریف بیجاپور میں ہے۔

(۲۹) حضرت میران سید ولی اللہ

آپ کا شمار بیجاپور کے مشاہیر اور ممتاز علمائے و صوفیاء میں ہوتا ہے۔ آپ کے ارشد تلامذہ میں یہ افراد ہیں :—

(۱) میاں ابوتراب شہر استاد
(۲) قاضی عزالدین
(۳) قاضی ابراہیم
(۴) سید علی محمد بن میران سید اسد اللہ بن سید نور الدین بن سید عبد الفتاح شارح مثنوی۔

آپ کی وفات سنہ ۱۰۹۹ھ میں ہوئی۔ بیجاپور میں مدفون ہوئے۔

۳/

قدوۃ السالکین

حضرت

سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری

اوّل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سنہ ۱۰۶۷ھ — سنہ ۱۱۴۹ھ

حضرت سید شاہ عبداللطیفؒ قادری

بیجاپوری کی ولادت تقریباً سنہ ۱۰۶۷ھ میں بمقام بیجاپور ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت میراں سید ولی اللہ اپنے وقت کے جیّد عالم اور مرشدِ کامل تھے۔ اور حسن سیرت وصورت اور علم ومعرفت میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری عرف گورے حسن کی صاحبزادی اور حضرت سیّد عبدالقادرؒ جیلانی کی اولاد امجاد سے تھیں۔ آپ کے نانا اپنے عہد کے مشاہیر صوفیائے کرام میں سے تھے، جنہوں نے سلوک ومعرفت کے میدان بڑی ریاضتیں کیں اور مختلف یگانۂ روزگار مشائخ صوفیاء سے ایک سوا کانوے سلاسل کے اندر خرقہائے خلافت کی برکت حاصل کی۔ اور ان تمام سلاسل کو اپنی کتاب "مخزن السلاسل" میں جمع کیا ہے۔ چنانچہ کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

اما بعد فیقول الفقیر المفتقر الی اللہ ذی المنن ابوالحسن ابن السید عبدالقادر ابن السید شاہ ابوالحسن قادری غفراللہ ذنوبھم وستر عیوبھم۔ ان ھذا الکتاب المبارک المسمی بہ "مخزن السلاسل" الحسینیۃ فی الباس خرق فرق المشائخ الصوفیۃ مشتمل علی مائۃ واحدی وتسعین سلسلۃ۔

حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری نے اپنے والدِ ماجد اور اپنے نانا صاحب مخزن السلاسل کے ہاتھوں پہ بیعت کی اور مختلف سلاسل صوفیہ میں اجازت وخلافت حاصل کی اور آپ کی اولاد امجاد میں آج تک بھی ایک سوا کانوے سلسلوں میں اجازت وخلافت کا سلسلہ جاری ہے۔

آپ کا عقد سید ابوالقاسم کی صاحبزادی ساجدہ بیگم سے ہُوا۔ یہ وہی ابوالقاسم ہیں جنکو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے منصب پنج ہزاری اور درایت خان کے خطاب سے سرفراز کیا تھا۔

درایت خان کو بادشاہ کے مزاج میں بڑا رسوخ اور اعتماد حاصل تھا۔ اور انہیں علوم معقول ومنقول اور قواعد اصول وفروع میں پوری مہارت تھی اور شعر وسخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ ذیل کے یہ دو شعر ان کی تخلیق ہے۔ ؎

زچشم سحر پردازت ادائے در نظر دارم
نظر برگرد داز چشم اگر چشم از تو بردارم
ازکجا حسن ترا بازتماشا کردیم
رشتۂ تارِ نظر سلسلۂ پا کردیم

حضرت سید عبداللطیف بیجاپوری کو عقائد فقہ، حقائق اور سلوک میں گہری بصیرت حاصل

تھی اور آپ صدق وصفا اور ورع وتقویٰ سے آراستہ ومزین تھے اور اپنے اخلاق کریمانہ وعادات شریفانہ کی بدولت لوگوں میں مشہور اور ہر دلعزیز تھے۔ (تحفۃ احسن۔ ضمیمۂ جواہر السلوک)

صاحب مطلع النور مولانا عبدالحی واعظ بنگلوری نے آپ کے اوصاف کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا ہے:۔

سند اہل علم وفن کلام   حجت صوفیہ بلند مقام
اور تھا یونہی علوم میں فاخر   عالم علم باطن وظاہر
اور تھا عقل ونقل کا جامع   نور ہر علم اس سے تھا لامع

آپ نے اپنی زندگی کی ایک طویل مدت بیجاپور میں گذاری۔ نواب سعادت اللہ خان اور انورالدین خان کے دور میں جب ناگوار سیاسی حالات پیدا ہوگئے تو آپ ۱۱۲۱ھ میں اپنے اہل وعیال کو ساتھ لے کر بیجاپور سے نکل کھڑے ہوئے، اور ساوڑ پہنچ کر قیام کیا، جو ہبلی (موجودہ کرناٹک) کے جنوب میں تقریباً چالیس میل پر واقع ہے' یہاں سے دو سال کے بعد سرا منتقل ہوئے جو میسور کے علاقہ میں ٹمکور سے تینتیس ۳۳ میل پر واقع ہے۔ اس شہر میں تقریباً بارہ سال مقیم رہے۔ جب یہاں کے سیاسی حالات بھی خراب ہوگئے تو ۱۱۳۲ھ میں آرکاٹ پہنچے۔ اس زمانہ میں آرکاٹ علم وفن کا مرکز تھا' جہاں آپ کی غیر معمولی پذیرائی اور قدر دانی ہوئی۔ آرکاٹ میں چھ ۶ سال مقیم رہنے کے بعد ۱۱۳۸ھ میں ویلور کا رخ کیا اور یہی شہر آپ کے سفر کی آخری منزل اور آپ کے علمی و روحانی فیوض وبرکات کے ظہور کا مبدأ قرار پایا۔

جب آپ وارد ویلور ہوئے تو رات ایک میدان میں (جو اب **حضرت مکان** ہے) ٹھہرے رہے۔ شب میں خواب دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں' اے میرے فرزند! تم اسی مقام کو اپنا مستقر بنالو۔ اس جگہ مسجد تعمیر ہوگی۔ یہاں مدرسہ بنیگا اور یہاں خانقاہ تعمیر ہوگی۔ تم سے اور تمہاری اولاد امجاد سے ایک عالم کو فیض پہنچیگا۔

حسب ارشاد نبوی ﷺ آپ نے رخت سفر کھول دیا اور ویلور ہی میں سکونت پذیر ہوئے اور بغیر کسی مادی وسائل کے صرف ایمان وروحانیت' اور توکل علی اللہ کی راہ سے اصلاح ودعوت کا کام شروع فرمایا۔

آپ کا وصال ۱۱۴۹ھ میں ہوا۔ مزار شریف ویلور کی جامع مسجد میں واقع ہے۔ جس پر ایک مختصر خوبصورت سائبان تعمیر کیا گیا ہے۔ اور اس پر تاریخ رحلت کندہ ہے جو آپ کی اولاد امجاد میں سے ایک بزرگ حضرت سید شاہ رکن الدین قادری نے کہی ہے ؎

قبلہ وکعبہ جد من سید
شاہ عبداللطیف عرش پناہ
گرد رحلت بگفت رکن الدین
سال ترحیل غاب قطب اللہ
۱۱ ھ ۴۹

زبدۃ العارفین

حضرت

رکن الدین

محمد سید شاہ ابو الحسن قادری

قربی

قدس سرہ العزیز

سنہ ۱۱۱۶ھ سنہ ۱۱۸۲ھ

بسمہٖ تعالیٰ عزّ اسمہٗ

اس خانوادہ کے دوسرے بزرگ حضرت

رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قادری قربیؔ

ویلوری علیہ الرحمہ ہیں۔

جن کی ولادت شہر بیجاپور میں ۱۴؍شعبان المعظم ۱۱۸۹ھ کو ہوئی۔ مولانا محمد حسین بیجاپوری نے نتیجۂ کریم الطرفین سے آپ کی تاریخ ولادت نکالی ہے' آپ ۸ چار سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ شاہ نور آئے۔ اور شاہ نور سے سرا' اور سرا سے آرکاٹ پہنچے۔ اور آرکاٹ سے ویلور پہنچے۔ اس وقت آپ کی عمر چودہ سال تھی۔ ظاہر بات ہے کہ نقل مکان اور مختلف شہروں کی سکونت کے باعث حضرت قربیؔ کی تعلیم' اور تدریس کا انتظام ایک مشکل مسئلہ تھا۔ تاہم آپ کے والد ماجد آپ کی تعلیم و تربیت سے غافل نہیں رہے بلکہ سفر کی حالت میں خود ہی تعلیم دیتے رہے۔

حضرت قربیؔ بچپن ہی سے غیر معمولی طور پر ذکی اور ذہین و فہیم تھے۔ چنانچہ دس سال کی عمر میں فارسی ادب میں مکمل عبور حاصل کر لیا اور خود اپنی طرف سے بوستان کی شرح فرماتے تھے۔ آپ کے قیام آرکاٹ کے زمانہ میں بیجاپور سے مولانا محمد حسین بیجاپوری بھی آرکاٹ چلے آئے تو آپ نے مولانا سے فارسی ادب کی اونچی کتابوں کا درس لیا۔

مولانا محمد حسین بیجاپوری آپ کی ذہانت و ذکاوت اور فہم و فراست سے بے حد متاثر تھے اور بڑی شفقت فرماتے تھے کہا کرتے تھے۔ میں بیجاپور سے اس جگہ (ارکاٹ) پہنچا ہوں اور میری ساری عمر درس و تدریس میں بسر ہوئی لیکن اب تک میں نے ایسا صاحب فہم طالب علم نہیں دیکھا۔
(تحفۂ احسن)

حضرت قربیؔ کا رجحان اور میلان طبع بچپن ہی سے فارسی ادب اور شعر و سخن کی جانب رہا۔ اور مولانا محمد حسین کی صحبت اور تعلیم سے یہ ذوق مزید پروان چڑھا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں' مجھے مولانا کی صحبت سے ایک قلیل عرصہ میں فارسی ادب کے مطالعہ پر پوری قوت پیدا ہوئی اور میں اس عالم سے نکل کر ایک دوسرے عالم میں پہنچ گیا۔ اور میرے اندر علم و ادب کا ایسا ذوق پیدا ہو گیا جو احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ (تحفۂ احسن)

ویلور میں شیخ محمد فخر الدین مہکری نائطی بےخودؔ رہتے تھے جو اپنے وقت کے عارف باللہ اور فن تصوف کے ماہر اور فارسی کے بہترین ادیب اور شاعر تھے۔ حضرت قربیؔ نے ان سے بھی فارسی ادب اور تصوف کی کتابیں پڑھیں۔ حضرت بےخودؔ بھی اپنے شاگرد رشید کی غیر معمولی فطری صلاحیتوں سے بہت متاثر تھے جس میں حضرت قربیؔ کی خاندانی عظمت و بزرگی اور نبوی نسبت کا تقدس بھی شامل تھا۔ چنانچہ ایک دن شیخ موصوف نے اپنے عزیز عبدالرؤف سے پوچھا جانتے ہو میاں صاحب (قربیؔ) سے مجھے اتنی الفت کیوں

ہے؟ شیخ عبدالرؤف نے کہا، آپ ہی بتائیے۔ شیخ مہکری نے فرمایا، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کا لحاظ کرکے میں ان سے محبت کرتا ہوں۔

حضرت قربیؔ میں فارسی کے علاوہ عربی زبان وادب کا ذوق بھی بدرجۂ اتم موجود تھا۔ آپ نے عربی ادب کی تعلیم مولانا محمد ساقی سے حاصل کی، جس کے لئے ہفتہ میں پانچ دن آرکاٹ میں قیام کرکے درس لیا کرتے تھے۔

حضرت باقر آگاہ "تحفۂ احسن" میں لکھتے ہیں:۔

اگرچہ کہ حضرت قربیؔ کی تعلیم ملا جامی تک ہی ہوئی لیکن انہوں نے اپنی ذاتی محنت وکاوش سے چند ہی دنوں کے اندر عربی زبان میں اس قدر صلاحیت اور استعداد پیدا کرلی کہ "فتوحات مکیہ" "فصوص الحکم" "الانسان الکامل" فتوح الغیب کے علاوہ ادب عربی کی اونچی کتابوں کا مطالعہ خود ہی کرنے لگے اور اس زبان میں تحریر کا سلسلہ شروع کیا، یہاں تک کہ اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوگئے۔

حضرت قربیؔ صوفیانہ گھرانہ کے چشم وچراغ تھے، جس کی وجہ سے آپ نے بھی کتاب وسنت اور دیگر علوم وفنون کی تکمیل کے بعد تصوف کی جانب توجہ فرمائی۔ اور اپنے والد ماجد سے منازل سلوک طے کیا، اور ان کے ہاتھوں پر بیعت سے مشرف ہوئے اور ایک سو اکانوے سلاسل میں خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ چنانچہ اپنے اُردو دیوان میں فرماتے ہیں:۔

ہے حقیقت میں پدر ترا وہی مرشد یقیں
تو ہوا پیرو تمام اس کا تو فرزند رشید

حضرت قربیؔ کو سلسلۂ قادریہ میں آبائی خلافت حاصل تھی۔ چنانچہ حضرت ذوقیؔ جو آپ کے فرزند ہیں انہوں نے اپنی مثنوی "غوث نامہ" میں اس کا تذکرہ کیا ہے:

ہمارا جو ہے سلسلہ جان تو
کہ جاری ہوا سید عبدالرزاق[1] سوں

[1] شیخ عبدالقادر جیلانی کے فرزند وخلیفہ

اور صاحب مطلع النور نے بھی اسکا ذکر کیا ہے:۔

قادریہ خلافت ای ذی شان
اس کے والد سے اسکو پہنچی پہچان

حضرت قربیؔ میں اسرار ورموز اور حقائق ومعارف کے حاصل کرنے کا بڑا شغف تھا۔ چنانچہ آپ نے متعدد مشائخ مثلاً شیخ فخرالدین مہکری۔ شیخ سید علی محمد، شیخ خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ، اور شیخ عبدالحق مخدوم ساوی سے بھی استفادہ کیا اور خرقۂ خلافت حاصل کیا جیسا کہ انشائے عقائد ذوقی' میں مرقوم ہے اور اخرقۂ خلافت ازمشائخ متعدد مثل سید او سید علی محمد واستاد او شیخ فخرالدین مہکری وخواجہ الساوی رحمہم اللہ۔

صاحب مطلع النور مولانا عبدالحی واعظ بنگلوری فرماتے ہیں کہ حضرت قربیؔ نے چھبیس خانوادوں سے اکتساب فیض کیا۔

اور شیوخ کثیر سے کامل
فیض باطن کیا تھا وہ حاصل
اور چھبیس خانوادوں سے

بسکہ پہنچے تھے جو فیوض سے

حضرت مخدوم ساوی اپنے تمام مریدین میں حضرت قربی سے غیر معمولی طور پر انس و محبت رکھتے تھے اور اکثر اوقات مریدین اور متوسلین کے سامنے آپ کی تعریف و توصیف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان کے اندر (حضرت قربی) صرف خدا طلبی کا جذبہ موجزن ہے، اور ان میں درویشانہ نمائش اور نام و نمود کا نشان ہی نہیں ہے۔ ہر سالک اور طالب کو ان کی راہ و روش اختیار کرنی چاہئے۔

حضرت قربی علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل اور اپنے والدِ ماجد و دیگر شیوخ سے استفادہ کرنے کے بعد مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے اور لوگوں کی اصلاح، تعلیم و تربیت اور تزکیہ و سلوک کا کام وسیع پیمانہ پر شروع کیا اور ۱۱۷۹ھ میں قلعۂ ویلور کے شمالی حصہ میں ایک خانقاہ تعمیر فرما کر اس رویائے مبشرہ کو پورا کیا جو چالیس سال قبل آپ کے والدِ ماجد نے دیکھا تھا۔

خانقاہ کے تعلق سے حضرت باقر آگاہ اور حضرت ذوقی نے تاریخی رباعیات اور قطعات لکھے ہیں:

حضرت آگاہ کا قطعہ ہے :-

اے خانقاہ نو کہ دہد شرح صدور
دل تازہ کند بہ نگِ کعبہ زِ سرور
گفتند ملک بہ چرخ کایں قبۂ نور
والطور و سینین لبیت المعمور

ـــــ ۱۰۰۶ء ـــــ

حضرت ذوقی کے قطعہ کا آخری شعر یہ ہے :-

بجستم ز دل سال تاریخ آں را
بگفتا زہی خانقاہ نشیں

یہ خانقاہ محض صوفیانہ سلوک کی تربیت گاہ نہ تھی بلکہ اس عہد کے مزاج اور ماحول کی مناسبت سے قرآن و حدیث کی درسگاہ، علوم و فنون کا دار العلوم، مصالح عوام اور فقہی مسائل کے لئے دار الافتاء، دعوت و تبلیغ کے لئے افراد سازی کا قلعہ اور شعر و سخن کی بزم تھی۔

چنانچہ حضرت قربی کا روزانہ کا مشغلہ درس و تدریس، وعظ و نصیحت، اور شعر و سخن کی اصلاح ہوتا تھا، اور آپ طلباء کو فارسی کی درسی کتابیں پڑھاتے تھے، اور اکثر طلباء آپ ہی سے فارسی پڑھنے کے آرزومند رہتے اور آپ کی موجودگی میں دوسرے اساتذہ کے سامنے انہیں زانوئے تلمذ تہ کرنا گوارا نہ تھا۔ اور فضلاء کی ایک کثیر تعداد نے آپ ہی سے فارسی کی متداولہ کتابوں کا درس لیا۔ ویلور اور اس کے اطراف و اکناف میں جتنے بھی فارسی زبان کے فاضل بنے، وہ سب حضرت قربی کے بلا واسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہیں، جیسا کہ تحفۃ الحسن میں حضرت باقر آگاہ نے لکھا ہے :-

"و اکثر مردمان تدرس نسخ متداولہ فارسیہ از حضرت ایشاں حظ کامل و نفع شامل گرفتہ اند و دریں ملک ہر کہ ہست از شاگردان ایشان ہست

یاشاگردِ شاگردانِ ایشاں ۔"

حضرت قربیؔ کو فارسی زبان وادب اور شعر وشاعری میں غیر معمولی استعداد وقابلیت اور گہری بصیرت حاصل تھی۔ حضرت ذوقیؔ انشائے لطف اللٰہی" میں لکھتے ہیں' حضرت ما در سخن شناسی یگانۂ آفاق بودند۔

حضرت قربیؔ ادیبوں' شاعروں اور مصنفوں کی سرپرستی اور ان کی رہنمائی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت باقر آگاہ نے پرچیاپلی سے ایک زوردار قصیدہ لکھ کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا تو آپ نے ملاحظہ کیا اور اپنے مکتوب میں قصیدہ کے محاسن اور معانی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا' بعض محال اصلاح طلب ہست' اگر در حضور می بودند ظاہر کردہ می باشد'' بعض مقامات اصلاح طلب ہیں اگر آپ حاضر ہوتے تو نشان دہی کی جاتی۔

حضرت آگاہ نے بھی حضرت قربیؔ سے اپنی شاعری کی اصلاح سے متعلق صاف صاف لفظوں میں اعتراف کیا ہے :۔

بود ہر بیت من آئینہ دارِ دیدۂ آگاہ
کہ بروجہ حسن کسب سخن از لبۂ احسن کردم

حضرت ذوقیؔ" انشائے لطف اللٰہی" میں لکھتے ہیں' ہم اپنا کلام حضرت قربیؔ کی نظروں سے گذرنے کے بعد ہی مجموعۂ اشعار میں شامل کرتے۔ ما ہر سخن کہ می گفتیم اول بسمع شریف آنحضرت می رسانیم' بعد ازاں داخلِ مجموعۂ اشعار می کردیم۔

فارسی زبان وادب اور شعر وسخن میں حضرت قربیؔ کی فنی مہارت وصلاحیت اور علمی برتری کا اعتراف خود ان کے اساتذہ نے بھی کیا ہے۔ حضرت شیخ فخر الدین بیخودؔ ویلوری جب بھی کوئی غزل یا رباعی کہتے تو حضرت قربیؔ کو دکھانے کے بعد ہی اس کو اپنی بیاض میں شامل کرتے اگر آپ کی طرف سے کسی لفظ یا محاورہ پر اعتراض ہوتا' اور اس جگہ کسی دوسرے لفظ یا محاورہ کو پسند کرتے تو شیخ بیخودؔ بخوشی اس اصلاح کو قبول کر لیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ شیخ بیخودؔ نے اپنی مثنوی حضرت قربیؔ کو دکھائی تو آپ نے فی البدیہہ یہ کہا :۔

چوں شنید ایں سخن شوق فزا
عقل در گوش ضمیر من گفت
کز گل ولالۂ لفظ ومعنی
پیشگی تازہ بہارے بشگفت

شیخ بیخودؔ نے ان شعروں کو سنا تو بے حد پسند کیا اور فرمایا کہ مجھے یہیں میری مثنوی کا صلہ مل گیا۔ ان اشعار کو میری بیاض میں شامل کر دو۔ (تحفۂ احسن)

حضرت قربیؔ صحیح معنوں میں ایک مشفق مربّی ومزکّی اور مرشدِ روحانی تھے۔ مریدین وطالبین کو ان کی عقل وظرف اور حوصلہ کے مطابق اسرار وحقائق کی تعلیم دیتے تھے۔ عام لوگوں کے سامنے شریعت کے مبادیات واصول اور اس کے احکام وفرائض کی وضاحت فرماتے اور طبقۂ خواص کے سامنے غوامض کی گرہ کشائی فرماتے تھے۔

حضرت ذوقی "لطائف لطیفی" میں لکھتے ہیں،

آپ (حضرت قربی) عوام کے سامنے اسرارِ الٰہی کی گفتگو نہیں فرماتے تھے کیونکہ ان حقائق کا افشا اور اظہار ان کے لئے گمراہی و حیرانی کا سبب ہوتا ہے اور خواص کو ان کے حوصلہ اور استعداد کے مطابق اسرار و حقائق کی تعلیم اس طرح دیتے کہ ان کے دل و دماغ میں پوری طرح اتر جاتی۔ کسی کو اس کی استعداد و صلاحیت سے بڑھ کر تعلیم نہیں دیتے تھے کیونکہ اسرار و غوامض کا اظہار و بیان، اگر طالب کی استعداد سے بڑھ کر ہو تو اس کو اضطراب میں ڈال دیتا ہے اور وہ راہِ شریعت کی سلامتی سے دور جا پڑتا ہے۔

حضرت قربی کے ہاتھوں پر بے شمار لوگوں نے بیعت کی۔ آپ کسی کو اپنے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے سے منع نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کا خیال تھا عام لوگ اسرارِ الٰہی اور حقائق و معارف کو اخذ تو نہیں کر سکتے لیکن ان کو مرید بنانے سے ان کے قلب و ضمیر پر اس عہد کی وجہ سے ایک طرح کی پابندی لگ جاتی ہے اور وہ کم از کم شرعی منہیات، شنیع افعال اور بدعتی امور و اعمال کے ارتکاب اور ان پر مداومت اور التزام سے باز آجاتے ہیں، جیسا کہ باقر آگاہ نے "تحفۃ احسن" میں اظہار خیال کیا ہے۔

آپ کے مریدین و خلفاء کی فہرست طویل ہے۔ ان میں سے دو اشخاص دنیائے علم و ادب کا آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ ایک آپ کے فرزند حضرت ذوقی اور دوسرے حضرت باقر آگاہ، ان دو بزرگوں کے علاوہ بھی بعض مریدین علم و فضل، اخلاق و سیرت، اردو، اور فارسی شاعری اور درس و تدریس میں بہت نامور گذرے ہیں۔ حضرت قربی کے مریدین میں شیخ محمد حبیب اللہ کو ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ آپ فارسی کے بہترین فاضل اور استاد تھے۔ ویلور اور اس کے گرد و نواح میں اکثر تعلیم یافتہ آپ ہی کے شاگرد رہے ہیں۔

خان عبدالحی جو نواب انورالدین خان والیٔ ریاست کرناٹک کے نواسے تھے۔ کتاب و سنت کے بڑے پابند تھے۔ موصوف کو فنِ تفسیر و حدیث سے گہرا شغف تھا۔ آپ کی صحبت سے بے شمار لوگوں نے فیض حاصل کیا۔

میرزا شاہ نیاز خان جو خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کی اولاد امجاد میں سے تھے۔

شاہ ابو تراب، یہ ایک صوفیانہ خاندان کے فرد تھے حضرت قربی کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے بعد آپ کے اندر روحانی کیفیات میں اضافہ ہوا۔ شاہ صاحب کو شعر و شاعری سے بھی بڑی دلچسپی تھی، بہت اچھے شعر لکھتے تھے۔ آپ کی شاعری کا ذکر "تذکرۂ گلزارِ اعظم" میں ہے۔

اسد خاں، یہ شجاعت و بہادری میں مشہور و معروف تھے۔ خدمتِ خلق کا جذبہ آپ میں حد درجہ موجزن تھا۔ حضرت قربی کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے بعد یہ جذبہ مزید ترقی کر گیا۔ حضرت ذوقی نے آپ کی شان میں بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ (تحفۃ احسن)

حضرت قربی کے علم و فضل، اخلاق و عادات

تقویٰ و پرہیزگاری، توکل و استقامت، للہیت و امور شریعت کی پابندی اور دیگر صفات کمالیہ کا ذکر تحفۂ احسن میں آگاہ نے تفصیل سے لکھا ہے اور اس کے لئے ایک مستقل فصل باندھی ہے۔ اسی سے ذیل میں حضرت قربی کی سیرت کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

آپ کی سخاوت اور داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے خالی ہاتھ محروم نہیں لوٹا۔ آپ نہایت حلیم الطبع و سلیم الفطرت تھے کسی شخص پر سوائے امور شریعت کی خلاف ورزی کے کبھی خشم آلود نہیں ہوئے، مزاج میں حد درجہ تواضع اور عجز و انکساری تھی۔ جو کوئی آپ سے ملنے آتا اس کے لئے تواضعاً اللہ کھڑے ہو جاتے تھے اور اس کی دلجوئی کی خاطر نشاط انگیز گفتگو فرماتے، خلوت ہو یا جلوت کبھی کسی کی عیب جینی نہیں کرتے تھے۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی تو چشم پوشی فرماتے اور نظر انداز کرتے۔ مزاج میں سادگی اور بے تکلفی تھی۔ ظاہری نمائش اور نام و نمود کا نام و نشان نہ تھا طبیعت میں حد درجہ خودداری اور استغنا کا مادہ تھا کبھی کسی دنیوی ضرورت کو لئے ہوئے کسی امیر اور دولت مند کے دروازہ پر حاضر نہیں ہوئے اور نہ ہی کسی سے کسی چیز کے طالب اور امیدوار رہے، ہر حال میں اللہ کی ذات پر توکل کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نواب والاجاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک گراں قدر رقم پیش کی تو آپ نے شکریہ کے ساتھ واپس لوٹا دیا اور کہا :۔

شاہی و ملک شاہی قربی جو نے نسنجد
در ملک فقر دستے بالاست بوریا را

امر بالمعروف، نہی عن المنکر، حق گوئی و بے باکی، عدل و انصاف اور رعایا پروری آپ کے معمولات میں سے تھے۔ آپ کی مجلس میں عموماً علم شریعت و اسرار معرفت کا تذکرہ رہتا۔ اگر کوئی شخص دنیاوی گفتگو شروع کرتا، تو آپ اس کی دلبستگی کے خاطر سن لیتے پھر کلام کا رخ موڑ دیتے تھے، صاحب ترتیب تھے۔ صرف ایک مرتبہ ۱۱۶۵ھ میں بخار کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے تو عصر اور مغرب دو نمازیں قضا ہو گئیں اور مرض الموت کے آخری ایام میں نماز اشارہ سے ادا فرماتے تھے۔

حضرت ذوقی "لطائف لطیفی" میں لکھتے ہیں کہ آپ شریعت مطہرہ پر پوری طرح عمل پیرا تھے، اور ہر چیز کو قرآن و حدیث کے پیمانہ پر جانچنے کے عادی تھے، اور ہمیشہ احکام شرعیہ کے نفاذ میں کوشاں رہتے۔ اگر کسی شخص سے خلاف شرع کوئی فعل صادر ہوتا تو بہت برہم ہو جاتے اور بغیر پاس و لحاظ کے سختی سے شریعت پر عمل کرنے کی تاکید فرماتے اور اگر کوئی شخص فہمائش و تفہیم اور تہدید و تنبیہ کے بعد بھی اپنی غیر شرعی حرکات سے باز نہ آتا تو خود ہی اس سے قطع تعلق فرما لیتے اور ہمیشہ مریدین اور متوسلین کو تاکید فرماتے کہ ملحدین، اہل بدعت اور گمراہ فرقوں کی صحبت و ہم نشینی سے کنارہ کش رہیں۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ان کی صحبت میں رہنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے

کہ جنگل کے اژدھے اور شیر کی صحبت میں رہیں، کیونکہ ان درندوں کی صحبت میں رہنے سے صرف جسم زخمی، اور گھائل ہوسکتے ہیں، جن کا چنگا ہونا ممکن ہے، لیکن ان بد عقیدہ ملحدوں، زندیقیوں اور بدعتیوں کی صحبت میں رہنے سے دین وایمان جیسی متاع بے بہا کی تباہی و بربادی ہے، جس کی تلافی ناممکن ہے۔

آپ ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ اللہ نے آپکو قطبیت کا مقام عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت ذوقی لکھتے ہیں ۱۱۷۵ھ میں جب میں آرکاٹ میں مقیم تھا اور اکثر قصیدۂ بردہ شریف پڑھا کرتا تھا۔ ان دنوں خواب میں حضور اکرمؐ کو دیکھا آپ مجھے ایک قرطاس عطا فرمارہے ہیں جس میں لکھا ہوا تھا یا آپ خود ہی فرما رہے تھے کہ تمہارا والد مرتبۂ قطبیت پر فائز ہیں واللہ علی ذلک لشھید۔ (لطائف لطیفی)

مختصر یہ کہ حضرت قربیؒ خلق نبوی کا پیکر اور جامع تھے۔ باقر آگاہ نے خوب کہا:۔

اے سینہ تو مخزنِ اسرارِ نبیؐ
وی چہرۂ تو مطلعِ انوارِ نبیؐ
اوصافِ نبیؐ داری و آثارِ نبیؐ
اخلاقِ نبی داری واطوارِ نبیؐ

صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کی بزرگانہ سیرت و سوانح کا ایک جزء خوارق عادات امور کا ظہور بھی رہا ہے۔ چنانچہ حضرت قربیؒ کی ذات گرامی سے بھی محیر العقول کشف و کرامات کا ظہور ہوا۔ باقر آگاہ نے تحفۃ الحسن کی چھٹی فصل میں آپ کی کرامات اور خرق عادت واقعات کو بیان کیا ہے۔ ہم اسی فصل سے چند واقعات یہاں پیش کر رہے ہیں۔

مرہٹہ سردار مراری راؤ کرناٹک پر اپنا اقتدار اور تسلط قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لئے ویلور کے قریب اپنا پڑاؤ ڈالا تو شہر کے لوگ خوفزدہ ہوکر فرار ہونے لگے۔ اس موقعہ پہ قربیؒ کی زبان مبارک سے نکلا:۔

خدا کا کرم سب پہ جاری ہوا
مراری تو آخر فراری ہوا

اس زمانہ میں جبکہ آرکاٹ پہ نواب سعادت اللہ خاں کی اولاد حکمراں تھی، ویلور کا قلعہ دار نواب رضا خاں تھا جو بہت ہی ظالم و جابر شخص تھا، جس نے بہت سے غریبوں کے مکانات اجڑوائے تھے حضرت قربیؒ نے فرمایا:۔

غریباں فقیراں کا توڑیا ہے سایہ
رضا خاں کی دولت کا ٹوٹتا ہے پایہ

چنانچہ اس پیشین گوئی پہ چند دن بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ اس کے بھائی مرتضیٰ خاں نے ویلور کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور رضا خاں کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

ماہِ محرم الحرام میں بدعتیوں کی ایک کثیر جماعت علَم اور پنجے اٹھائے ہوئے حضرت قربیؒ کے مکان پر سے گذرنا چاہتی تھی۔ آپ نے منع کیا، لیکن کسی نے نہیں مانی بلکہ تشدد اور لڑائی پہ آمادہ ہوگئے تو آپ کی

دینی حمیت متحرک ہوئی اور تن تنہا لاٹھی لئے ہوئے راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے لوگو! یقین جانو! میرے مکان پر سے کسی صورت میں بدعت کا گذر نہیں ہو سکتا۔ شرارت پسند لوگوں نے اپنی ضد پوری کرنا چاہی تو آپ نے پوری جرأت و بے باکی سے کہا۔ میں اکیلا تم سب کا مقابلہ کر سکتا ہوں، یہ کہہ کر جم غفیر پر لاٹھی سے حملہ شروع کر دیا۔ مجمع گھبرا کر بھاگنے لگا۔ صرف ایک شخص نے پیچھے سے سر پر تلوار چلائی تو عمامہ نیچے گر پڑا لیکن آپ کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا۔

مثنوی مطلع النور میں ہے کہ ویلور کے نواب مرتضیٰ خان کو جب آپ کی ناراضگی کا علم ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ اگر شاہ صاحب کی یہی خواہش ہے تو ان کے مکان پر سے نہ گذریں بلکہ پنجوں کا جلوس ہی تالاب کے بجائے ندی کی طرف لے جائیں۔

سید مصطفیٰ اور سید اسمٰعیل کی روایت ہے کہ ۱۱۸۰ھ میں حضرت قربیؒ شیخ ساوی کے مقبرے کے قریب مقیم تھے۔ ایک روز حضرت ساوی کے صاحبزادے غلام محمد آپ کے پاس آئے اور درشت لہجہ میں کہا کہ تم نے اپنی کتاب میں شریعت اصل اور حقیقت فرع لکھا ہے، اس عبارت کو کاٹ دیجئے۔ آپ نے جواب دیا میں نے جو کچھ لکھا ہے اسے حضرت ساوی نے ملاحظہ کیا اور پسند فرمایا۔ اور کہا کہ اگر میں لکھتا تو بھی یہی لکھتا۔ لیکن مرشد زادہ نے کچھ نہ سنی اور آپ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہتے ہوئے عبارت کاٹنے میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے حرمت مرشد کا لحاظ کرتے ہوئے کچھ تعارض نہیں کیا اور حلم و بردباری کا ثبوت دیا۔

اسی شب حضرت قربیؒ نے خواب میں حضرت ساوی کو دیکھا کہ آپ کے ساتھ انتہائی شفقت سے کلام کر رہے ہیں اور صاحبزادہ کی نازیبا حرکتوں سے ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس واقعہ پر دو تین دن بھی نہیں گذرے تھے کہ صاحبزادہ کے ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو گیا اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور حضرت قربیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رونے لگے تو آپ نے ان کی گستاخیوں کو درگذر فرمایا جس کے کچھ ہی دنوں بعد مرشد زادہ کو شفا حاصل ہوئی۔

حضرت قربیؒ کی زبانِ مبارک میں بڑا اثر تھا۔ آپ کی دعائیں مقبول و مستجاب تھیں جس کا ظہور کئی ایک موقعوں پر ہوا۔

اہل نائط کی ایک خاتون سخت بیمار تھیں۔ علاج و معالجہ سے شفا نہیں ہوئی تو وہ حضرت قربیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس نے کہا اگر میں صحت مند ہو جاؤنگی تو حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام پر اتنا صدقہ دونگی۔ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور یہ بھی فرمایا۔ شفایاب ہونے کے بعد نذر ضرور پوری کرنا ورنہ نقصان اٹھاؤگی۔ اللہ کے فضل و کرم سے خاتون کو صحت و شفا حاصل ہوئی مگر اس نے نذر پوری نہیں کی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد وہ آگ کے حادثہ میں ختم ہو گئی۔

جمال محمد نامی ایک شخص کو فالج اور لقوے

کی شکایت تھی ۔ ادویات چنداں موثر نہ ہوئے تو وہ صحت
وشفا سے مایوس ہو گئے ۔ انہوں نے حضرت قربی سے دُعا
کی درخواست کی تو آپ نے ماثورات اور ادعیہ پڑھ کر ان
کے بدن پہ پھونک دیا ۔ اسی وقت دیکھتے ہی دیکھتے مرض
زائل ہو گیا ۔

حضرت آگاہ نے اپنا یہ چشم دید واقعہ بھی لکھا ہے
کہ ان کے رشتہ دار کی لڑکی کو آسیب ہو گیا تھا ۔ حضرت
قربی نے سورۃ مزمّل پڑھ کر حصار باندھا اور اسی وقت
آسیب دُور ہو گیا ۔

حضرت قربی نے اپنے چچیرے چچا سید محمد علی قادری
المعروف بہ دیوان صاحب (یہ سید قطب الدین عرف
صاجو صاحب کے فرزند اور سید عبداللطیف عرف باپو جی
کے پوتے تھے) کی صاحبزادی امۃ الوکیل عرف ماں صاحبہ
سے نکاح کیا ۔

امۃ الوکیل کے بارے میں حضرت باقر آگاہ
تحفۂ احسن میں لکھتے ہیں :

وہ صلاح و تقویٰ، حفظ غیب، پاس آداب
و مروت، عجز و تواضع، صبر و رضا، حلم و حیا، قناعت و
توکل اور دیگر صفاتِ حسنہ میں نادرۂ روزگار تھیں اور بڑی
غربا پرور تھیں ۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ نو وارد مہمانوں کو کھلا
کر خود بھوکی رہ جاتی تھیں اور کسی سائل کو محروم نہیں
کرتی تھیں اور انتہائی بردبار تھیں ۔ کبھی کسی پہ غصہ نہیں
کرتی تھیں ۔ تا دمِ زیست فاقوں اور تکلیفوں کی شکایت
نہیں کیں ۔ صوم و صلوٰۃ کی بڑی پابند تھیں ۔ ان کا عقد
ہوئے چند ہی مہینے گذرے تھے کہ ایک ضعیف خاتون نے
دیکھا کہ نماز کا وقت آتے ہی وہ وضو کیں اور نماز کے لئے
کھڑی ہو گئیں ۔ اس ضعیفہ کو جواں سال عورت کا نماز ادا
کرنا بہت تعجب معلوم ہوا کیونکہ اس کے خیال میں جوان عورتوں کے
لئے نماز روزے کی پابندی چنداں ضروری نہ تھی ۔ کہنے
لگی تم نئی دلہن ہو، نماز ادا کرنا تو بوڑھی عورتوں کا کام ہے
امۃ الوکیل نے جواب دیا ہمارے شوہر کا یہی حکم
ہے ۔ بوڑھیا نے کہا تمہارے شوہر کہاں بیٹھے دیکھ رہے
ہیں ؟ کہا ہمارے شوہر نہ دیکھیں تو کیا ہوا اللہ تعالےٰ
تو دیکھ رہا ہے ۔

امۃ الوکیل کی ان ہی گوناگوں خصوصیات اور
عاداتِ حسنہ و اوصافِ جمیلہ کی وجہ سے حضرت قربی انہیں بیحد
عزیز رکھتے تھے ۔ ۲۹ر رمضان ۱۱۷۵ھ کو دوشنبہ کے روز دارِ فانی
سے کوچ کر گئیں تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا ۔

امۃ الوکیل سے حضرت قربی کو دو صاحبزادے اور
چار صاحبزادیاں تولد ہوئیں ۔ ایک صاحبزادے سید علی محمد
عرف بڑے صاحب کا تپِ دق میں ۱۵ر شعبان ۱۱۷۵ھ
کو جمعہ کے دن انتقال ہو گیا ۔ دوسرے صاحبزادے حضرت
شاہ سید عبداللطیف قادری ذوقی ہیں ۔ بڑی صاحبزادی
ساجدہ بیگم عرف بیگم صاحبہ اوصافِ حسنہ میں وہ اپنی والدہ

کا نمونہ تھیں۔ ان کی دوسری صاحبزادی بھی صوم و صلوٰۃ کی بڑی پابند تھیں، باقی دو صاحبزادیوں کا نام جمیلہ اور عائشہ تھا۔ یہ دونوں بھی صالح اور خوش اخلاق تھیں۔

حضرت قربیؒ کا وصال ۲۰ رمضان المبارک سنہ ۱۱۸۲ھ کو ویلور میں ہوا۔ اور حضرتؒ مکان کے احاطہ میں مدفون ہیں۔ باقر آگاہ اور دیگر شعراء نے وفات پر تاریخی قطعات لکھا ہے :۔

بوالحسن آنکہ از نمِ فیضش
چمنِ دیں چو باغ خلد شگفت
از پئے واردانِ مشہدِ غیب
خس و خاشاک غیر از دل رفت
در حریمِ بقا بشاہدِ قدس
دوش بر دوش شاد و خنداں خفت
فکر تاریخ رحلتش کردم
غائب قطب البلاد ہاتف گفت
۱۱۸۲ھ

حضرت قربیؒ نے عربی، فارسی، اور اردو میں مختلف علوم و فنون پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ حضرت ذوقیؒ انشاء عقائد ذوقی میں فرماتے ہیں :۔

"او رضی اللہ عنہٗ تصانیف بسیار ست، در علم عقائد و تصوف و فقہ و رد ملاحدہ، کان جامعًا بین الشریعۃ والحقیقۃ ودافعًا علی جثیات اہل الالحاد والزندقۃ الخ۔

ابھی تک عربی زبان میں آپ کی کسی مستقل تصنیف کا پتہ نہیں لگا چند خطبات آپ کی نوکِ قلم سے معرض وجود میں آئے جیسا کہ تحفۂ احسن میں مذکور ہے۔ "چند خطبہائے جمعہ در عربی انشا کردہ اند۔

تحفۂ احسن" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قربیؒ کو عربی ادب پر پوری قدرت حاصل تھی اور آپ اس میدان میں بھی اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ چنانچہ باقر آگاہؒ لکھتے ہیں: "بر انشاء عبارتِ عربیہ قوت تمام دارند۔

فصار فی اقل الازمان ممتازا بین الاماثل والاقران۔

"تذکرہ گلزار اعظم" اور مثنوی مطلع النور" کے مطالعہ سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت قربیؒ کی عربی تحریریں بڑی ہی فصیح اور بلیغ ہوا کرتی تھیں۔ صاحب تذکرۂ اعظم لکھتے ہیں، نیز عربی بکمال فصاحت و بلاغت تحریر نمود۔

صاحب مطلع النور فرماتے ہیں :۔

عربی نثر خوب لکھتا تھا،	اس میں قدرت بڑی تھی اسکو عطا
چند خطبے جو وہ لکھا ہے نیک	تو فصاحت بلاغت اسکی دیکھ

حضرت قربیؒ کی تصنیفات کا کثیر حصہ فارسی میں ہے اور سب کا موضوع تصوف ہے۔ آپ کی تصانیف سے کماحقہٗ استفادہ کے لئے علوم شرعیہ اور فارسی ادب سے واقف ہونے کے علاوہ بالخصوص فنِ تصوف سے واقفیت ضروری ہے کیونکہ آپ کی کوئی کتاب بھی ایسی نہیں ہے جس میں آپ نے

علم تصوف کی اصطلاحات اور صوفیانہ افکار و آراء کا کثرت سے استعمال نہ کیا ہو حتیٰ کہ آپ کی شعری تصنیفات بھی اسی مزاج اور فکر سے ہم آہنگ ہیں۔

حضرت قربیؒ کی تصنیفات کی تعداد کا اب تک صحیح پتہ نہیں چل سکا۔ تحقیق جاری ہے۔ امید ہے کہ مزید تصانیف ہاتھ آجائیں۔ چند قلمی مخطوطات حیدرآباد کے مختلف کتبخانوں میں پائے گئے ہیں۔ آپ کی مختلف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابیں جو کتب خانۂ دارالعلوم لطیفیہ میں محفوظ ہیں ہم ان کا ایک مختصر جائزہ اور تبصرہ ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

① میزان العقائد

یہ کتاب ۱۲۷۴ھ میں باہتمام سید شاہ محمد عبدالقادر ویلوری مطبع قادری سے چھپی ہے۔ حضرت قدس سرہٗ نے کتاب کو نو فصول میں تقسیم کیا ہے، اور سبب تصنیف یہ بیان کیا ہے کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کو صحیح اور غلط عقائد کے درمیان فرق، اور دین کے مسائل، مہمات اور مبادیات سے واقفیت اور مرشدِ کامل اور ناقص کی شناخت سے آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اسلام میں پیدا ہونے والے مختلف فرقوں جیسے دہریہ، مجوسیہ، ثنویہ، معتزلہ، شعیہ، حلولیہ، ملاحدہ، مشبہہ اور فسطائیہ وغیرہ کے گمراہ کن فاسد عقائد کو بیان کیا ہے اور پھر مختلف دلائل اور براہین کے ذریعہ ان کا ابطال بھی کیا ہے، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی صحت اور حقانیت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

آیت لاتدرکہ الابصار سے جن فرقوں نے رویتِ باری تعالیٰ کی نفی پر استدلال کیا ہے، اس کے متعلق لکھتے ہیں:-

ادراک اور چیز ہے اور رویت دوسری چیز، کسی شئی کا ادراک نہ ہونا اس شئی کے نہ دیکھنے کا سبب نہیں ہے، اس لئے کہ ادراک کے معنی شی کی حقیقت تک پہنچنا ہے، اور اس پر احاطہ کرنا ہے، اور رویت کے معنی دیکھنا اور دیکھنا بغیر احاطہ کے واقع ہے جیسے دریا یا آسمان کو بغیر احاطہ کے دیکھ سکتے ہیں۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت فرض ہے۔ اور معبود کا عرفان حاصل کئے بغیر کوئی عبادت مفید نہیں۔ لہٰذا اللہ کی معرفت حاصل کرنا فرض ہے، تاکہ عبادت صحیح ہو۔ کیونکہ معرفت ہی اصل ہے۔ اور عبادت فرع اور فرع اصل کے بغیر کیا کام دے گی۔

② تقویۃ الایقان

عقائد کے موضوع پر یہ دوسری اہم تصنیف ہے۔ آگاہ نے تحفۃ الحسن میں اس کا ذکر کیا ہے۔

③ خلاصۃ العرفان

یہ تصنیف اسم بامسمیٰ ہے۔ اور واقعی جب کسی مومن کو صحیح عرفانِ الٰہی کی بے پایاں نعمت حاصل ہو جائے تو وہ اپنی زندگی کے ہر موڑ پہ اللہ کے قضا و قدر اور اس کی مشیت سے خوشنود اور مطمئن ہو جاتا ہے۔ حضرت قربیؒ کے ایمان فرز

قلب کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے یہ کلمات ملاحظہ کیجئے:

اے عزیز! کس لئے دوسروں کے نام کی چیزیں حرص وطمع سے طلب کر رہا ہے اور اپنے نام کی چیزوں کی حفاظت کے لئے کیوں متفکر اور پریشان ہے۔ ایک جہاں مل کر تیرے نام اور مقدر کی کوئی چیز چھین نہیں سکتے۔ اور نہ دوسرے کی چیز تجھے پہنچا سکتے ہیں۔ ہر چیز کی کامیابی وقت کے ساتھ مربوط ہے۔ جب وقت آئے گا تو خود کامیاب ہو جاؤگے۔ کیونکہ ہر ایک کا حصہ بہر حال پہنچتا ہی ہے اگرچہ کہ وہ پہاڑ کے دامن ہی میں کیوں نہ رہتا ہو۔ لوگ پریشانیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ بس یہی ہے کہ ہر چیز وقت سے پہلے چاہتے ہیں اور اپنے حصہ اور قسمت سے زیادہ طلب کرتے ہیں۔

④ لب السلوک

اس رسالہ میں آپ نے سلوک کا لب لباب پیش کیا ہے کہ مرید کو چاہئے کہ بقدر ضرورت علم عقائد اور فقہ سیکھے اور قول وفعل اور عقیدہ واخلاق میں شریعت کا تابع رہے اور عقل کو چھوڑ دے کیونکہ اکثر فرقوں کی گمراہی کا سبب قرآن وحدیث کے بجائے عقل کی پیروی واتباع ہے۔ مرشد کامل کی تلاش کرے۔ صاحب دل اور پاک باطن کی صحبت اختیار کرے کیونکہ صحبت' آدمی کی طبیعت میں بہت جلد اثر کرتی ہے۔ اولیاء کو اپنے اوپر قیاس نہ کرے۔ فقراء ومساکین اور اہل اللہ کی خدمت خلوصِ قلب کے ساتھ کرے۔ حق بات کا تابع رہے۔

اور نظر اپنی کمزوریوں اور عیوب پہ رکھے۔ اپنے کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھے اور اپنی طاقت کے مطابق دعوت وصلاح کا فریضہ انجام دیتا رہے۔

حضرت قربی نے مریدین کے لئے جو نصیحتیں کی ہیں' وہ پوری ملت کے افراد کے لئے اہم اور ضروری ہیں۔

⑤ رسالۂ اثبات وجودِ حقیقی

اس رسالہ میں آپ نے سوال وجواب کے پیرائے میں واجب الوجود اور ممکن الوجود سے بحث کی ہے' اور جن صوفیاء نے وجود کی تقسیم حقیقی اور مجازی کی طرف کی ہے' اس کی تردید کرتے ہوئے مدلل طریقہ پہ جملہ موجودات کا وجود' حقیقی وجود ثابت کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔ اللہ تعالیٰ کا وجود اور موجودات کا وجود' حقیقی ہے' اس لئے کہ واقع اور نفس الامر میں ہم پاتے ہیں' یہ وہم اور خیال نہیں' لہٰذا اس کا انکار کرنا حس کے انکار کی طرح ہے۔

⑥ حق المعرفۃ

یہ ایک مختصر رسالہ ہے' جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی خاص معرفت جو سینہ بہ سینہ حضور اکرم ص سے اس دور کے اولیاء وصلحاء تک پہنچی ہے' اس نعمت کو حاصل کرنے کے لئے مرشدِ کامل کے ہاتھوں پہ بیعت کو ضروری قرار دیا ہے۔

فرماتے ہیں' اسرار وحقائق کا علم خاصانِ خدا ومردانِ غیب ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ علم رسمی' مجاہداتِ شاقہ اور خارق عادات امور سے اس کا حصول ممکن نہیں۔

یا غلام توخذ العلم من افواہ الرجال لا من

اللطائف والدقائق اے عزیز! علم حقیقی اور نورانی اللہ والوں کے منہ سے لیا جاتا ہے صحیفوں اور کتابوں کے ذخیرہ سے نہیں۔

⑦ رسالہ تحفۃ الذاکرین

اس رسالہ میں آپ نے مختلف اذکار و اشغال مثلاً ذکر جلی، ذکر قلبی، ذکر سری، ذکر روحی، ذکر خفی، ذکر سلطان الاذکار، شغل نماز، شغل تلاوت، شغل روح وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور ذکر کا طریقہ مرشد کامل سے جاننا ضروری گردانا ہے۔

⑧ کیمیائے سعادت

اس رسالہ میں آپ نے طالب حق کے لئے چند انمول ہدایتیں کی ہیں جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ فرماتے ہیں:-

انسان کی پیدائش و تخلیق اسی لئے ہوئی ہے کہ وہ اپنے خالق کی معرفت حاصل کرے اور معرفت حاصل کرنے کی جگہ یہی دنیا ہے اور جو شخص معرفت خداوندی سے بے گانہ و نا آشنا رہا وہ دنیا میں اندھا اور آخرت میں بھی اندھا ہے من کان فی هذه الدنیا اعمی فهو فی الاخرة اعمی۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عرفان حاصل کرنے کے لئے ریاضات شاقہ کی مصیبت جھیلنا، اور کھانے پینے سونے اور بیوی بچوں سے کنارہ کش ہونا، اور کسب معاش سے دست کش ہونا اور سامان عیش ترک کرنا ضروری نہیں ہے اور طالب کو چاہئے کہ دبدبہ، عزت اور مشیخت کے غرور میں مبتلا نہ رہے۔ اور اگر کسی سے حصول معرفت میں اطمینان نہ ہو تو دوسروں سے، جو اس میں کامل ہیں، تلاش کرنا چاہئے، غرضیکہ مراد جس سے بھی پوری ہو حاصل کرنے میں دریغ نہ کرے۔

⑨ رسالہ وجدان

اس رسالہ میں آپ نے وجدان کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے، فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ، اولیاء، صلحاء کے ذریعہ ظاہری نعمتیں اور باطنی اسرار و معارف، ذی استعداد افراد کو پہنچاتا ہے اور ہر ولی اپنے دور میں اس زمانہ کی مصلحت کے مطابق ان نعمتوں کے پہنچانے میں مصروف عمل رہتا ہے۔ لہٰذا اسرار کا عرفان اور حقیقت وجدان کا حاصل ہونا محض توفیق الٰہی اور مرشد کامل کی ذات اور اس کی توجہ پر مبنی ہے۔

من بجویم زین سپس راہ اثیر
پیر جویم پیر جویم پیر پیر

⑩ رسالہ برہان قاطع در بیان توحید جامع

اس رسالہ میں آپ نے عبد اور معبود کے درمیان عینیت اور غیریت کی نسبت پر مجملاً بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یا ایها الذین امنوا امنوا کی تفسیر میں ایمان اول مجتہدین کا قرار دادہ ہے اور ایمان ثانی صوفیاء کا قرار دادہ ہے اور دونوں کا اجتماع کمال دین ہے۔

⑪ رسالہ عین العیان

اس رسالہ میں مراتب وصول الی اللہ کی تین قسمیں بتاتے ہوئے ہر ایک پر صوفیانہ نقطہ نظر سے مفصل و مدلل بحث کی ہے۔

(۱۲) رسالۂ حق الحق

یہ رسالہ سوال و جواب کے دلنشین پیرایہ میں لکھا گیا ہے جس میں آپ نے کشف مطلق اور کشف مقید پر بحث کی ہے اور کشف مطلق کے تعلق سے جو شکوک و شبہات پیدا کئے گئے ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے مسکت جوابات سپرد قلم کیا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ ان دونوں میں مقصود بالذات کشف مطلق ہے اور اسی کا دوسرا نام کشف الٰہی اور علم باللہ ہے۔

(۱۳) رسالۂ جمع الجمع

اس رسالہ میں آپ نے مسئلہ عینیت و غیریت کو قرآنی آیات احادیث اور صوفیاء کے اقوال کی روشنی میں سمجھایا ہے اور اس پیچیدہ عقدہ کی گرہ کشائی کی ہے کہ عبد اور معبود کے درمیان عینیت کس معنی میں ہے اور غیریت کس اعتبار سے ہے اور رسالہ کے اختتام پر لکھا ہے کہ تصوف کے تمام تر مسائل اصطلاحی ہیں۔ ان کو کماحقہ سمجھنے کے لئے ان بزرگوں کی جانب رجوع ہونا چاہئے جو اس فن کی اصطلاحات سے پوری طرح واقف ہوں۔

اصطلاحات لیست مر ابدال را
کہ نباشد زاں خبر اقوال را

(۱۴) رسالۂ تجدد امثال

اس رسالہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں تجدد امثال پر روشنی ڈالی گئی ہے اور تجدد امثال کی لغوی اور اصطلاحی اقسام پر بحث کرتے ہوئے مختلف صوفیاء کے اقوال کو پیش کیا گیا اور اس باب میں اپنا موقف بھی واضح کیا ہے۔

(۱۵) رسالۂ دلیل محکم

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں بندہ جب اپنے صفات کو فنا کر کے حق کے صفات سے متصف ہو جاتا ہے تو اس منزل کو قرب نوافل اور منزل لاہوت وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس رسالہ میں حضرت قربی نے اسی منزل فنا فی اللہ و بقا باللہ سے بحث کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ فنا اور بقا سے مراد گمان اور جہل کا دُور کرنا اور علم و معرفت حاصل کرنا ہے۔

(۱۶) رسالہ حلال
در حل مسئلہ عینیت و غیریت

اس رسالہ میں مسئلہ عینیت و غیریت کی بحث ہے۔ جیسا کہ آغاز میں فرماتے ہیں۔ ایں رسالہ ایست مسمی حلال در حل مسئلہ عینیت و غیریت را راہبر شود و حلال مشکلات گردد۔

(۱۷) رسالۂ توفیق

اس رسالہ میں آپ نے مسئلہ عینیت و غیریت کی بحث کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے قول کو تمام صوفیاء کے قول کے ساتھ تطابق پیدا کیا ہے۔

(۱۸) منہج التحقیق فی افضلیۃ الصدیق

اس رسالہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اور آپ کی افضلیت کو مدلل طور پر پیش کیا گیا ہے۔

(۱۹) رسالۂ دلائل المنیفۃ فی رد مذہب شیعۃ الشنیعہ

نام ہی سے رسالہ کا موضوع واضح ہے۔ حضرت قدس سرہٗ نے اہل تشیع کے عقائد کو بیان کرتے ہوئے مدلل طور پر ان کا ابطال کیا ہے۔

(۲۰) رسالۂ مظہر کل

لکھتے ہیں، ہر مظہر ایک آئینہ ہے جس میں تجلیات رب کا عکس نمایاں ہے اور حضورِ اکرم مظہرِ حق اور مظہرِ خلق ہیں اور ساری مخلوق حضورِ اکرم کے وسیلہ سے حق تعالیٰ کی مظہر ہے۔

(۲۱) دلیل محکم فی توحید الاقوم

اس میں لکھا ہے، کہ بندہ رب کا عین کس اعتبار سے ہے اور رب کس اعتبار سے بندے کا عین ہے۔ نہ رب بندہ ہوا، نہ بندہ رب ہوا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے بندے کے فاعل مختار ہونے پر اقوال صوفیاء کی روشنی میں مفصل بحث کی ہے اور اپنا یہ موقف بھی واضح کیا ہے، کہ بندے کے ساتھ اختیار کا ثبوت اور اس سے اس کا سلب بھی صحیح فکر ہے۔

میانہ رہ صراطِ مستقیم است
زہر دو جانبش قعرِ جحیم است

(۲۲) رسالۂ اسم اللہ

اسم اللہ جو اجمال کے طریقہ پر مکتوب ہے اس کی تفسیر بڑے عجیب و غریب و رانوکھے انداز میں کی ہے، فرماتے ہیں انسانی چہرہ، اسم محمد، جنین، حیوان پرندے اور انسان اپنے مجموع اعضاء کے ساتھ اسم اللہ ہیں۔ جب سالک موجودات کو اسم اللہ دیکھتا ہے تو اس کی نظر میں ساری چیزیں سوائے اللہ کے نہیں ہوتی ہیں۔

(۲۳) ردِ ملحدان و مبتدعان

اہل بدعت و الحاد کی تردید میں تصنیف کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کا ذکر باقر آگاہ نے تحفۂ احسن میں کیا ہے۔

(۲۴) ظہورِ ذات و مراتب آں

(۲۵) ملفوظ قربی بر قرب

موخر الذکر دونوں رسالے نایاب ہیں۔ پروفیسر سید فضل اللہ صاحب نے "دیوان قربی" مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۶۲ء کے مقدمہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

حضرت قربی کا ایک اور دکھنی رسالہ بھی ہے جس کا ذکر ڈاکٹر افضل الدین اقبال یم اے۔ پی ایچ۔ ڈی نے اپنی کتاب "مدراس میں اردو ادب کی نشو و نما" میں ذکر کیا ہے۔ اس رسالہ کا موضوع تصوف ہے، اور یہ سٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں محفوظ ہے۔

(تصوف مشتملات مخطوطہ نمبر ۳۹۲)

شاعری.....

حضرت قربی نے فارسی اور اردو

زبان میں شاعری کی ہے۔ آپ ایک فطری شاعر تھے اور آپ کا کلام صوفیانہ حقائق و اسرار سے بھرپور ہے۔

حضرت ذوقیؔ لکھتے ہیں کہ ہمارے استاد (یعنی حضرت قربیؔ) فن شاعری میں یگانۂ عصر تھے، اور آپ کے دو دیوان ہیں۔ ایک فارسیؔ دوسرا اردوؔ۔

"حضرت ما در سخن شناس یگانۂ آفاق بودند، و آنحضرت را دو دیوان ہست، یکے فارسی و یکے دکنی مشہور است۔"

(انشائے لطف اللّٰہی)

حضرت قربیؔ کا فارسی دیوان نایاب ہے البتہ آپ کی فارسی شاعری کا کچھ حصہ مختلف تذکروں مثلاً "تحفۂ احسن، انشائے لطف اللّٰہی، تذکرۂ صبح وطن" اور آپ کی اولاد امجاد کے بعض قلمی نسخوں اور بیاضوں میں محفوظ رہ گیا ہے۔ فارسی شاعری میں آپ کی ایک مستقل تصنیف "بحر الاسرار" موجود ہے، جو ایک سو اشعار پر مشتمل مسلسل و مربوط اور زوردار قصیدہ ہے جو آپ نے شیخ ساوی کی منقبت میں تصنیف کیا ہے۔ یہ پورا رسالہ "تحفۂ احسن" میں منقول ہے جس کا پہلا اور آخری شعر یہ ہے:۔

ہر کرا آب قناعت نا رفقر اندر سر است
گر بخشکی ور تری باشد شہِ بحر و بر است

قربیؔ از درگاہ تو دارد مراداتِ کثیر
جملہ از لطفت عطا کن ای کہ لطفت بے مر است

اردو شاعری میں حضرت قربیؔ کی جن تصنیفات کا پتہ لگ سکا ہے ان میں ایک دیوان اور پانچ کتابیں ہیں۔ اردو دیوان خود آپ نے اپنی زندگی میں سنہ ۱۱۵۱ھ میں مرتب کیا ہے جبکہ آپ کی عمر چونتیس سال تھی۔

یہ دیوان حمد اور نعت سے شروع ہو کر دعا اور مناجات پر ختم ہوتا ہے اور اس میں ۸۸ غزلیات اور ۱۹۷۶ ابیات ہیں۔ ترتیب ردیف وار ہے اور اس کا ایک بہترین نسخہ کتب خانۂ سالار جنگ حیدر آباد میں محفوظ ہے۔ (نمبر کتاب ۴۷، فن کلیات و دواوین و قصائد اردو) اور پروفیسر سید فضل اللہ صاحب نے ایک جامع مقدمہ کے ساتھ سنہ ۱۹۶۴ء میں حیدر آباد سے شائع کیا۔

باقر آگاہ نے اپنی تصنیف تحفۂ احسن میں آپ کے اردو دیوان کا ذکر بلند الفاظ اور جامع تبصرہ کے ساتھ کیا ہے۔ "یک دیوان ہست کہ بسیارے از حقائق و معارف دراں درج کردہ و مع ذلک محتوی علی انواع البلاغۃ والصنائع و مشتمل علی اصناف الفصاحۃ والبدائع۔

حضرت قربیؔ کی اردو شاعری کی لسانی، تاریخی فنی اور ادبی حیثیت اور عظمت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اور تاریخ ادب اردو اس قدیم العصر شاعر کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی کیونکہ آپ ہی کی وہ ذاتِ گرامی تھی جن کے فیض سے علاقۂ مدراس میں اردو شاعری کا آغاز ہوا اور شعر و سخن کا ایک دبستان وجود میں آیا جس سے کئی ایک دکنی شعراء ویلور، ارکاٹ، مدراس

اور ترچناپلی وغیرہ میں پیدا ہوئے جن کی وجہ سے صوبۂ تمل ناڈو میں اُردو شاعری کا ذوق پروان چڑھا اور یہ نوخیز زبان پھلی پھولی اور ایک حسین رُوپ اختیار کی۔

ڈاکٹر افضل الدین حیدر آبادی اپنی کتاب "مدراس میں اردو ادب کی نشو نما" میں لکھتے ہیں:

"جس طرح ولیؔ اورنگ آبادی کے دیوان سے شمالی ہند میں اُردو شاعری کی تحریک ہوئی، اسی طرح جنوبی ہند اور علاقۂ مدراس میں حضرت قربیؔ کے دیوان سے اردو شاعری کا آغاز ہوا۔

حضرت قربیؔ کا کلام آج سے ڈھائی سو سال پہلے کی زبان و ادب کا محافظ ہے جس میں قدیم دکنی لفظوں، پرانے محاوروں اور صرف و نحو کی ترکیبوں کا ایسا غیر معمولی سرمایہ ہے، جس کے مطالعہ کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت قربیؔ نے اپنی شاعری میں فن تصوف کے اصطلاحات اور اس کے مسائل مہمات کو دلنشین پیرایہ میں پیش کیا ہے۔ آپ کے علاوہ دوسرے شعراء مثلاً غالبؔ، سوداؔ اور میرؔ وغیرہ نے بھی اپنی شاعری میں تصوف کو پیش کیا ہے، لیکن ان کا تصوف نظری حیثیت کا حامل ہے کیونکہ کبھی تصوف عملی حیثیت سے ان کی زندگیوں میں داخل نہیں رہا، چنانچہ مرزا غالبؔ نے تو اس کمزوری کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔

یہ مسائلِ تصوف، یہ ترا بیان غالبؔ
تجھے ہم ولی سمجھتے، جو نہ بادہ خوار ہوتا

اس کے برخلاف حضرت قربیؔ کی صوفیانہ زندگی اور صوفیانہ شاعری میں مطابقت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور آپ نظری اور عملی دونوں حیثیت سے رنگ تصوف میں رنگے ہوئے ہیں اور آپ کے ہاں تصوف من حیث الفن پایا جاتا ہے اور یہی آپ کی شاعری کا مابہ الامتیاز وصف ہے جو اردو کے دیگر شعراء میں خال خال ہی پایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر احتشام الحق ندوی لکھتے ہیں "حضرت قربیؔ کی زندگی کا اثر آپ کی شاعری پر پوری طرح عکس فگن ہے۔ آپ نے اپنے اُردو دیوان میں اپنے عارفانہ تجربات، ذات باری تعالیٰ سے عشق و محبت، وحدت الوجود، اس کے لئے سوزِ دروں اور تڑپ، وصال کی تمنا، اس کی رحمتوں کے خزانے، اس کی عظمتوں کے جلوے، اسکی شانِ جبروت و جلال، اس کی محبت و شفقت کے نظارے اور اس کی وحدت کے مشاہدے، آپ کی شاعری کی رُوح اور کمالِ فن کا سرمایہ ہے، اور اسی سے آپ اپنی شاعری کا تانا بانا تیار کرتے ہیں۔

صاحب تذکرہ گلزارِ اعظم لکھتے ہیں۔ آپ (حضرت قربیؔ) نے اپنے دیوان میں جا بجا حسن و عشق کی حقیقت، اہمیت اور اس کے منازل و مراحل بیان کئے ہیں کیونکہ تصوف کا اصلی خمیر عشق حقیقی ہے۔

حضرت قربیؔ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس نظریہ کو اپنی نثری تصانیف کے علاوہ شاعری میں بھی جا بجا پیش کیا ہے۔

نہیں ہے غیرِ حق موجود جگ میں
تجلی اسکی سارا انجمن ہے
ہے ظہور اس کا آسمان و زمین
اور خاک ہور، آب ہور، آتش و باد

حضرت قربیؒ کو ذاتِ باری تعالیٰ سے غیر معمولی والہانہ عشق تھا جس کے لطیف جذبات و احساسات ساری شاعری پر اثر انداز ہیں۔

صورتِ لفظ و عبارات و معانی اندر
جلوہ گر تو تجھ ہوا ہے مرے دیوان میں آ

اس مختصر مضمون میں حضرت قربیؒ کا فارسی اور اردو کلام نقل کرنا مشکل ہے۔ آپ کا رنگ شاعری معلوم کرنا ہو تو دیوانِ قربی اور تحفۂ احسن کی جانب رجوع کیا جائے۔

(۲۶) بدعت نامہ و ہدایت نامہ

حضرت قربیؒ نے شاعری کو تفنن طبع کا ذریعہ نہیں بنایا، بلکہ اس سے بھی دعوت و تبلیغ، رشد و ہدایت تزکیہ و تطہیر اور اصلاح خلق کا کام لیا اور بالخصوص آپ کے دور میں رفض و تشیع، الحاد و دہریت اور بدعات و خرافات کی وجہ سے مسلمانوں کا معاشرہ کتاب و سنت کی گرفت سے آزاد ہونے لگا تو آپ نے شاعری کے ذریعہ بھی تجدید و احیائے سنت کا اہم ترین فریضہ انجام دیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں دو معرکۃ الآرا کتابیں معرض وجود میں آئیں۔ ان میں سے ایک بدعت نامہ ہے جو ساڑھے تین سو اشعار پر مشتمل ہے اور دوسری ھدایت نامہ جو بیاسی شعروں پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں کتابیں کتب خانۂ دارالعلوم لطیفیہ میں محفوظ ہیں۔

(۲۷) معراج نامہ

حضرت قربیؒ کا معراج نامہ اردو کے قدیم معراج ناموں میں سے ایک ہے اور اس کا مأخذ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب "معارج النبوۃ" ہے۔ آپ کا یہ معراج نامہ ۲۷ ابواب اور ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے جملہ اشعار ڈیڑھ ہزار سے زیادہ ہیں۔ اور اس کا نسخہ اسٹیٹ لائبریری (مخطوطہ نمبر ۱۸۰) حیدر آباد میں محفوظ ہے۔

(۲۸) چکی نامہ

یہ ایک طویل مثنوی ہے۔

(۲۹) نمک نامہ

اکسٹھ اشعار پر مشتمل بہت ہی دلچسپ نظم ہے۔

حاصل کلام حضرت قربیؒ متعدد اوصاف و کمالات کے مالک تھے۔

فارسی خدمات کے لحاظ سے آپ کی شخصیت اس علاقہ میں ایک مینارۂ نور جیسی ہے، جس کی ضیا پاش کرنوں سے یہاں کا ذرہ ذرہ ماہِ تاباں بن گیا اور جب بھی فارسی شعر و ادب کا تذکرہ ہوگا تو آپ کے ذکر کے بغیر ادھورا اور نامکمل سمجھا جائے گا۔

اردو زبان و ادب میں آپ کی مساعی جمیلہ کا جائزہ لیا جائے تو ہمارے سامنے یہ حقیقت نکھر کر آتی ہے کہ اس دیار میں آپ اردو شاعری کے معمار ہیں جس کے دیوان

سے شاعری کی تحریک جنم لی۔

شاعری کے کوچہ سے ہٹ کر تصوف و عرفان کی دنیا میں آپ کو دیکھیں تو یہاں بھی ایک مرشدِ رُوحانی اور عظیم مربّی کے لبادہ میں جلوہ افروز ہیں۔ جس کے فیوض و برکات سے ہزارہا انسان اصلاحِ نفس اور تزکیۂ باطن کی نعمت سے بہرہ وَر ہیں۔

خاصانِ خدا و اہل دل کے مراتب و درجات میں آپ کو تلاش کریں تو معلوم ہوگا کہ آپ قطب مدار اور قطبِ ارشاد کے مقام پر فائز تھے۔

شرک و بدعت کی بیخ کنی اور احیائے سنت کے دشوار ترین محاذ پہ آپ کو دیکھیں تو یہاں بھی طاغوتی قوتوں سے برسرِ پیکار نظر آتے ہیں۔ اس باب میں آپ کا بہترین کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی ذاتی جد و جہد کے علاوہ افراد اور اشخاص کی تربیت فرمائی تاکہ وسیع پیمانہ پر کتاب و سنت اور دعوت و اصلاح کا کام ہو سکے۔ آپ کے اس اقدام سے صوبۂ تمل ناڈو میں ایک مکتبۂ فکر وجود میں آیا جسے بعد میں آپ کی اولاد اور خلفاء نے جنوب کے اکثر حلقوں میں پھیلایا۔

حضرت قربیؔ کا زمانہ ہندوستان کی تاریخ اصلاح و دعوت میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ وہی دَور ہے جس میں شمالی ہند کے اندر بھی اصلاح و دعوت کی لہر چلنے لگی اور آپ کے معاصر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ذات گرامی سے وہاں بھی ایک مکتبۂ فکر وجود میں آیا جسے بعد میں انکے اولوالعزم خلفاء نے پورے شمال میں پھیلایا۔

سید السالکین

حضرت غلام محی الدین
سید شاہ عبداللطیف قادری
ثانی

المتخلص بہ

ذوقی

رحمۃ اللہ علیہ

۸۶
۹۶

اس خانوادہ کی تیسری ممتاز ترین علمی و ادبی شخصیت حضرت علّامہ محی الدّین سیّد شاہ عبد اللطیف قادری المتخلص بہ **ذوقیؔ** ویلوری ہیں، جو حضرت قربیؔ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۱۵۱ھ مطابق ۱۷۳۷ء کو ویلور میں ہوئی۔ تاریخ ولادت رخشان ہے۔

حضرت ذوقیؔ نے اپنے والد ماجد حضرت قربیؔ، حضرت محمد عظیم الدین اور حافظ غلام حسین سے تعلیم حاصل کی۔ آپ بچپن ہی سے غیر معمولی طور پر ذکی و ذہین اور طباع واقع ہوئے تھے جس کی وجہ سے تھوڑی ہی مدت کے اندر معقول و منقول اور فروع و اصول کی مستند و معتبر کتابوں کے مطالعہ پر مکمل استعداد اور پوری قدرت پیدا کر لی جیسا کہ نواب محمد غوث خان اعظم "تذکرۂ گلزار اعظم" میں لکھتے ہیں۔

"در اوائل حال کتب فارسیہ بخدمت والد ماجد خود گذرانیدن و بعد پیش عظیم الدین داماد محمد جعفر طالب علم ایلوری تمامی نسخ صرف و نحو و رسائل علم معقول بسند رسانید، در اندک مدت از جودت طبع رسا و ذہن بعد ذکاء بر مطالعۂ جملہ کتب معتبرۂ معقول و منقول و فروع و اصول قدرت عظیمہ و ملکۂ تامہ حاصل ساخت۔"

حضرت ذوقیؔ نے اپنی منظوم تصنیف "معجز مصطفےٰ" کے اختتام میں چند صفحات پر مشتمل اپنی تعلیم کا حال اور اپنی تصانیف کی مختصر فہرست اور دوسرے مصنفین کی اپنے ہاتھوں سے نقل کردہ کتابوں کی تفصیل لکھی ہے۔ علاوہ ازیں اپنی شاعری میں بھی زندگی کے بعض وقائع اور حالات پر روشنی ڈالی ہے۔ جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ذوقیؔ نے عام طور پر آغاز تعلیم کے مروّجہ وقت کے تین سال بعد یعنی عمر کے ساتویں سال میں قرآن کریم پڑھنا شروع کیا اور نو سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کیا۔ چنانچہ اولین مصرعہ جو موزوں ہوا وہ یہ تھا:۔

ع در کعبۂ دل صاحب مقبول آمد

اپنے والد ماجد کو سنایا تو بہت مسرور ہوئے اور یہ گرہ لگا کر شعر مکمل کیا۔

ع صد شکر کہ آں دولت مأمول در آمد

دس سال کی عمر میں فارسی کی مشہور درسی کتابیں گلستان و بوستاں پڑھی۔ آپ کی عمر گیارہ سال تھی، کہ اپنے والد ماجد کے ساتھ شیخ ناصر علیہ الرحمہ کی قیام گاہ پر حاضری کا اتفاق ہوا۔ شیخ موصوف نے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور بڑی شفقت و محبت کی، رخصت کے وقت حضرت ذوقیؔ نے شیخ ناصر علیہ الرحمہ سے علمی ترقی کے لئے دُعا کی درخواست کی تو بزرگ موصوف نے فرمایا انشاء اللہ المستعان آپ علم و فضل کے میدان میں اپنے ہم عصروں سے آگے بڑھ جائیں گے۔

حضرت ذوقیؔ بارہ سال کے ہوئے تو تعلیمی

سلسلہ منقطع ہو گیا۔ پندرہ سال کے ہوئے تو فنونِ حرب بالخصوص تیر اندازی، شہسواری اور تیراکی وغیرہ کی جانب متوجہ ہوئے اور ان کے اندر کمال پیدا کیا لیکن قدرت کو آپ سے کچھ اور کام لینا مقصود تھا جس کی وجہ سے رزم سے نکال کر بزم کی پرکیف دنیا میں پہنچا دیا۔ چنانچہ جب حضرت ذوقی عمر کی سولویں بہار سے لطف اندوز ہونے لگے تو پھر قلب میں علوم و فنون کی تکمیل کا داعیہ پیدا ہو گیا۔ حضرت ذوقی لکھتے ہیں :۔

من آنم کہ زمانِ طفلگی آہنگ
ندانم جز براہِ علم و فرہنگ
بہ ہفتم سال قرآن کردم آغاز
شد از وی دیدۂ عرفان من باز
چو شد سالِ دہم با من برابر
بگلگشتِ گلستاں بر زدم سر
بسوئے بوستاں بس کردم آہنگ
کلہ بگرفت از ہم آب و ہم رنگ
بہ نحو و صرف کردم آں زمانِ او
نہ شد بر طبع من حل مشکل او
در آں مدت موادم بود کمتر
بپیچیدم ز درسش آں زماں سر
چو گشتم پانزدہ سالہ ز تقدیر
نہادم رو بعلم کشتی و تیر
بہ بندِ بندِ کشتی او فتادم
بہر بند از کشائش باز دادم

اسی زمانے میں حضرت ذوقی نے ایک خواب دیکھا۔ چنانچہ انشائے لطف اللہی میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے کسی بزرگ نے فرمایا کہ کیا آپ نے شیخ نظامی گنجوی سے ملاقات کی۔ فقیر نے دریافت کیا کہ شیخ موصوف کہاں تشریف فرما ہیں ۔؟ بتلایا گیا کہ فلاں جگہ خیمہ میں رونق افروز ہیں۔ میں اسی وقت تیزی کے ساتھ خیمہ کی طرف لپکا۔ دیکھا تو شیخ جلوہ افروز ہیں۔ چہرۂ مبارک آفتاب کی طرح دمک رہا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ اور آپ کے روبرو بیٹھ گیا۔ شیخ موصوف نے میری طرف شفقت بھری نظروں سے دیکھا اور تبسم فرمایا۔ دفعتاً اسی وقت میرے قلب میں یہ تمنا جاگ اٹھی کہ کیوں نہ شیخ ہی سے براہ راست شرف نامہ کے شکوک و شبہات حل کر لئے جائیں؟ چنانچہ میں فوراً کھڑا ہوا اور کتاب لا کر حضرت نظامی سے پڑھنا شروع کیا۔

حضرت ذوقی نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے والدِ ماجد سے خواب کا ذکر کیا تو فرمایا۔ جاؤ۔ شرف نامہ اٹھا لے آؤ۔ چنانچہ آپ کتاب لے آئے اور اپنے والد ماجد سے پڑھنا شروع کیا تو اسی وقت آپ کو محسوس ہونے لگا کہ اشعار کے معانی و مطالب خود بخود قلب پر منکشف ہو رہے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد اپنے والدِ ماجد سے روزانہ ایک سو شعر پڑھتے تو اسی وقت ضبطِ ذہن ہو جاتے تھے۔ شرف نامہ کے بعد سکندر نامہ شروع کیا اور اسے بھی چند

ہی دنوں میں ختم کیا۔ پھر خسرو شیریں، مخزنِ اسرار،
قران السعدین، تحفۃ العراقین، قصائد خاقانی وغیرہ
یکے بعد دیگرے مکمل کیا۔

اس کے بعد حضرت ذوقی علم و ادب کے میدانوں
میں آگے بڑھتے رہے اور مزاج میں شعر و سخن کا ایسا
ذوق رچ بس گیا کہ مختلف دواوین کے سینکڑوں اشعار
ازبر ہو گئے۔ اور بیت بازی میں دس دس آدمی ایک
طرف ہو جاتے تو آپ دوسری طرف تنہا ہوتے، لیکن
اس کے باوجود آپ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا تھا چنانچہ
انشائے لطف الٰہی اور انشائے باقری میں حضرت باقر آگاہ
کے ساتھ بیت بازی اور بدیہہ گوئی کی مثالیں کثرت سے
ملتی ہیں۔

ایک مجلس میں باقر آگاہ نے آپ سے کہا کہ علامہ
محی الدین تبریزی کی شان میں ایک رباعی کہئے:۔
حضرت ذوقی نے برجستہ کہا ؎

تا خصم ترا در وصف کیں دید خزاں
شد زرد چو در فصل خزاں برگ ازاں
تب کرد ز ہیبتِ تو رستم کہ جنگ
افسانہ شدی مگر بہ تب ریزی ازاں

اس کے بعد آگاہ نے کہا کوئی ایسا قطعہ کہئے جس میں
بدلیۂ اقتباس کا مضمون ہو:۔
حضرت ذوقی نے فی البدیہہ یہ کہا:۔

نہ کیدے نہادہ ہست تیر کیان تو
بدلہائے پر کرد چو خصمانِ تو
بجا لا کی و چستی شانِ مبیں
لاملی لهم ان کیدی متین

پھر آگاہ نے کہا بدلیۂ تجنیس تام ہو ایسا قطعہ کہئے:
آپ نے کہا:۔

چوں در جنگ آہنگ میداں کنی
سناں بر کشائی و جولاں کنی
بہر تن کہ آب سناں می رود
رواں می رود تا رواں می رود

پھر آگاہ نے عرض کیا کہ پند و موعظت اور بدلیۂ ایہام
پر مشتمل رباعی پیش کیجئے۔ آپ نے فوراً رباعی نظم کی:۔

اے گشتہ بپائے ہوس زر و مال
از بس غم مال نیست فکر مآل
نامی شدہ در طلب مال و منال
تا چند نبالی از پئے مال و منال

پھر آگاہ عرض پرداز ہوئے کہ ایک ایسی رباعی پیش
کیجئے جس میں عناصر اربعہ کا ذکر ہو اور لفظ "باو اللہ" سے
پہلو تہی کا مفہوم ہو۔ جواب میں فوراً کہا:۔

آنکس کہ غبار فتنہ خواہد انگیخت
از صحبت او چو باد باید بگریخت
می ترس ز نار آستی باد اللہ
خاکش بدہن آب ترا خواہد ریخت

ایک اور مجلس کا ذکر ہے جس میں حضرت ذوقی اور حضرت باقر آگاہ نے فی البدیہہ بصورت سوال وجواب طبع آزمائی کی جو دلچسپ اور باہمی ادبی معاصرانہ چشمک کے رنگ میں ہے، ہدیۂ ناظرین ہے:۔

چنانچہ حضرت ذوقی نے یہ شعر پڑھا:

مارا بہ غمِ عشق تو غم خوار کہ باشد
مرہم بنہی ایں سینۂ افگار کہ باشد

حضرت آگاہ:۔

در جور و جفا چوں تو ستمگار کہ باشد
چوں من بہ وفا بیدل عیار کہ باشد

حضرت ذوقی:

ہر کس کہ بدام تو در افتاد بر افتاد
از خاطر او خواہش ہر کار کہ باشد

حضرت آگاہ:

دل بردی وجاں نیز بداں طرۂ مشکیں
در بدن دلہا چوں تو عیار کہ باشد

حضرت ذوقی:

تا بے خبرم از غم عشقت خبرم نیست
دل دار کدام ست و دل آزار کہ باشد

حضرت آگاہ:

یک جام نگاہِ تو ز خود بے خبرم کرد
الحق بہ چنیں بادہ خبردار کہ باشد

حضرت ذوقی:

مارسیت سرِ زلف تو زنجیرِ دلِ ماست
بودن نتواں خاصہ بدیں مار کہ باشد

حضرت آگاہ:

مارسیت سرِ زلف سیاہ تو و با مار
بودن نتواں خاصہ بدیں مار کہ باشد

حضرت ذوقی:

ذوقی چو تو خوش گوئے بشر از کدام ست
خوبی چو نگارے تو بفر خار کہ باشد

حضرت آگاہ:

ہر کس کہ چو باقر ز غمِ ہجرِ تو زار ست
جز وصل تو دلش مونس و غم خوار کہ باشد

اور شعر گوئی کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی نشست میں فی البدیہہ سات سو شعر کہہ دیتے اور کبھی ایک ہزار تک کہہ جاتے تھے۔ اور یہ زود گوئی ہمیشہ ہوا کرتی تھی۔ نواب محمد غوث خاں اعظم "تذکرۂ گلزارِ اعظم" میں لکھتے ہیں:۔

"از جناب آگاہ مروی است کہ روزی حضرت ایشاں روبروئے من فکر ہفت صد بیت نمود و فرمود کہ کمیت خامہ را در عرصۂ سخن تا ہزار بیت بارہا دوانیدہ ام"۔

حضرت ذوقی نے تمام اصنافِ شعری میں طبع آزمائی کی ہے اور ہر صنف میں وسیع ذخیرہ چھوڑا ہے۔ آپ کو مثنوی، قصیدہ، رباعی، اور قطعات کہنے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ حضرت قربی لکھتے ہیں، "ذوقی را در گفتن مثنوی و قصیدہ و رباعی و قطعہ مہارت تامہ ست۔"

مختلف اصنافِ سخن میں حضرت ذوقی کی غیر معمولی مہارت وقابلیت اور قادر الکلامی وزودگوئی کو دیکھتے ہوئے یہی احساس ہوتا ہے کہ آپ قوتِ گویائی وہبی تھی۔ ایک ایسی مصروف ترین زندگی جس میں درس وتدریس اور وعظ ونصیحت اور بیعت وارشاد کی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ مختلف علوم وفنون میں ساٹھ سے زیادہ معرکۃ الآرا تصانیف اور تین لاکھ سے زائد اشعار کا ذخیرہ چھوڑنا، یہ ایک ایسا نادر واقعہ ہے جو جو بظاہر بشری عادت وطاقت کی حد سے باہر ہے، بلکہ اس چیز کو محیر العقول کرامت اور خارق عادت کرشمہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ صاحب "تذکرۂ گلزار اعظم" لکھتے ہیں :۔

" زیادہ از سہ لک بیت نظماً ونثراً از افکار اوست وزود فکری او خارج از حوصلہ گفت گو ۔۔ ایں گونہ تصرفات منجملہ خوارقِ اولیائے حق شناس است، والا نظر بہ عادت بشری دور از حد طاقت وقیاس"۔

مذکورہ رائے مبنی بر حقیقت ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ حضرت ذوقی نے صرف چوالیس سال کی عمر پائی اور اس مختصر سی زندگی میں بھی ابتدائی عمر کے سات سال تحصیل علم کے بغیر یوں ہی گذر گئے۔ پھر دورانِ تعلیم بھی پانچ سال تک درس وتدریس کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ علاوہ ازیں تین سال تک مسلسل بیمار رہے۔ اس طرح اگر آپ کی زندگی کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ صرف انیس سال کی قلیل مدت میں آپ نے یہ تمام علمی وادبی اور دینی خدمات انجام دی ہیں۔

صاحب مطلع النور لکھتے ہیں :۔

اور تصانیف اسکے در تعداد　　ساٹھ سے بھی زیادہ ہیں کہ یاد
ان کے ابیات نظم ونثر تمام　　تین لک سے زیادہ ہیں اے ہمام
عمر حالانکہ اسکی با تقدیس　　تھی بوقت وفات چوالیس
اور تھا تین سال تک بیمار　　با ایں عمر قلیل اے ہوشیار
ہیں تصانیف اسکے ایسے کثیر　　حق دیا تھا یہ قوتِ تحریر

اور خود حضرت ذوقی کو بھی اس حقیقت کا علم و ادراک تھا کہ آپ میں جو علمی وادبی صلاحیتیں ہیں وہ کسبی نہیں ہیں، جیسا کہ انشائے لطف اللّٰہی میں لکھتے ہیں :۔

فی الجملہ فقیر قوت استنباط من عند اللّٰہ است نہ از مواد ظاہر الحمد للّٰہ علی ما انعم وعلّم من البیان مالم یعلم والصلوٰۃ علی نبیہ خیر الانام وعلیٰ آلہ الکرام واصحابہ العظام۔

حضرت ذوقی کا ایک قابل ذکر محبوب مشغلہ متعدد موضوعات کی کتابیں مطالعہ کرنا اور انہیں جمع کرنا تھا۔ چنانچہ آپ نے مختلف علوم وفنون کی بہت ساری کتابیں اپنے ہاتھوں سے نقل کی ہے۔ آپ ایک بہترین خطاط اور زود نویس کاتب تھے۔ بڑی سُرعت اور تیزی سے ضخیم ضخیم کتابیں نقل کر دیتے تھے۔ چنانچہ انشائے لطف اللّٰہی میں مرقوم ہے کہ گلستاں ایک ہی شب میں نقل فرمایا۔ اور معجزۂ مصطفےٰ کے آخر میں

آپ نے ان کتابوں کے نام گنوائے ہیں جو اپنے ہاتھوں سے نقل کیا تھا جس کی تفصیل درج ذیل ہے :-

ملفوظات شریف، خلاصۃ المفاخر

کنز الدقائق، قصائد خاقانی، سکندر نامہ

خسرو شیریں، محبت نامہ جامی، دیوان حافظ، بوستان

بہارستان، مناظر الانشاء، مجموع الصنائع،

قصیدۂ اسماعیل مقری مع شرح، تلخیص المفتاح،

مطول، طوالع، قطبی، حاشیہ میر، میبندی،

وقایۃ الھدایہ، شرح مسلم، تہذیب، مقامات حریری

کافیہ، صغرا، کبرا، زبدہ، ملا جلال، میر زاہد،

شرح فارسی تہذیب، مقدمۂ قیصری، روضۃ الاصحاب،

ملفوظ محمد مخدوم، تحفۃ العراقین چار مرتبہ، رقعات جامی دوبار، معجزِ مصطفٰے جو سات ہزار اشعار پر مشتمل ہے تین مرتبہ، نظم معارج النبوۃ جو چھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے دو مرتبہ، اور اپنا دیوان قصائد جو بارہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے تین مرتبہ، اور اپنی یہ چار کتابیں :-

چمن محبت، عشق نامہ، چہار فصل

اور ہدیۃ الاخیار، جو گیارہ ہزار بیت پر

مشتمل ہے دو مرتبہ نقل کر چکا ہوں۔

اور ان کتابوں کے علاوہ "تذکرۃ الاولیاء" "رباعیات" "تذکرۂ اولیاء سلاسل"۔ "تعداد الشہود" اور کافیہ متعدد بار نقل کیا ہوں۔

حضرت ذوقی نے کتابوں کی نقل و کتابت کے علاوہ بہت ساری کتابیں قیمتاً بھی خرید کر جمع کی ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب النشاء لطف اللٰہی میں اپنا قائم کردہ کتب خانہ اور اسکی فہرست وغیرہ کی تفصیلات لکھی ہے۔

حضرت ذوقی کے والد ناجد ایک صاحبدل مرشد و مربّی تھے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے فرزند صالح کی تربیت باطنی کی جانب خاصی توجہ مبذول کی۔ چنانچہ حضرت ذوقی جب بارہ سال کے ہوئے تو انہیں حضرت شاہ گجراتی علیہ الرحمہ کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ سلسلۂ رفاعیہ میں بیعت و اجازت سے مستفیض ہو سکیں۔

حضرت ذوقی نے اپنے والد ماجد سے سلوک کی منزلیں طے کیں اور اپنے آبائی سلسلۂ قادریہ میں بیعت و خلافت کا شرف حاصل کیا جیسا کہ حضرت قربی نے خلافت نامہ میں لکھا ہے :-

برخوردار، سعید دارین، رشید کونین غلام محی الدین سید عبداللطیف عرف باوا دعمرہٗ را ہمہ خلافت ہائے فخر ان سلاسل و چہار خلافت، یکے رفاعیہ، دوم نقشبندیہ، سوم چشتیہ، چہارم قادریہ ..... نیز دادہ شد۔

حضرت ذوقی کو اپنے والد و مرشد حضرت قربی سے غیر معمولی انس و محبت اور قلبی تعلق تھا اور اسی طرح شیخ مربی کی توجہ باطنی بھی آپ کی جانب حد سے زیادہ تھی جو نہ صرف زندگی بلکہ بعد ممات بھی قائم رہی، اور حضرت قربی کی روح پر فتوح سے برابر آپ کو فیض پہنچتا

رہا جس کے واقعات کثرت سے انشائے لطف اللہی میں
درج ہیں چنانچہ حضرت ذوقی اجمالی حیثیت سے اس
حقیقت کا ذکر کر رہے ہیں :-

" لطف وکرم حضرت شیخ برحال فقیر از حد زیادہ
بود، ہم درحالت حیات وہم بعد ممات، وہر گاہ
کہ در خاطر فاتر درویش دل ریش غمے و المے
راہ یابد، لقائے مسرت افزائی خود را جلوہ گر
گردانیدہ رفع ملال و دفع پریشانی حال
می فرمایند۔

حضرت ذوقی اخلاق وعادات اور سیرت وکردار کے باب میں اپنے والد ماجد کا عکس کامل تھے۔ وہی درویشانہ شان بے نیازی یہاں بھی جلوہ گر تھی۔ امراء اور اغنیاء سے تادم زیست بے پروا رہے۔ نواب محمد علی والاجاہ کو آپ سے بڑی عقیدت ومحبت تھی، چنانچہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رات کا وقت تھا شمع جل رہی تھی، نواب صاحب نے جائداد کا گراں بہا نذرانہ پیش کرتے ہوئے فرمایا یہ آپ اور آپ کی اولاد کے لئے ہے۔ حضرت ذوقی یہ کہتے ہوئے کہ میرا اور میری اولاد کا حافظ بس اللہ تعالیٰ ہے۔ جاگیر کا پروانہ اپنے ہاتھ میں لیا اور شمع پر رکھ دیا۔ اس پر نواب صاحب نے حیرت و استعجاب ظاہر کیا تو فرمایا، اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ پروانہ تھا شمع کی نذر ہو گیا۔

صاحب مطلع النور اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

اور نواب جو تھا والاجاہ — صاحب تخت وملک وفوج وسپاہ
لا کیا نذر اس کے اے دانا — ایک جاگیر کا ہے پروانہ
اس کو وہ شمع پہ جلایا ہے — اور سخن یہ زبان پہ لایا ہے
ہووے پروانہ شمع پر فروزاں — ہوا نواب دیکھ یہ حیراں

ایک طرف حضرت ذوقی کے استغنا اور توکل کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف داد و دہش اور جود وسخا کا یہ عالم کہ کوئی سائل آپ کے در سے خالی ہاتھ محروم نہیں لوٹتا تھا۔ آپ اپنے لنگر خانہ سے روزانہ ایک سو بیس سیر چاول فقراء ومساکین میں تقسیم فرماتے تھے اور جو روپیہ آپ نے فی سبیل اللہ حاجتمندوں میں تقسیم کیا وہ دو لاکھ سے زیادہ تھا حالانکہ بظاہر آپ کا کوئی مستقل ذریعۂ معاش نہ تھا، یک گونہ تصرف اور کرامت کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے۔

صاحب ضمیمۂ جواہر السلوک رقمطراز ہیں :-

درجود وکرم بے ہمتا سائل را محروم نمی نمود
و زیادہ از دو لک روپیہ بہ سائلاں عنایت
فرمود و ہر روز در لنگر خود یک صد و بیست
سیر برنج بہ مستحقاں تقسیم می نمود "

کتاب وسنت پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ بدعات و خرافات سے انتہائی متنفر تھے اور صحابۂ کرام کی شان میں گستاخی وبے ادبی کرنے والوں کو خارج از دین تصور فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جس مقدس وبرگزیدہ جماعت کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

کہے اور اس کی تنقیص و تکفیر ہو، یقیناً یہ نصِ قطعی کا انکار ہے۔

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی سے والہانہ الفت و عقیدت تھی جس کا اظہار اپنی اکثر تصانیف میں کیا ہے حتیٰ کہ بیشتر تصانیف کا آغاز ہی منقبتِ غوث پاک سے کیا ہے۔

منصب ولایت پر فائز تھے چنانچہ انشائے لطف اللّٰہی میں اپنا ایک خواب بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی مسجد کی طرف تشریف لے جارہے ہیں اور میں ان کے پیچھے پیچھے چلا جارہا ہوں یہاں تک کہ میں نے شیخ موصوف سے عرض کیا کہ مجھے قطبیت عنایت فرمائیے، آپ نے مسکرایا اور خاموش ہوگئے۔ صبح جب بیدار ہوا تو اس خواب کا ذکر والدِ ماجد سے کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم کو اس کی خبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہلے ہی قطبیت سے بھی دو درجہ بلند مرتبہ عطا کیا ہے۔ تمہیں اس سے بھی بلند مقام طلب کرنا چاہیئے تھا یقیناً حاصل ہوتا۔

حضرت ذوقی نے ایک روز نماز کے بعد دعا فرمائی کہ میری اولاد میں جو جانشین و سجادہ نشین ہوں ان کو قطبیت کے انعام و اکرام سے نواز۔ اسی روز خواب میں غوثِ پاکؒ نے آپ کو یہ مژدہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول کی۔ آپ کی اولاد قطبیت کے درجہ پر فائز ہوگی۔

اسی طرح ایک اور خواب کا ذکر ہے کہ حضرت ذوقی اپنے والد ماجد حضرت قربی کے حق میں مرتبۂ قطبیت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمارہے ہیں اسی موقعہ پر آپ کے والدِ ماجد نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے پہلے ہی ہمیں یہ مقام عطا کیا ہے جیسا کہ انشائے لطف اللّٰہی میں ہے:۔

فقیر دعا می کند کہ اے بار خدایا حضرت (قربی) مارا مرتبۂ قطبیت عطا کن۔ حضرت ما ازیں معنی رو درہم کشیدند و فرمودند مارا ایں مقام از اول حاصل است۔

ان ہی مبشرات کی بنا پر حضرت ذوقی نے اس کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس خاندان میں ہمیشہ ایک قطب ہوتا رہے گا۔ چنانچہ حضرت ذوقی کی یہ بشارت پوری ہوئی۔ آپ کے جانشین یکے بعد دیگرے جو حضرات مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے وہ قطبیت کی نعمت سے مالا مال ہوتے رہے۔

حضرت ذوقی کی سیرت کا ایک مقدس پہلو یہ بھی رہا ہے کہ متعدد بار آپ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور لقاء سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ انشائے لطف اللّٰہی میں کئی رقعات کے اندر زیارتِ نبوی سے مشرف ہونے کا ذکر موجود ہے۔ ایک خواب کا ذکر ان الفاظ میں لکھتے ہیں:۔

درخواب دید کہ بر دیوار یکہ مقدار یک گز خواہد بود و ایں ضعیف نشستہ نماز می خواند و از عدم استقامت ثابت نشستن نمی تواند بلکہ خوف افتادن است و حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم در پہلوی فقیر

استادہ می فرمایند، ہماں جانماز تمام کنید۔ فقیر بصد محنت ہماں جا تمام کرد، بعدازاں دید کہ قدحے از خون پُر کردہ پیش فقیر آوردند و می گویند کہ ایں خون کافراں ہست و اصحاب ایشاں را بہ محنت تمام قتل کردہ اند، بعدازاں بیدار شد الخ۔"

یعنی ایک گز مقدار کی دیوار ہو گی جس پر بیٹھے ہوئے یہ ضعیف نماز ادا کر رہا ہے، عدم استقامت کے باعث پوری طرح بیٹھ نہیں پا رہا ہوں بلکہ گر جانے کا خوف دامنگیر ہے اور فقیر کے پہلو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ارشاد فرما رہے ہیں کہ اسی جگہ نماز مکمل کرلو۔ فقیر نے نماز پوری کی۔ اس کے بعد نبی کریمؐ خون سے لبریز پیالہ فقیر کے آگے پیش کرتے ہوئے فرما رہے ہیں، یہ کفار کا خون ہے۔ اصحاب نے بڑی محنت سے قتل کیا ہے۔

اس کے بعد میں نیند سے بیدار ہوا۔ ان دنوں دشمن کی قوت سے لوگ حیران تھے کہ اچانک یہ خوشخبری ملی کہ دشمن دفع ہو چکا اور پھر سے حیدر علی کو غلبہ حاصل ہُوا۔

جنوبی ہند میں حضرت ذوقی کی تدریسی خدمات بڑی اہمیت اور وقعت کی مالک ہیں۔ ہزاروں افراد نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ویلور اور اس کے گردونواح سے طالبانِ علم وادب مستقل طور پر آپ کے پاس سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اس طرح دارالعلوم کے ساتھ ساتھ ایک دارالاقامہ بھی وجود میں آ گیا تھا۔

چنانچہ افضل العلماء مولوی محمد یوسف کوکن اپنی کتاب "کرناٹک میں عربی اور فارسی" میں لکھتے ہیں :۔

"حضرت ذوقی علم وادب اور طالبانِ زبان کے لئے مرکز بن گئے۔ اور مختلف علاقوں کے طلباء آپ کے نزدیک استفادہ کے لئے حاضر ہونے لگے اور آپ ان کے لئے خورد ونوش کا انتظام کرتے تھے۔

حضرت ذوقی نے اپنی تصنیف انشائے لطف اللٰہی میں ان مستفدین کی مختصر فہرست درج کی ہے، جو آپ کے پاس بغرض استفادہ حاضر ہوئے اور بہت دنوں تک پڑھتے رہے، ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

محمد تقی دلوی۔ غضنفر علی جہروی۔ زین العابدین ہروی، علی اصغر دوانی، میر باقر۔ محمد حیدر خطیب محمد ضیاء الدین، محمد مظہر علی، حسن علی، محمد سعید جودری محمد مخدوم مہکری۔ غلام احمد میلاپوری، عظیم الدین توندوری۔

حضرت ذوقی نے طلباء کے لئے نصاب کی کتابیں بھی تصنیف کی ہے جس میں قابل ذکر رسالہ "مختصر المناظر" ہے، جو ایک سو صفحات پر مشتمل ہے جس میں انشاء و بلاغت کے متعلق مفید بحثیں ہیں۔

اور ایک دوسری کتاب علم عروض پر ۸۵ صفحات پر مشتمل لکھی ہے، جو بے حد مفید ہے۔

حضرت ذوقی ایک عارف باللہ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ آپ کی سب سے عظیم کرامت یہ ہے کہ حقائق و معارف کا حل و انکشاف بزرگانِ دین کی ارواحِ مقدسہ سے فرمایا کرتے تھے۔ اسی اکتسابِ فیض کا کرشمہ تھا کہ ایک قلیل عرصہ میں آپ نے علم و ادب کا گراں بہا وسیع ذخیرہ چھوڑا۔ انشائے لطف الٰہی میں اس قسم کی مثالیں کثرت سے منقول ہیں کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت قرنی، حضرت نظامی گنجوی وغیرہ سے روحانی استفادہ فرمایا۔ حضرت قطبِ ویلور نے بھی اپنے مکتوبات میں آپ کے متعلق لکھا ہے کہ مثنوی مولوی معنوی کا مفہوم اخذ کرنے کے لئے مولانا رومؒ کی روح مقدسہ کی جانب متوجہ ہو کر معانی و مطالب سے بہرہ ور ہوتے تھے، چنانچہ مکتوبات کے الفاظ ہیں:۔

"وجدی محی الملۃ والدین حضرت سید عبد اللطیف
قادری ویلوری چوں از ابیات مثنوی وغیرہ
مسئول شدی سر بجیبِ فکر فرمودی، کہ
مصنف معنی آں چنیں فرمود۔"

حضرت ذوقی کی ایک اور کرامت یہ ہے کہ نواب محمد علی والاجاہ قلعۂ تنجاور پر فوج کشی سے قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حملہ کی اجازت طلب کی تو آپ نے نہ صرف اجازت دی بلکہ فتح کی خوشخبری بھی سنائی۔ اس پر حاضرین کو تعجب ہوا۔ اور کسی نے عرض کیا کہ تنجاور کا راجہ بہت ہی طاقتور ہے۔ بھلا کیسے مقابلہ ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کل شب میرے خواب میں ایک بزرگ تشریف لائے تھے جن کا مزار تنجاور میں ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے حکم ملا کہ یہ کنجیاں آپ کے تحویل کر دوں، چنانچہ میں نے اسی بنیاد پر نواب موصوف کو فتح کی بشارت دی۔

چنانچہ نواب صاحب نے آپ سے اجازت لینے کے بعد تنجاور پر حملہ کیا اور عظیم الشان فتح سے ہمکنار ہوئے۔

حضرت ذوقی پر بعض آنے والے واقعات بھی منکشف ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی وفات کی خبر اور قلعۂ ویلور پر حملہ کی اطلاع دے دی تھی۔ جیسا کہ مطلع النور میں ہے کہ آپ نے اپنی وفات سے قبل فرمایا کہ آج سے تیرہ دن بعد اس ملک کا قطب دنیا سے رحلت کر جائے گا، اور اس کے تین دن بعد ویلور کے قلعہ پر گولی چلے گی۔

چنانچہ جب ۱۳ رجب المرجب ۱۱۹۴ھ کو حضرت ذوقی کی وفات ہوئی اور اس کے تین دن بعد ویلور پر حیدر علی کا حملہ ہوا اور قلعہ پر گولیاں چلنے لگیں تو اس وقت لوگوں پر حقیقت آشکارا ہوئی کہ قطب سے مراد حضرت ذوقی ہی کی ذاتِ گرامی تھی۔

چنانچہ صاحب مطلع النور لکھتے ہیں:۔

تیرھویں کو رجب کے وہ اکرم
کیا رحلت یقیں از یں عالم
بعد سہ دن بہادر آیا ہے
گولی قلعہ اوپر چلایا ہے
سمجھے لوگوں نے تب بغیر گماں
کہ بلا شک وہی تھا قطبِ زماں

حضرت ذوقی کا عقد سکینہ بی بی بنت عبدالعلی بیجاپوری سے ہوا جن کے بطن سے ایک ہی صاحبزادے حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری محوی ویلوری تولد ہوئے۔

حضرت ذوقی نے ۴۴ سال کی عمر میں ۱۱۹۴ھ میں وفات پائی اور اپنے والد ماجد کے بغل میں سپرد خاک کئے گئے۔ مولوی امین بیجاپوری نے آپ کی تاریخ رحلت لکھی ہے۔

سرافراد محی الدین ذوقی ، کہ فیض اوست برابدال و اوتاد
چوں واصل شد بحق سال وصالش ، آمین گفتا غائب قطب الامجاد

حضرت ذوقی کی ساٹھ تصنیفات کا ذکر ملتا ہے راقم الحروف کو جتنی کتابوں کا سراغ لگا وہ درج ذیل ہیں۔ آپ کی تصانیف شاعری، تفسیر، علم فرائض، حساب، بیان، معانی، عروض، منطق، فقہ اور تصوف پر حاوی ہیں۔

(۱) تفسیر لطیفی

آپ کی نثری تصانیف میں بلند پایہ علمی و تحقیقی کتاب "تفسیر لطیفی" ہے، جو آپ نے بعض اعزہ میں تفسیر پڑھنے کے ذوق کو دیکھتے ہوئے مختصراً قرآن کریم کے معانی و مطالب بیان کیا ہے۔ یہ تفسیر قلمی ہے جو الٓم سے شروع ہو کر آیت وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر (سورۃ الاعراف) پر ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد والی سورتوں کی تفسیر کا سراغ نہیں لگ سکا۔ یہ نسخہ مفسر علیہ الرحمہ کے ہاتھوں سے لکھا ہوا ہے اور کتب خانۂ دارالعلوم لطیفیہ میں موجود ہے۔ سبب تصنیف سے متعلق خود مصنف تفسیر کے آغاز میں فرماتے ہیں:۔

فقیر ضعیف غلام محی الدین سید عبداللطیف کہ چوں بعضے از اعزہ بخواندن تفسیر شوق تمام داشتند، وبسبب قلت استعداد از درک مطالب مطولات اشتغال نمی توانستند، فقیر برائے ایشاں تفسیر موجز تالیف نمودہ بہ تفسیر لطیفی مسمی گردانید۔

(۲) لطائف لطیفی

یہ کتاب ۱۱۸۷ھ میں محمد نظام الدین کی ایما پر لکھی ہے جس کا موضوع عقائد اور تصوف ہے جیسا کہ حضرت ذوقی لکھتے ہیں:۔

ایں لطیفہ چند است کہ فقیر ضعیف غلام محی الدین سید عبداللطیف از دریائے حقیقت بیروں آوردہ و در سلک تقریر وسمط تحریر کشیدہ بہ لطائف لطیفی مسمی گردانید۔

تا مدرسہ و منارہ ویراں نشود   اسباب قلندری بساماں نشود
تا ایمان کفر و کفر ایماں نشود   یک بندۂ حق بحق مسلماں نشود

(۳) انشائے عقائد

حضرت ذوقی نے رقعات و مکتوبات کی شکل میں چار پانچ کتابیں تصنیف کی ہیں، جو علم و ادب و اخلاق و عقائد پر مشتمل ہیں۔ یہ خطوط تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں جن میں اس دور کے واقعات اور حالات کا نقشہ موجود ہے۔ انشائے عقائد یہ ۵۱ رقعات کا مجموعہ ہے جو آپ نے احباب و متعلقین کے نام لکھا ہے۔ یہ سارے خطوط عقائد کی تصحیح سے متعلق ہیں، اور خود رقعات نگار نے اپنی حیات میں انہیں مرتب کیا ہے۔

سن تدوین و ترتیب ۱۱۸۶ھ ہے۔ مباحثِ کتاب کے متعلق خود رقمطراز ہیں :-

"چوں املائے ایں انشا محض برائے تصحیح عقائد بود مسمی بہ انشاء عقائد نمود۔"

(۴) انشائے لطف الٰہی

اس کتاب کو آپ نے اپنے ہونہار عزیز شاگرد سید لطف اللہ کی درخواست پر تصنیف کیا ہے جو مختلف مسائل و موضوعات اور اپنی سرگذشت و خاندانی حالات پر مشتمل ہے۔ اس کا سن تصنیف ۱۱۸۲ھ ہے۔

(۵) انشائے قادری

مختلف مسائل پر مشتمل یہ معلوماتی خطوط عبدالقادر ٹھکری کی درخواست پر لکھے گئے ہیں۔ سال تدوین ۱۱۸۶ھ ہے

(۶) انشائے باقری

یہ وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے وقتاً فوقتاً اپنے رفیق حضرت باقر آگاہ اور دیگر رفقاء کے نام لکھا تھا۔

(۷) رکن رکین فی ترجمۂ حصن حصین

علامہ جزری کی عربی تصنیف حصن حصین کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے جو صرف تین دن کی قلیل مدت میں مکمل کیا ہے۔ تاریخ ذوالقعدہ ۱۱۸۹ھ درج ہے۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور آٹھ ابواب میں منقسم ہے۔ فاضل مترجم خود ترجمہ کا مقصد ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں :-

"چوں بسیارے از اخوان تعلیم حصن حصین شوقی تمام داشتند و دریافتِ مطالب آں بسبب عدم استعداد عربی متعسر می انگاشتند، فقیر عبارت آں بفارسی ترجمہ نمود ---- و ایں کتاب را مسمیٰ بہ رکن رکین فی ترجمۂ حصن حصین گردانید۔" یعنی بعض احباب کو عربی زبان میں مکمل استعداد و صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے کتاب حصن حصین کا مطالعہ دشوار تھا لیکن ان کے اندر کتاب مذکور کے مطالعہ کا بے پایاں شوق تھا جس کی وجہ سے فقیر نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

(۸) مفتاح النجاح

خفیف الوزن اور لطیف المعنی قصائد کا گراں بہا ذخیرہ ہے، جو آپ نے احمد عبداللہ بیر، محمد مخدوم ٹھکری اور سید لطف اللہ کی خواہش پر تھوڑی سی مدت کے اندر لکھا ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اپنے والد ماجد حضرت قربی تک اپنے خاندان کے اکابرین اور اپنے سلسلۂ قادریہ کے شیوخ کے فضائل و مناقب اور اوصاف و کمالات کو نظم کیا ہے۔ یہ تصنیف ۱۱۸۷ھ میں مکمل ہوئی اور اس رنگا رنگی گلدستہ کو اپنے معتقد نواب امیر الامراء ابن نواب محمد علی والاجاہ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا ہے۔ قصائد کے شروع میں لکھتے ہیں :-

"چوں بعضے از اعزہ مثل احمد عبداللہ بیر و مخدوم المہکری و سید لطف اللہ وغیرہ از فقیر درخواست نمودند کہ قصیدۂ چند در مناقب و مشائخ سلسلۂ قادریہ مخدومیہ بر ترتیب اسامی آں املا نماید، بشرطیکہ ردیف ابیات مخصوص باسمی از اسماء ایشاں باشد۔ و با وصف آں ہر یکے از قصائد خفیف الوزن و لطیف المعنی باشد تا بسیارے از طالبان

حق رابسبب حصول استعدادی ظاہری و باطنی می شود فقیر استعما فالمقصود ھم بابداع آں قیام نمود و بفضل اللہ الکریم دراقل مدت آں را باتمام رسانیدہ مسمیٰ بہ "مفتاح النجاح" نمود۔

(۹) قصائدِ ذوقی

حضرت ذوقی کی یہ شاہکار ضخیم منظوم تصنیف تمام اصناف شاعری پر حاوی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں، دریں مجموعہ ہمہ اقسام شعر از قصیدہ و غزل و تشبیب و ترجیع و تسمیط و قطعہ و مثنوی و رباعی فرد است۔

یہ مجموعہ اس دعویٰ کی بہترین دلیل ہے، کہ حضرت ذوقی کو قوت گویائی کسبی نہ تھی۔ آپ نے ماہ صفر ۱۱۸۷ھ میں صرف ایک ہی مہینہ کے اندر اس گراں قدر مبسوط ذخیرہ کی تصنیف، تدوین اور ترتیب کا کام مکمل کیا ہے۔ تاریخ تدوین ان دو بیتوں کے اندر درج کی ہے:۔

عقل و دانش پسند زیبا دوست
بسکہ از ملاحتش ذوقی
با دل خوش بگفت و غایت شوق
ہمہ زیبا قصائدِ ذوقی

(۱۰) ھدیۃ الاخیار

یہ کتاب نظامی گنجوی کی تصنیف "مخزن الاسرار" کے نہج پر لکھی ہے۔

(۱۱) عشق نامہ

اس مثنوی کو صرف بائیس دن میں لکھا ہے جس میں چندر بدن اور مہیار کا قصہ نظم کیا ہے بزرگ مثنوی نگار خود رقمطراز ہے

بحمداللہ چنیں گلدستہ پاک، با ندک مدتے گل کردزیں خاک
چو در تزئین ایں پیکر نشستم بعشرین و دوروزش نقش بستم
سمر قند ایں کتاب و قند بیت است چوں بشماری دو الف و چند بیت است

(۱۲) چمن محبت

یہ مثنوی ۲۵۴۵ اشعار پر مشتمل ہے جو صرف ایک ماہ کے اندر لکھی گئی ہے اور اس میں مشہور عشقیہ داستان عینیہ و ریا نظم کی ہے جیسا کہ فاضل مثنوی نگار لکھتے ہیں:۔

گفتا سخنت بود مہیا احوال عینیہ گوئی و ریا
گفتم سخنے بلند باید تا کار بلند از و کشاید
ایں حرف چو پیش من برانداخت در کوشش و اجتہاد پرداخت
چوں دیدمش اجتہاد بسیار پذرفتم از و بآخر کار
در شغلۂ سخن نشستم بس معرکۂ سخن شکستم
چوں در رہ جگر آورد کام در ماہی نامہ یافت اتمام

(۱۳) چہار فصل

دو ہزار نو سو سے زیادہ شعر پر مشتمل یہ طویل مثنوی صرف پچیس دن میں مکمل کی گئی ہے۔ یہ حضرت نظامی کی مثنوی "ھفت پیکر" کا جواب ہے جس میں خسرو، تغلق شاہ کیوان کا قصہ نظم کیا ہے۔ یہ مثنوی محمد علی کی ایماء پر لکھی گئی ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۱۷۲ھ ہے مصنف رقمطراز ہے:۔

جلوہ گر نور طبع منجلیش نام نامی محمد علی اش

بہ کہ بر نہج قصۂ بہرام　　کہ نظامیش دادہ ست نظام
خود بنالیش بچار فصل انداز　　نام او نیز چار فصل بساز
ہفت پیکر اگرچہ سر باشد　　چار فصل تو طرفہ تر باشد
چوں چنیں گفت شاد ما گشتم　　بستۂ حکم او بہ جاں گشتم

مثنوی کے اختتام پر لکھتے ہیں :-

چار فصلم کہ چار فصل درو است
ہمہ مغز است گرگشائی پوست

چوں بترتیب ایں کشیدم رنج　　روزہا صرف گشت بست و پنج
سال تاریخ او ز روئے شمار　　صد و ہفتاد و دو بود بہ ہزار
ہمہ ابیات او ز روئے عدد　　دو ہزار است و بیتش از نہ صد

(۱۴) معجز مصطفےٰ

حضرت ذوقیؔ کا ایک مایۂ ناز کارنامہ معجز مصطفےٰ ہے۔ جو دوسرے لفظوں میں آپ کا شاہنامۂ اسلام ہے۔ جس میں آپ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، غزوات، اور دیگر وقائع اور حالات کو پیش کیا ہے۔ یہ شاہکار مثنوی ساڑھے سات ہزار شعر پر مشتمل ہے۔ جس میں ایک مقدمہ، انیس مقالے، اور ایک خاتمہ ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کے وقت مصنف کی عمر بتیس۳۲ سال تھی، اور صرف ڈیڑھ ماہ کے اندر مکمل کی گئی ہے جیسا کہ مصنف لکھتے ہیں :-

متمم شد ایں نامۂ رزمگاہ　　بتائید حق در یک و نیم ماہ
دراں وقت کایں نامہ رخ بر کشود　　فزوں تر ز سی سال عمرم نبود
ہمہ بیتش اے مرد نیکو صفات　　ز آلاف ہفت است و دو از مآت

تمامی پذیرفت با زیب و زین
ز ہجرت بغا و بقاف و بہ غین
۱۱۸۰ھ

معجز مصطفےٰ ۱۱۸۱ھ میں مدراس سے طبع ہوئی۔ جس کا اردو ترجمہ "ریاض السیر" کے نام سے حاجی محمود مہاجر حسرت نے ۱۲۴۷ھ میں کیا ہے۔ یہ ترجمہ مدراس سے ۱۲۷۰ھ میں شائع ہوا۔

فارسی شاعری میں بہت سے شعراء نے خمسہ (پانچ مثنویاں) لکھا۔ چنانچہ حضرت ذوقیؔ نے بھی اپنا ضخیم خمسہ تصنیف کیا لیکن آپ نے وہ موضوع اختیار نہیں کیا ہے جو دوسرے شعراء نے اختیار کیا بلکہ حضرت ذوقی نے اپنی مثنویات میں حضور اکرمؐ کی حیات طیبہ اور بزرگان دین کی سیرت و حالات کو سبق آموز پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ حضرت ذوقی کا خمسہ اسلوب بیان، تسلسل و روانی سلاست و شستگی اور آمد کے لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔

(۱۵) نجیب نامہ

یہ مثنوی محمد نجیب خاں شہید کی سوانحعمری اور ان کے خاندانی حالات وغیرہ پر مشتمل ہے جو ان کے فرزند محمد سعید کی درخواست پر ۱۱۸۵ھ میں لکھی گئی ہے۔

یہ تاریخی ادبی مثنوی ڈیڑھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے جسے صرف سات دن کے اندر مکمل کیا ہے۔ اس وقت حضرت ذوقی کی عمر پینتیس ۳۵ سال تھی۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

ہمہ بیت او گر بگیری شمار　　سراسر بود پانصد و یک ہزار
عجب بیں کہ ایں بدر عالم فروز　　تمامی پذیرفت در ہفت روز
دراں دم کہ ایں ماہ نو رخ نمود　　ہمہ عمر من پنج و سی سالہ بود

حضرت ذوقی نے اس مثنوی میں حمد و نعت اور مناجات اور منقبت شیخ عبدالقادر جیلانی و مدح حضرت قربی کے بعد سبب تالیف بیان کیا ہے، اس کے بعد تعلّی کے ان اشعار سے کتاب شروع ہوتی ہے۔

من آنم کہ از طبع گوہر فشاں   نمایم بدریا زگوہر نشاں
زنوکِ قلم گوہر افشاں کنم   جہاں پر زلعل بدخشاں کنم
منم تاجدارِ جہانِ سخن   منم خسروِ آگہانِ سخن
بخاک درم سود حشمانِ ہند   بہ گوشتم ملقب بہ حسّانِ ہند

(۱۶) مثنوی دُرِّ بے بہا

یہ مثنوی تنجاور کی فتح اور دیگر حالات پر مشتمل ہے، جسے صرف دو دن میں مکمل کیا ہے اور کتاب کا نام خود مصنف نے "دُرِ بے بہا" تجویز کیا۔ اشعار کی تعداد اور تاریخ تصنیف وغیرہ سے متعلق خود لکھتے ہیں:۔

در دو روز ایں عجالۂ نادر   شد ازیں مصدر بہنر صادر
چوں کشیدم بسلک اتمامش   ساختم دُرِ بے بہا نامش
ابیاتش قریب چار صد است   لطفہائش زیادہ از عدد است

سالِ تنظیم او خرد بصواب،
زد رقم باد سرخوش و آب

حضرت ذوقی کی یہ دونوں مثنویاں "عجیب نامہ" اور دُرِ بے بہا تاریخی اور ادبی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے اندر جنوبی ہند کے سیاسی حالات اور یہاں کی تہذیبی وثقافتی اقدار کا گنج گراں مایہ موجود ہے۔

(۱۷) علیما۔

حضرت سعدیؒ نے پند و نصیحت اور اخلاق کے باب میں "کریما" تصنیف کی ہے۔ اسی نہج اور منہاج پر حضرت ذوقی نے ایک طویل کتاب "علیما" کے نام سے لکھی ہے۔ جس میں علم و شریعت اور اخلاق و عقائد سے بحث کرتے ہوئے صحیح طریقوں سے شریعت کی معرفت حاصل کرنا ضروری گردانا ہے۔ علم سے متعلق رقمطراز ہیں:۔

علیما در آموز علم خودم   نگہدار از علمہائے بدم
کہ ہر علم کز علم تو ہست دور   کند غرقہ در بحر فسق و فجور
ہر آں علم کاں تو شد بہ بود   کہ در جان و دل روشنی دہ بود
بجز علم تو علم دون است و بد   حجاب است اکبر بہ پیش خرد

جہل سے متعلق فرماتے ہیں:۔

دلا چند باشی گرفتار جہل   بروں کش زپائے خرد خار جہل
زآتش مزاجان دوں وا گریز   دریں خاکدان آب خود را مریز
بزن دست در دامن اہل دل   کہ با اہل دل کس نباشد خجل
تو کارے بکن کاں بکار آیدت   دراں صید گاہ یار آیدت

عقائد کی تصحیح پر زور دیتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں:۔

جز ایں اعتقادے ندارم مدام   کہ بیزارم از اعتقادات خام
با خذ وی از جان و دل کار کن   دل خود ز ہر کار بیزار کن
اگر غیر ایں باشدت اعتقاد   بروں افتی از راہِ صدق و صواب
کند غرقہ در ورطۂ غم ترا   کشد عاقبت در جہنم ترا
دریں اعتقاد تو باشد مدام   بدار السلامت برد والسلام

"علیما" سنہ ۱۱۸۸ھ میں لکھی گئی ہے اور درج ذیل موضوعات میں منقسم ہے (۱) تبعیت عقل مجرد از نقل مذموم است

در خلافِ محبت می شود (۲) عقائدِ سنیہ (۳) تفضیل خلفاء و صحابہ (۴) اثبات کفر روافض (۵) تخصیص حضرت معاویہؓ (۶) وقاحت دین رافضیہ (۷) عقائدِ سنیہ

(۱۸) احسن الاسلوب

۹۹ اشعار پر مشتمل طویل مسلسل مربوط نظم ہے جو حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی مدح و منقبت میں لکھی گئی ہے، جیسا کہ خود لکھتے ہیں :-

عبدِ قادر پیر ما در دین و دنیا سرور است
پائے او از پایۂ عالی سراں را بر سر است
این قصیدہ کاندر و احوال شہ کردم بیاں
چند بیت آمد بصورت در معانی دفتر است

(۱۹) انشائے عقائد جواہر

نظم و نثر پر مشتمل خطوط کا مجموعہ ہے جو مختلف اشخاص مثلاً نواب عمدۃ الامرا، نواب امیرالامراء، محمد اسلم خاں، منور علیخاں، خواجہ رحمت وغیرہ کے نام تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ خطوط فارسی اسلوب و نگارش کا بہترین نمونہ ہیں، جن میں حد درجہ سلاست و سادگی اور روانی و برجستگی پائی جاتی ہے، ۱۱ صفر ۱۱۸۵ھ کو خود مصنف نے ایک مقدمہ کے ساتھ مرتب کیا ہے۔

(۲۰) تحریر عقائد

نام ہی سے کتاب کا موضوع واضح ہے۔ اس میں مصنف نے اہل سنت کے عقائد کی تشریح کی ہے سن تصنیف ۲۳ ذی الحجہ ۱۱۸۸ھ مرقوم ہے۔

(۲۱) چہل حدیث

اس رسالہ کا سن تصنیف ۱۸ ذی الحجہ ۱۱۸۸ھ ہے یہ اُن چالیس حدیثوں کا سلیس اور سادہ فارسی ترجمہ ہے، جو حضرات خلفائے راشدین، حضرت فاطمۃ الزہراء اور حضرت امام حسین کے فضائل و مناقب سے متعلق ہیں۔

(۲۲) رسالہ در علم عروض

علم عروض سے متعلق ایک مختصر رسالہ ہے جسے صرف پانچ دن میں ۱۴ محرم ۱۱۸۹ھ کو لکھا ہے جیسا خود رقمطراز ہے :-

این نامہ کز وسلک من یافت نظام
تحریست پُر از جواہر حسن کلام
ماہی ہست فروزندہ از نقصان دور
زیں طرفہ کہ در پنج روز گردیدتمام

(۲۳) دلائل امامت حضرت علیؓ

یہ کتاب ۱۴ ذی الحجہ ۱۱۸۸ھ میں لکھی گئی ہے جس میں اُن فاسد معتقدات کی تردید کی گئی ہے جو حضرت علیؓ کی امامت و خلافت سے متعلق امت کے ایک طبقے میں پھیلے ہوئے ہیں۔

(۲۴) مختصر المناظر

بیان و معانی اور انشاء و بلاغت سے متعلق ایک سو صفحات پر مشتمل بہترین رسالہ ہے جو درس نظامیہ کے نصاب میں شامل کئے جانے کے لائق ہے۔ تاریخ تصنیف ۵ محرم ۱۱۸۹ھ ہے اور یہ کتاب درج ذیل عنوانوں و مباحث میں منقسم ہے۔

۱) مقدمۃ فی ماھیۃ الانشاء
۲) الفصل الاول فی ماھیۃ العلم وموضوعہ وغایۃ

۳) الفصل الثانی فی مفهوم الکلام وتقسیمہ
۴) الفصل الثالث فی بیان البلاغۃ

اور بعض دقیق مقامات و مطالب کی تشریح سہل طریقہ پر بیان کی ہے۔ اس کتاب کا نسخہ آرکاٹ میں ۱۹ رمضان ۱۲۱۳ھ میں لکھا گیا ہے جس کی کاپی مفید عام کتبخانہ اہل اسلام والاجاہ روڈ مدراس میں محفوظ ہے۔

(۲۷) تادیب الخلان

یہ ایک مختصر سی مثنوی ہے جس میں شریعت کی پابندی اور عقائد کی تصحیح سے متعلق بحث ہے رسالہ کے اختتام پر مولوی نظام الدین احمد صادق سے متعلق چند شعر لکھے گئے ہیں:

این نامۂ نغز شد مسود
از بہر نظام دین احمد

(۲۸) الطالع من مطالع العینیۃ اللامع بلوامع الغیریۃ۔

یہ رسالہ عینیت اور غیریت کی صوفیانہ بحث پر مشتمل ہے۔ رسالہ کے اختتام پر مصنف نے حضور اکرمؐ اور اپنے سلسلہ کے شیوخ کے فضائل و مناقب بیان کیا ہے۔

(۲۹) تصحیح الصلوٰۃ فی تصریح الصلوٰۃ

حضرت ذوقی نے یہ کتاب محمد مخدوم المھکری کی درخواست پر لکھی ہے جو ایک مقدمہ اور دو باب پر مشتمل ہے۔ باب اوّل میں طہارت کے مسائل اور باب دوّم میں، نماز کے احکام وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔ ۱۲۰۷ھ کا لکھا ہوا ایک قلمی نسخہ کتب خانۂ دیوان باغ مدراس میں، محفوظ ہے۔

(۳۰) مجالۂ نافعہ

یہ دعاؤں اور ماثورات کا مجموعہ ہے جو ذدعملیات اور سحر کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔

(۳۱) الدّرر

یہ چودہ خطبات جمعہ ہیں جن کی تدوین تاریخ ۲۸ ذی ۱۱۸۸ھ درج ہے۔

(۳۲) باب النجات

عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔

(۳۳) تصفیۃ الاذہان فی رد الروافض

(۳۴) نواقض الروافض

(۳۵) سلالۃ العقائد فی رد الروافض

مؤخر الذکر تینوں کتابیں فرقۂ باطلہ کی تردید و ابطال پر مشتمل ہیں۔

(۳۶) نظم تذکرۃ الاولیاء
(۳۷) تذکرۃ الاولیاء و السلاسل
(۳۸) تعداد الشہود
(۳۹) نظم معارج النبوۃ
(۴۰) زین اللغات
(۴۱) غرائب اللغات
(۴۲) جواہرستان در وصف تیغ نگارستان
(۴۳) غوث نامہ
(۴۴) جامع العجائب

(۴۵) اکبر، اوسط، اصغر

(۴۶) مفتاح الاسرار

(۴۷) رسالۂ استغناء

(۴۸) دیوانِ قدیم

(۴۹) مجموعۂ رباعیات

اس مختصر سے مضمون میں حضرت ذوقی کی معرکۃ الآرا تصانیف کا تفصیلی مطالعہ اور جائزہ مشکل ہے۔ مزید تفصیل کے لئے افضل العلماء مولوی حافظ محمد یوسف کوکن کی انگریزی کتاب "کرناٹک میں عربی اور فارسی" ملاحظہ فرمائیں۔

حاصل کلام حضرت ذوقی کی سیرت و سوانح کا مطالعہ کرنے کے بعد یہی بات سامنے آتی ہے کہ آپ کی علمی، ادبی اور روحانی قابلیتیں و صلاحیتیں خداداد تھیں۔ اس مختصر سی عمر میں علم و ادب کی ایسی گراں بہا ہمہ گیر اور متنوع خدمات انجام دینا یقیناً یہ علمی دنیا کا ایک نادر و انوکھا واقعہ ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ماضی قریب میں دور دور تک ایسی قابل ذکر مثال ملنی مشکل ہے۔

وہ بیک وقت مفسرِ قرآن، بلند پایہ صوفی، زمانہ کے قطب، مرشدِ روحانی، مخلص داعی و مصلح، بہترین مدرس، فارسی کے فی البدیہہ شاعر و مایۂ ناز مصنف، اور دکنی زبان و ادب کے ممتاز شاعر و ادیب تھے، جنکی رنگا رنگی پرکشش شخصیت سے عوام و خواص سب ہی بہرہ ور اور مستفیض ہوئے۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

عمدۃ الکاملین

حضرت مولانا شاہ ابو الحسن قادری قدس سرہ العزیز

المعروف بہ

حضرت محوی ویلوری
علیہ الرحمہ

سنہ ۱۱۸۶ھ - ۱۲۴۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس خانوادہ کی چوتھی صاحبِ حال شخصیت حضرت مولانا شاہ ابو الحسن قادری محویؒ قدس سرہٗ ہیں جو حضرت ذوقیؒ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۷ شعبان المعظم ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۲ء روز دوشنبہ بوقتِ عصر ویلور میں ہوئی۔

حضرت محویؒ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے والد ماجد کے پاس ہوئی جب آپ کی عمر آٹھ سال تھی، تو حضرت ذوقیؒ نے سفرِ آخرت اختیار کیا جس کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ حضرۃ بی بی سکینہ بنتِ حضرت عبد العلی بیجاپوری آپ کو مدراس لے گئیں، جہاں سے آپ بیس سال کی عمر میں ویلور واپس ہوئے۔ قیامِ مدراس میں آپ نے مختلف اساتذۂ روزگار سے تفسیر، حدیث، فقہ، علم کلام، طب، فلسفہ اور دیگر مروّجہ علوم و فنون کی تحصیل کی۔

حضرت محویؒ نے سلوک و معرفت کی منزلیں خرقِ عادت اور قربِ قلبی کی راہ سے طے کیں۔ چنانچہ مولانا عبد الحی واعظ نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت ذوقیؒ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی روح سے اکتسابِ فیض فرمایا اور ان بزرگوں سے بلا واسطہ تربیت و پرورش کی سعادت حاصل کی۔

روحِ پاک اور غوثِ اعظم کی
اور حضرت علی اکرم منہ کی
تربیت پر تھی اُس کے اے گیانی
پا رہا تھا وہ فیضِ رُوحانی

صاحبِ مطلع النور، شاہ عنایت اللہ فخری کی روایت کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ شاہ موصوف نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرت ذوقیؒ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں بفضل اللہ تعالیٰ اپنے فرزند پر توجہ باطنی کرتا ہوں اس بات کو سن کر شاہ صاحب نے عرض کیا، حضرت! مجھ پر بھی کرم فرمائیے۔ چنانچہ حضرت ذوقیؒ نے ہم دونوں کو اپنے فیوض و توجہات سے مشرف کیا۔

حضرت قطبِ ویلور قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں "وابی و شیخی حضرت سید شاہ ابو الحسن قادری نیز اُویسی بودند واز روحِ پُرفتوح حضرت سید عبد القادر جیلی رضی اللہ عنہٗ اخذِ فیض کردہ اند و پس از بیداری جامہ وبدن خود را از اثر غسل خواب تربتر یافتہ اند۔"

میرے والد اور مرشد حضرت سید شاہ ابو الحسن قادری بھی اُویسی تھے اور آپ نے حضرت سید عبد القادر جیلانی کی رُوح پُرفتوح سے فیض اخذ کیا اور عالمِ خواب میں کئے ہوئے غسل کا اثر نیند سے بیدار ہونے کے بعد پایا کہ جسم اور کپڑے تربتر ہیں۔

ایک اور واقعہ کو شاہ عبد الحی سگلوری نے اپنی مثنوی مطلع النور میں لکھا ہے، ابیات ملاحظہ ہوں:-

دیکھا یک شب بہ عالمِ رُویا
حضرتِ غوث رضہ انس و جاں کا لقا

وہ لبِ حوض پہ کھڑا تھا بخواب
اُس کو ٹہلا رہے غوثؒ نے در آب
ہُوا بیدار جب وہ شیخ زمن
تربتر تھا لباس اور بدن
مُوئے سَر سے بھی آب ریزاں تھا
اور تنِ پاک اُس کا لرزاں تھا

یہ حقیقت ہے کہ بعض عارفین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صلحاء کی اَرواح مقدسہ سے فیوضات و توجہات باطنی کی نعمت حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہٗ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ تربیت اور پرورش کی نعمت حاصل کی اور اسی طرح حضرت ابوبکر ہراروی بسطامی نے صحابی رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ سے اور حضرت ابوالحسن خرقانی نے حضرت بایزید بسطامی سے اور حضرت بہاؤالدین نقشبندی نے حضرت عبدالخالق غجدوانی کی رُوح سے فیض پایا۔ اور اس طور سے اکتسابِ فیض کرنے والی جماعت کو طریقت کی اصطلاح میں اُویسی کہا جاتا ہے۔

حضرت محویؒ نے اہل اللہ کی ارواحِ طیبہ سے فیض حاصل کرنے کے علاوہ قربِ بدنی کے ذریعہ سے فیض اخذ کیا۔ چنانچہ حضرت مولانا سید شاہ میر تقی قادری قدس سرہٗ جو رشتے میں آپ کے دادا تھے ان کے ہاتھوں پہ بیعت کی اور خلافت حاصل کیا۔ اس طرح حضرت محویؒ نسبت ظاہری اور نسبتِ باطنی ہر دو نعمتوں سے بہرہ ور اور سرفراز ہوئے۔

حضرت محویؒ کو اسرار و حقائق اور غوامض کا وافر حصہ میسر آیا۔ آپ اکثر اوقات جذب و استغراق، اور محویت کے عالم میں رہا کرتے تھے۔ مؤلف "اقطابِ ویلور" کا بیان ہے کہ حضرت محویؒ پہ ایک ہزار گیارہ مرتبہ جذب طاری ہُوا۔ کبھی کبھی آپ کی محویت و استغراق کا یہ عالم ہوتا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے اور قطعی ہوش نہ رہتا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ ایک دن عشا کے وقت مسجد تشریف لے گئے۔ مصلیوں کے پیہم اصرار پہ آپ نے نماز شروع کی۔ جب ایاك نعبد و ایاك نستعین پہ پہنچے تو آپ پہ محویت طاری ہوگئی، اور مسلسل اسی آیت کی تکرار کرنے لگے۔ کسی نے بعد والی آیت یاد دلانے کی کوشش بھی کی لیکن آپ کسی اور دنیا میں محو رہے۔ جب وقت کافی گذرنے لگا تو مقتدیوں نے آپ کی اقتداء ترک کی اور ہر ایک نے انفرادی طور پہ نماز عشاء پڑھ لی۔ لیکن آپ صبح تک اسی ایک آیت کی تکرار فرماتے رہے یہاں تک کہ جب مؤذن فجر کی اذاں میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" پہ پہنچا تو آپ کو ہوش آیا۔

حضرت محویؒ کی صوفیانہ سیرت و سوانح کا قابلِ ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ آپ فرائض و اعمالِ صالحہ کو مخلوق

کی نگاہوں سے بچ کر ادا کرنے کے عادی تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ اگر طاعات و خیرات اور اعمال کو خلق کی نظروں سے نہ چھپایا جائے تو اخلاص و للہیت میں کمی اور ریا و سمعت کے پیدا ہونے کا امکان ہے۔ چنانچہ اس طرزِ فکر کا اثر یہ ہوا کہ عمر کے آخری حصہ میں آپ جماعتِ ملامتیہ سے منسلک اور وابستہ ہو گئے جس کا امتیازی نشان یہ ہے الملامتی ھوالذی لا یظھر خیراً ولا یضمر شراً۔ مؤلف "ضمیمۂ جواہر السلوک" رقمطراز ہیں، "در آخر عمر در جماعت ملامتیہ مجذوب و منسلک شد۔"

"خانوادۂ اقطاب ویلور"[۴] کے مصنف لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت محوی حالتِ جذب سے سرشار تھے۔ ایک مرید صادق الاعتقاد حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ لوگ آنجناب کے مسجد نہ آنے پر معترض اور عجیب عجیب خیالات کا شکار ہو گئے ہیں۔ حضرت محوی تھوڑی دیر سر بجیب تفکر رہے۔ سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ آنکھ بند کرو۔ مرید نے آنکھ بند کر لی۔ پھر فرمایا اب آنکھ کھولو۔ مرید نے جب آنکھ کھولی تو دیکھا کہ دونوں حرم شریف کے صحن میں بیٹھے ہوئے ہیں اور موذن اذاں دے رہا ہے۔ مرید یہ منظر دیکھ کر دل ہی دل میں شرمندہ ہو رہے تھے۔ دونوں نماز با جماعت میں شریک ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مرشد نے مرید کو آنکھ بند کرنے کا حکم دیا۔ مرید نے حسبِ ارشاد آنکھ بند کر لی پھر فرمایا اب آنکھ کھولو۔ مرید آنکھ کھولنے کے بعد دیکھتے ہیں کہ دونوں اسی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں جہاں سے تھوڑی دیر قبل صحن حرم پہنچے تھے۔

اس کے بعد حضرت محوی نے مرید سے کہا کہ میں پانچ وقت کی نماز حرم شریف میں ادا کرتا ہوں اور میں تمہیں اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ اس حقیقت کا ذکر میرے حین حیات کسی سے نہ کرنا۔

حضرت محوی کو اللہ نے علم حقیقی و نورانی سے سرفراز فرمایا تھا جس کی روشنی میں آپ آئندہ ہونے والے واقعات کا مشاہدہ کر لیتے تھے۔ یہ حقیقت آفتاب نصف النہار کے مانند روشن ہے کہ علم ایک لطیف نور ہے جس کا ظرف اور محل قلب ہے۔ اور جب کسی صالح بندے کا دل انوارِ الٰہی کا مہبط ہو جاتا ہے تو اس پر کائنات کے اسرار و رموز اور اشیاء کی حقیقتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت محوی کو بھی یہ نعمت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت ٹیپو سلطان کی شہادت کی خبر چھ ماہ قبل پورے جزم و یقین کے ساتھ دے دی۔

"خانوادۂ اقطاب ویلور" کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت ٹیپو سلطان نے ایک مرتبہ حضرت محوی کی خدمت میں ایک کثیر رقم کا گراں قدر نذرانہ روانہ کیا اور آپ کو میسور آنے کی درخواست کی۔ آپ نے شاہی نذرانہ کو شکریہ کے ساتھ واپس کیا اور قاصد سے کہا کہ سلطان سے کہنا کہ سلطنتِ خداداد کو چھ ماہ بعد زوال آنے والا ہے۔ اگر میں

[۴] مولوی محمد زکریا ادیب شاہ ورد راشعوری

اس وقت آتا ہوں تو زوالِ سلطنت کے وقت لوگ کہینگے کہ ابوالحسن کے قدم کی نحوست سے سلطنت کو زوال آگیا ۔ لہٰذا میں آنے سے قاصر ہوں ۔ قاصد یہ جواب پاکر واپس چلا گیا اور اس پیشین گوئی کے چھ ماہ بعد حضرت ٹیپو سلطانؒ کی جنگ میں شہادت ہوئی اور برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ ہوگیا ۔

حضرت محویؒ سے جذبۂ استغراق کے باوجود علم وادب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا ۔ فن تفسیر سے آپ کو غیر معمولی شغف رہا ۔ "صاحب ضمیمہ جواہر السلوک" لکھتے ہیں کہ " دو سال ہا پس از تہجد تفاسیر را خصوصاً تفسیر جلالین و تفسیر رحمانی را تا طلوع فجر در مطالعہ می داشت ۔

یعنی دو سال تک آپ کا یہ معمول رہا کہ نماز تہجد کے بعد تفاسیر بالخصوص جلالین اور تفسیر رحمانی کے مطالعہ میں نماز فجر تک مشغول رہتے تھے ۔

حضرت محویؒ نے درس و تدریس تصنیف و تالیف اور مسجد و مدرسہ اور خانقاہ کی تعمیرات کے ذریعہ تاریخ ساز خدمات انجام دی ہیں ۔ سنہ ۱۲۳۵ھ مطابق سنہ ۱۸۱۹ء میں دارالعلوم لطیفیہ کی موجودہ عمارت کے جنوب میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر فرمائی ۔

مولانا عبدالحی واعظ بنگلوری نے حضرت محوی کی تعمیرات کا ذکر اس شعر میں کیا ہے :۔

مسجد و خانقاہ رباط کلاں
مدرسہ وہ بنایا عالی شاں

حضرت محویؒ حسن سیرت و کردار کے لحاظ سے بلند درجہ پر فائز تھے ۔ خلق کے ساتھ الطاف و عنایات اور حسن سلوک کی بدولت بڑی شہرت رکھتے تھے ۔ انتہائی غیور و خوددار تھے ۔ ہمیشہ اغنیاء سے مستغنی اور بے نیاز رہے ۔ رؤسا اور امراء کے پیہم اصرار کے باوجود کبھی کسی صاحب دولت کے یہاں تشریف نہیں لے گئے ۔ آپ کی داد و دہش اور بخشش و عطا کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی سائل محروم نہیں لوٹتا ۔

صاحب مطلع النور لکھتے ہیں کہ آپ نے سات سو گھوڑے راہ خدا میں دے دیا اور سائلین کو ایک لاکھ روپیہ نقد عطا فرمایا ۔ ابیات ملاحظہ ہوں :۔

راہِ مولا میں جو دیا زر و مال
اور مواشی دیا وہ بحر نوال
اسکے بعد وفات اس کا حساب
دیکھے دفتر سے جب ان نیک صفات
جب کہ گھوڑوں کا ہے حساب ہوا
جو دیا نقد سائلوں کے تئیں
ہیں روپے لاکھ سے زیادہ یقیں

حضرت محویؒ کا عقدِ مسعود بی بی امۃ المجید بنت سید عیسیٰ قادری سے ہوا جن کے بطن سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں ۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ شاہ محی الدین المشہور قطبِ ویلور تھے جن کو آپ نے بیعت و خلافت

اور ایک سو اکانوے سلاسل میں اجازت عطا فرمائی۔
اور آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا سید شاہ عبدالعلی قادری تھے اور وہ بھی جلیل القدر عالم و فاضل اور صاحب ولایت بزرگ تھے۔

حضرت محوی کا وصال ستاون سال کی عمر میں ۲۶ر جمادی الآخر ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۷ء روز دوشنبہ صبح صادق کے وقت ہوا اور اپنے جد امجد حضرت قربی کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ مقبرہ کی دیوار پر حسب ذیل قطعۂ تاریخ کندہ ہے۔

شد از طاق رخصت رواں ابوالحسن
پئے سیر در روضۂ جاوداں
درآمد بہ مغرب سر آفتاب
چو گویم سنش 'غاب قطب الزماں

حضرتِ محوی کی نوکِ قلم سے بہت سی کتابیں معرضِ وجود میں آئی ہیں جن کا موضوع تصوف ہے۔ آپ کی جن تصانیف کا سراغ لگ سکا وہ درج کی جا رہی ہیں ـــــ فارسی تصانیف میں دو کتابیں دستیاب ہوئی ہیں۔ ایک رسالہ شرح حقیقت محمدی 'جو حقیقۃ محمدیہ سے متعلق آپ کی مفصل و مدلل تالیف ہے ـــ دوسری "مسئلۂ بیعت غائب و حاضر" جو بیعت ارادت سے متعلق فاضلانہ و محققانہ کتاب ہے، جس میں حضرت قدس سرہ نے سوال و جواب کے دلنشین پیرائے میں بیعت کے احکام اور دیگر موضوعات و مباحث مثلاً مرشد کی تعریف' مرید کا معنی و مفہوم' مرشدِ غائب سے ارادت و بیعت' مرشدِ غائب سے خرقۂ خلافت کا حصول' سن بلوغت سے قبل کی ارادت و بیعت' فسخ بیعت' طریقت میں ارتداد' ولایت عطائی و کسبی' اولیائے کرام کے اقسام' حیات ارواح اور ان کے تصرفات وغیرہ پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ ایک جگہ روح سے متعلق لکھتے ہیں: روح باقی ہے اور اسکو زیارت کرنے والوں کا اور ان کے احوال کا علم ثابت ہے اور کاملین کی روحوں کو جناب حق تعالیٰ میں بڑا قرب اور مرتبہ حاصل ہے جسطرح کہ حیات میں۔ اولیاء کو اکوانِ عالم کے اندر کرامات و تصرفات حاصل ہیں اور یہ ان کی ارواح کا وصف ہے۔ ارواح باقی ہیں۔ متصرفِ حقیقی نہیں۔ متصرفِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ تمام اس کی قدرت کے تحت ہیں۔

حضرت محوی کے اردو رسالوں کی تفصیل یہ ہے:

۱) رسائل تفصیل المراتب فی اطوار المراتب
۲) رسالۂ تنزلات
۳) نفسِ رُوحانی
۴) رسالۂ ذکر
۵) رسالۂ مراتب
۶) رسالۂ معرفت
۷) رسالۂ ذکر وجود
۸) رسالہ دربیان ربوبیٔ الٰہی
۹) رسالۂ عالم ارواح

۱۰) رسالۂ عالم مثال

۱۱ رسالۂ تفصیل المراتب فی اطوار المراقب

اس رسالہ میں حضرت مصنف نے مراتب کی جامع تشریح کے بعد اطوار اور مراقب کی تفصیل بیان کی ہے اور اختتام میں اپنے جد امجد حضرت قربی کی متصوفانہ غزل جو اسی موضوع سے متعلق ہے نقل فرمائی ہے۔ رسالہ کی تصنیف کی غرض اور اس کے نام سے متعلق خود رقم طراز ہیں:

" فقیر حقیر سید ابو الحسن قادری یہ رسالہ بیچ بیان مراقبہ کے لکھتا ہے تا امی لوگ اور عورتاں کوں کام آوے اور وہ اس سیں (سے) ذوق پاکر اس فقیر کو دعائے خیر سیں یاد کریں اور اس کا نام رکھا تفصیل المراتب فی اطوار المراقب"۔

اس کا ایک نسخہ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد مخطوطہ نمبر ۱۸۶۶ (تصوف) میں بھی موجود ہے۔

۱۲ رسالۂ ذکر

حضرت مصنف نے حمد و نعت کے بعد ذکر اور مراتب ذکر کی تشریح فرمائی ہے جو حضرات صوفیاء کے نزدیک مراتب ستہ (ذکر لسانی، قلبی، روحی، سرّی، ذکر ذکر اللہ اور ذکر بقا) سے معروف ہیں۔ اور بحث کے خاتمہ پہ ذکر کے لوازمات و شرائط وغیرہ کی بھی وضاحت کی ہے۔ اس رسالہ کا سن تصنیف سنہ ۱۲۴۰ھ درج ہے اور اس کا ایک نسخہ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں بھی محفوظ ہے)

۱۳ رسالۂ ذکر وجود مراتب وجود

یہ رسالہ سنہ ۱۲۴۲ھ میں تحریر کیا گیا ہے جس میں صاحب کتاب نے صوفیائے کرام کے مسئلۂ اندراج یعنی کل شیئ فی کل شیئ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

۱۴ نفس رحمانی

حضرت قدس سرہ نے مراتب عروج و نزول کی تشریح کی ہے اور اختتام میں دعا کی اہمیت بیان کی ہے۔ یہ رسالہ آپ نے ایک مرید خاص کی درخواست پر لکھا ہے جیسا کہ اس کی وجۂ تحریر سے متعلق رقمطراز ہیں۔

شیخ جمال الدین لنگری جو مرید خاص با اخلاص تھے انہوں نے عرض کئے ہمنا عربی ہور فارسی کی عبارت بوجنا محال ہے اگر دکنی میں ہوگا تو ہمنا ہور پیر بھائیاں کو فائدہ تمام حاصل ہوگا۔

اس رسالہ کا ایک مخطوطہ سٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں بھی موجود ہے۔

۱۵ رسالۂ معرفت

اس رسالہ میں حضرت قدس سرہ نے حدیث من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ کی تشریح صوفیانہ طرز پہ فرمائی ہے، لکھتے ہیں: اللہ نے ہمیں اپنی معرفت کے واسطے پیدا کیا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ای لیعرفون۔

رسالہ کے اختتام پہ کلمۂ توحید کی ایسی جامع ہمہ گیر تشریح کی ہے جو کئی ایک دفتروں کا خلاصہ ہے۔ چنانچہ

لکھتے ہیں :-

۱) **معنیٔ شریعت** ، نہیں[1] ہے معبود بحق ، مگر اللہ تعالیٰ

۲) **معنیٔ طریقت** نہیں ہے مقصود ہماری عبادت میں مگر اللہ تعالیٰ ۔

۳) **معنیٔ حقیقت** نہیں ہے مشہود ، مگر اللہ تعالیٰ یعنے ہمہ[2] جو چیز دیکھتی[3] ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی تجلیات ہیں ۔ [۱ لیس ۲ ہیں ۳ نظر آتی ہے ۴ وہ]

۴) **معنیٔ معرفت** نہیں ہے موجود مگر اللہ تعالیٰ یعنی جہاں میں جو موجود ہے سو[4] سب اللہ تعالےٰ کی ذات ہے ۔

نمبر ۶ رسالۂ عالم ارواح

اس رسالہ میں عالمِ ارواح کی تفصیل پیش کی گئی ہے ۔

نمبر ۷ رسالۂ عالم مثال

حضرت مصنف کا یہ رسالہ علمی و عرفانی حیثیت سے غیر معمولی وقعت اور اہمیت کا حامل ہے جس میں آپ نے عالم ناسوت ، ملکوت ، جبروت ، لاہوت اور ہاہوت وغیرہ مقامات کی شرح بیان کی ہے اور مجملاً طریقۂ سلوک پر بھی روشنی ڈالی ہے ۔

نمبر ۸ رسالۂ اسمائے ربوبی الٰہی

اس رسالہ کا سن تصنیف سنہ ۱۲۴۳ھ درج ہے جس میں مصنف نے اسمائے صفاتی میں سے ہر ایک کی تشریح عام فہم انداز میں بیان کی ہے ۔

مختصراً یہ کہ حضرت محوی بھی اپنے آبا و اجداد کی طرح کئی ایک خوبیوں اور کمالات کے مالک تھے ۔ آپ اپنے وقت کے جیّد و متبحر عالم ، فارسی ادب کے فاضل ، اور صاحب تصنیف بزرگ تھے ۔

آپ نے اپنے عہد میں **دارالعلوم لطیفیہ** کی خوبصورت عالی شان عمارت تعمیر فرمائی ۔ اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ مفید خدمات انجام دی ۔ کتاب و سنت کی تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس اور تطہیرِ باطن کا اہم اور ضروری کام بھی اپنے پیش نظر رکھا اور بے شمار دلوں کو حقائق و معارف سے منور کیا ۔ اپنے جدامجد حضرت قربی کی تعمیر کردہ خانقاہ کی ازسرِنو عمارت بنوائی ۔

ولایت اور قطبیت کے مرتبہ پر قائم تھے ۔ براہِ راست اہل اللہ اور صلحاء سے فیض روحانی کی سعادت پائی تھی ، صاحب کرامات و مقامات تھے ۔ جذب و استغراق میں محو رہا کرتے تھے ۔ اعمالِ صالحہ کو لوگوں کی نظر سے چھپ کر ادا کرتے تھے ۔ اور بڑے ہی غُربا پرور ، صاحب جود و سخا ، غیور و خوددار ، کریم النفس اور انتہائی خلیق واقع ہوئے تھے ۔

مجدد العصر

سلطان المرشدین حضرت مولانا

مولوی الحاج الحافظ سید شاہ عبد اللطیف قادری نقوی

المعروف بہ شاہ محی الدین ----- المشہور بہ

قطب ویلور قدس سرہ العزیز

سنہ ۱۲۰۷ھ — ثالث — سنہ ۱۲۸۹ھ

اس خانوادہ کی پانچویں شہرہ آفاق داعیانہ مبلغانہ کردار کی حامل عہد آفریں شخصیت :—

سُلطان المرشدین حضرت مولانا مولوی الحاج الحافظ سید شاہ عبداللطیف المعروف بہ شاہ محی الدین قادری قدس سرہٗ ہیں، جو دنیائے علم و ادب میں قطبِ ویلور کے نام سے مشہور ہیں، آپ کے والدِ ماجد کا اسم گرامی حضرت سید شاہ ابو الحسن قادری صحوی اور آپ کی والدۂ ماجدہ کا حضرۃ بی بی امۃ المجید بنت حضرت سید شاہ علی محمد قادری ہے۔

حضرت قطب ویلور کی ولادت باسعادت

ویلور میں بوقت صبح صادق ۱۴؍ ماہ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۲۰۴ھ دوشنبہ کے روز ہوئی۔ مروجہ عادت کے مطابق آپ کی تعلیم چار سال کی عمر سے شروع ہوئی۔ پہلے قرآن کریم ناظرہ مع تجوید مکمل کیا، بچپن ہی سے آپ نہایت ذہین و فطین اور فہیم واقع ہوئے تھے۔ آپ کے اندر تحصیل علم کا غیر معمولی ذوق موجزن تھا۔ چنانچہ جب آپ کی عمر آٹھ سال تھی تو اپنے والدِ ماجد کو ایک روز یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ساعتِ اجابت جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان ہے۔ اسی وقت آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اگلی جمعہ اسی مبارک و مستجاب گھڑی میں اپنے لئے علم و فضل کی دُعا مانگی جائے، چنانچہ آپ نے جمعہ کے خطبوں کے درمیان انتہائی خشیّت و وتضرّع کے ساتھ دُعا مانگی جو مقبول بارگاہ ایزدی ہوئی۔ جیساکہ آپ کے اوّلین سوانح نگار حضرت مولانا عبدالحی قادری بنگلوری اپنی مشہور مثنوی مطلع النّور میں لکھتے ہیں :—

مگر اس جمعہ میں وہ آئی ہو تب
کہ کیا شیخ نے دُعا وہ جب
کیا مقبول اس کو ربِ غفور
ہُوا فوراً قبولیت کا ظہور

اس دُعا کے بعد حضرت قطبؒ ویلور علم و فضل کے میدان میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور اپنے والدِ ماجد اور دیگر لائق و فائق اساتذہ و شیوخ کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ان تمام علوم و فنون مثلاً صرف، نحو، فقہ، عقائد، منطق، فلسفہ، کلام، قصائد، انشاء، تفسیر، حدیث، علم اصول، فرائض، ہیئت، ہندسہ، حساب، مساحت، طبابت، اور حقائق و سلوک وغیرہ میں کافی دسترس حاصل کی اور سنہ ۱۲۲۶ھ میں سندِ فراغت سے سرفراز ہوئے۔

اس کے بعد آپ نے صرف ایک ہی سال میں مکمل قرآن کریم حفظ کر لیا جیسا کہ ضمیمہ جواہر السلوک کے مصنف رقمطراز ہیں: دو در سال سنہ ۱۲۲۷ھ و سنہ ۱۲۲۸ھ

به حفظ قرآن مجید پرداخت"۔

علوم وفنون کی تکمیل کے بعد آپ نے پوری یکسوئی کے ساتھ تفاسیر، احادیث، اسمائے رجال، سیر، تاریخ، تصوف کے مطالعہ میں ایک مدت گذاری، اور اہل کتاب اور مسلمانوں، مختلف مکاتب فکر کے درمیان رد و تردید پر مشتمل کتابوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا۔

مطالعہ وتحقیق کے جذبہ وشوق نے آپ کی علمی تشنگی میں اور اضافہ کردیا اور آپ دیگر علوم وفنون کی تکمیل اور مطالعہ وتحقیق کے لئے سنہ ۱۲۲۴ھ میں مدراس تشریف لے گئے کیونکہ ان دنوں مدراس ایک عظیم علمی مرکز اور اہل علم وفضل کا آماجگاہ بنا ہوا تھا اور مختلف علاقوں سے اصحاب کمال آکر جمع ہوگئے تھے۔ حضرت ملا عبد العلی بحر العلوم کی کوہ پیکر شخصیت اور ان کے تلامذہ کی علمی واصلاحی سرگرمیوں سے سارا مدراس متاثر تھا۔ حضرت قطب ویلور نے مدراس آکر ملک العلماء حضرت مولانا علاؤالدین احمد (داماد بحر العلوم) اور حضرت مولانا محمد حسین اور مدرسہ کلاں مدراس کے اساتذہ اور دیگر ذی علم وعرفان شخصیتوں سے مختلف علوم وفنون میں گہری بصیرت اور اختصاص وکمال پیدا کیا اور مدراس میں قریباً آٹھ سال تک کامل انہماک وتوجہ کے ساتھ تحقیق ومطالعہ میں مصروف رہے۔ صاحب مطلع النور لکھتے ہیں۔

قیام مدراس کے دوران آپ کے مطالعہ اور علمی انہماک ومشغولیت کا یہ عالم تھا کہ صبح سے نیم شب تک ایک لمحہ کے لئے بھی آرام نہیں کرتے تھے اور ہر وقت مصروف مطالعہ رہتے۔ حتیٰ کہ کوئی شخص ملاقات اور گفتگو کا خواہشمند ہوتا تو آپ اس سے اتنی ہی بات چیت فرماتے جو نہایت ضروری اور اہم ہوتی تھی۔

قیام مدراس کے زمانہ میں مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" آپ کی نظر سے گذری تو بے حد متاثر ہوئے اور دہلی جاکر مصنف کتاب سے استفادہ کا قصد کیا اور اپنی والدۂ ماجدہ سے اس خواہش کا اظہار کرتے ہوئے سفر کی اجازت چاہی تو والدہ نے فرمایا پہلے یہیں سارے علوم کی تکمیل کرلو پھر مزید تعلیم کے لئے دہلی کا رخ کرو۔ والدہ کے فرمان پہ آپ نے اپنا ارادہ ملتوی کردیا۔ لیکن جیسے جیسے آپ کی تعلیم کی تکمیل کا مرحلہ قریب آتا چلا گیا تو آپ کی والدہ آپ کی جدائی اور فراق کے تصور سے غمگین رہنے لگیں کہ اب آپ دہلی روانہ ہوجائیں گے۔

اس اضطراب کو دیکھ کر حضرت قحوی نے ایک روز فرمایا "تمہیں رنجیدہ اور مایوس رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہارے فرزند کو سفر دہلی کا اتفاق نہیں ہوگا کیونکہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ جد امجد حضرت قرنی تشریف لائے ہیں اور تمہارے فرزند کو ایک مسند مکلل پہ بٹھا رہے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ بہت جلد میں دنیا

سے رخصت ہونے والا ہوں اور تمہارا فرزند میرا جانشین و مسند نشین ہوگا۔

چنانچہ حضرت محویؒ کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور حضرت قطبؒ ویلور ۱۲۴۳ھ میں تعلیم سے فراغت پانے کے بعد مدراس سے ویلور واپس لوٹے اور دہلی جانے کی سوچ رہے تھے کہ اسی اثنا میں حضرت محویؒ دار بقا کی جانب کوچ کر گئے، جس کی وجہ سے آپ کو مسندِ ارشاد پر متمکن ہونا پڑا۔

حضرت قطبؒ ویلور نے قیام مدراس کے دوران انگریزی زبان بھی سیکھ لی اور اسی میں عیسائی لٹریچر کا مطالعہ فرمایا۔ اور آپ نے تحریف شدہ دین عیسوی کی کتابوں سے قریباً تین سو تناقص پیش کیا اور اسی تعداد کے لگ بھگ کئی ایک اعتراضات اور اشکالات بیان فرمایا جسے دیکھ کر عیسائی اہل علم اور مسلمان علماء حیران و ششدر رہ گئے (کذا فی مطلع النور)

آپ کی انگریزی دانی بھی حیرت انگیز کرشمہ اور کرامت کی حامل ہے۔ علم ہیئت سیکھتے وقت آپ کو ہندوستان میں معتبر کردہ دستیاب نہ ہوسکا تو آپ نے انگلش کردہ منگوایا لیکن اس سے کما حقہ استفادہ حاصل کرنے میں یہ دشواری پیش آرہی تھی کہ مقامات کے نام انگریزی میں تھے جس کی وجہ سے آپ انگریزی زبان سیکھنے کی طرف مائل ہوگئے، اور شب و روز کی مسلسل پیہم محنت سے صرف سترہ دن کے اندر اس زبان پر نہ صرف عبور حاصل کیا بلکہ اس میں مطالعہ اور تحریر کی قوت پیدا کرلی، چنانچہ اسی میں فرماں روائے برطانیہ کو مکتوب تحریر فرمایا۔ جیسا کہ صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں:-

وھو تلقی اللغۃ الانکلیزیۃ فی کبر سنہ وبعث رسالۃ فی تلک اللغۃ الی ملکۃ انکلترا یدعوھا الی الاسلام۔

حضرت قطبؒ ویلور نے علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد حقائق و معارف کے حصول کی جانب توجہ مبذول فرمائی اور اپنے والد ماجد کے زیر سایہ منازلِ سلوک طے فرمایا اور آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور ایک سو اکتالیس سلاسل اور چھبیس خانوادوں کی خلافت آبائی و خلفائی کی نعمت غیر مترقبہ سے سرفراز ہوئے۔

مسند ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد حضرت قطبؒ ویلور نے علوم شرعیہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ تزکیۂ احسان کا نہایت اہم اور ضروری کام شروع کیا جس کی وجہ سے لاکھوں بندگانِ خدا ظاہری و باطنی نعمتوں سے بہرہ ور ہوئے اور پوری ایک صدی اور ایک نسل متاثر ہوئی۔ عرب و عجم میں قریباً سات لاکھ افراد نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور چار سو اصحاب کمال خلافت کی نعمت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے طرز تربیت باطن و صلاح قلب سے متعلق آپ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالرحیم ضیا حیدرآبادی "مقالاتِ طریقت" میں لکھتے ہیں۔

تربیتِ باطن میں بھی آپ کا طریقہ افراط و

تفریط سے مبرا تھا۔ اشغال اور اذکار کی تعلیم میں صحابہ اور تابعین کا رنگ، اور مراقبات وغیرہ کی تلقین میں صوفیائے متقدمین کا ڈھنگ تھا۔ دوسروں کے یہاں سالہا سال کی محنت، آپ کے یہاں ایک لمحہ کی بات تھی۔ زنگ دوئی کثرت بفیض صحبت، آئینۂ دل سے یوں دور ہوتا تھا جیسے آفتاب سے ظلمت، آپ کا قال بعینہ حال تھا۔

حضرت قطب ویلور کے شب و روز سے متعلق آپ کے نامور خلیفہ حضرت عبدالغفار مسکین لکھتے ہیں:۔

"ہمارے قطب الہند بعد نصف شب بیدار ہوجاتے اور فقیر بیت الخلاء میں پانی اور کلوخ مہیا کردیتا تھا۔ بعد فراغت وضو کے لئے پانی تیار کردیتا تھا۔ حضور وضو فرماکر حجرہ میں چلے جاتے اور نماز صبح کے لئے مسجد تشریف لاتے۔ نماز صبح کے بعد ذکر اور مراقبہ میں مشغول رہتے اور اشراق پڑھ کر مسجد کے باہر نکلتے تھے۔ اور مدرسہ و خانقاہ میں تشریف فرماکر مسافروں کے کھانے پینے کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ پھر مکان میں داخل ہوتے، اور مسافروں کے آرام، مریدوں کی آسائش، اور طلباء کے خورد و نوش کا سامان مہیا فرماکر مدرسہ میں آتے اور تفسیر و حدیث کا درس بارہ بجے تک دیا کرتے تھے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد تصنیف و تالیف اور مطالعہ میں مشغول رہتے۔ اگر فتاوے ہوتے، تو ان کے جواب تحریر فرماتے اور ظہر کے بعد مریدوں اور مسترشدوں کو تعلیم و تفہیم میں مصروف رہا کرتے اور ہفتہ میں دو مرتبہ مدرسہ کے اندر وعظ فرمایا کرتے تھے۔

(حیات المسکین)

حضرت قطب ویلور نے عوام میں بڑھتے ہوئے غلط اور فاسد عقائد کا جائزہ لیتے ہوئے ملت کی اصلاح کے لئے خصوصیت کے ساتھ اپنی تقریروں کو ذریعہ بنایا۔ چنانچہ ہر ہفتہ اہتمام اور پابندی سے مردوں میں جمعہ اور عورتوں میں سہ شنبہ تقریر فرماتے تھے جیسا کہ ضمیمۂ جواہر السلوک میں مرقوم ہے۔ "ہر جمعہ در مرداں و ہر سہ شنبہ در زناں وعظ می نمود"۔

صاحب "مقالات طریقت" لکھتے ہیں آپ ہر روز عصر کی نماز پڑھ کر بالاخانے پر جلوہ افروز ہوتے گرد و پیش بندگان خدا جمع رہتے۔ پند و نصائح اور ارشاد میں مغرب تک دربار عام فرماتے۔ مغرب کی نماز اور نوافل کے بعد قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر بیان فرماتے، اور یہ سلسلہ نماز عشا تک جاری رہتا۔

اس طرح آپ کی ذات گرامی سے وسیع پیمانہ پر اصلاح و دعوت اور تزکیہ و تطہیر کا کام ہونے لگا، تو بعض شر پسندوں نے دیکھا کہ آپ کی تقریریں عوام و خواص میں کافی مقبول اور اثر انداز ہو رہی ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ اسلام کی تعلیمات اور تزکیہ و احسان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو رہے ہیں تو حسد و تعصب

کی وجہ سے ۱۲۵۵ھ میں برطانوی حکام کے سامنے یہ رپورٹ پیش کی کہ آپ مسلمانوں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف ابھار رہے ہیں۔ اور جہاد کی ترغیب و تحریص دلا رہے ہیں۔ انگریز کمپنی نے جب اس قسم کی افواہیں سنیں تو آپ کو قید کرنے کا حکم جاری کیا اور آپ پر مقدمہ چلایا۔ ان پُر فتن دنوں میں حضرت قطبؒ ویلور نے ایک خواب دیکھا جس کے بعد آپ نے خود کو حکام کے حوالہ کیا اور کسی قسم کی مزاحمتی کارروائی نہیں کی اور چتور کے جیل میں پچاس دن نظر بند رہے۔ اس خواب کا تذکرہ مولانا شاہ عبدالحی بنگلوری نے "مطلع النور" میں کیا ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے والدِ ماجد، جدِ امجد اور فرجد کی مزارات پر جو قبہ ہے، اس قبہ سے لے کر آسمان تک ایک شعلۂ نور فروزاں ہے جس سے زمین و آسمان درخشاں ہیں اور اس قبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور آپ کے سامنے قربیؔ انتہائی ادب و احترام سے کھڑے ہیں۔ اور آپ بھی حضور اکرمؐ کی خدمت میں جا پہنچے اور سلام عرض کرتے ہوئے کمال ادب و تعظیم سے دُور جا کھڑے ہوئے تو حضور اکرم نے آپ کو اپنے قریب بلایا اور سلام کا جواب دیتے ہوئے اپنا دستِ مبارک آپ کے سینہ پر رکھا اور ارشاد فرمایا یا ولدی لا بأس لک۔

حضرت قطبؒ ویلور فرماتے ہیں حضور اکرمؐ نے اپنا دستِ اقدس میرے سینے پر رکھا تو قلب میں خنکی اور ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد میری بے چینی اور اضطرار کی کیفیت زائل ہو گئی۔

آپ کی نظر بندی کے بعد الزامات کی تحقیق کی گئی تو آپ بری الذمہ ثابت ہوئے اور آپ کو باعزت و حرمت رہا کر دیا گیا اور آپ کو یہ حق دیا گیا کہ آپ ہتک عزت و حرمت کو دعویٰ کر سکتے ہیں۔

لیکن آپ نے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ کسی پر میرا کوئی دعویٰ نہیں، میں نے للہ سب کو معاف کر دیا۔ آپ کے اس عفو و درگذر اور اخلاقِ حسنہ کو دیکھ کر عدالت متاثر ہوئی اور افترا پردازوں سرنگوں اور پشیمان ہو گئے۔ اور برطانوی حکام نے یہ تمام حالات ملکۂ برطانیہ کو لکھ بھیجا اور یہ ثابت کیا کہ آپ پر عائد شدہ الزامات سراسر بے بنیاد اور غلط تھے۔ اس پر ملکۂ برطانیہ نے حضرت قطبؒ ویلور کی خدمت میں ایک معذرت نامہ روانہ کیا اور یہ صراحت کی کہ ہم نے آپ جیسے مردِ باصفا کو بے جا ایذا پہنچائی آپ کے ساتھ عدالت کا جو رویہ رہا وہ اپنی ذمہ داری کی بنا پر تھا ورنہ برطانوی حکام کو آپ سے کوئی دشمنی اور عداوت نہیں، ہم معذرت خواہ ہیں۔

اس خط کے جواب میں حضرت قطبؒ ویلور نے ملکہ کے نام ایک مکتوب روانہ کیا جس میں اسلام کی صداقت و حقانیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ملکہ کو اسلام کی دعوت دی۔

ملکہ نے اس کا جواب روانہ فرمایا کہ یہ شہزادی

حکومتِ برطانیہ کی فرماں روا ہے مجھے قبولِ اسلام میں چند مجبوریاں حائل ہیں، میں آپ کی بے باکی اور حق گوئی کی داد دیتی ہوں۔ اور میں اس بات سے بھی بخوبی واقف ہوں کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے اور آخرت میں وہی نجات دلا سکتا ہے۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میری حکومت میں ایسے بے باک اور حق پسند اشخاص ہیں جو دوسروں کو راہِ ہدایت کی تلقین فرماتے ہیں۔

اس مکتوب کے ساتھ ملکہ نے حضرت قطب ویلور کی خدمت میں ایک سو روپیہ ماہوار وظیفہ کی پیش کش کی لیکن آپ نے اس نذرانہ کو شکریہ کے ساتھ مسترد کر دیا اور لکھ بھیجا کہ بندہ کو اس کی ضرورت نہیں۔ یہ فقیر تو اس وقت خوش ہوتا جب کہ آپ مشرف بہ اسلام ہوتیں۔

چتور میں نظر بندی کے دلخراش واقعہ سے آپ کا دل اکتا گیا اور آپ ۱۲۶۵ھ ماہِ شعبان المعظم میں ویلور چھوڑ کر حجاز تشریف لے گئے اور وہیں قریباً تین سال مقیم رہے۔ اس سفرِ مبارک سے جہاں آپ کی ذاتِ گرامی سے بہت سارے لوگوں کو روحانی فائدہ پہنچا، وہاں آپ کو بھی قیامِ حرمین شریفین اور دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ اس سفر میں آپ طائف بھی تشریف لے گئے اور وہاں چند دنوں قیام فرمایا۔ مکۃ المکرمہ میں سکونت کے دوران آپ نے حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق مہاجر کی صحبتوں سے بھی استفادہ فرمایا اور شاہ صاحب نے آپ کو تبرکاً سندِ حدیث بھی دی۔ جیسا کہ صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں:۔

وصحب الشیخ اسحاق بن افضل العمری الدہلوی المہاجر بمکۃ المشرفۃ وأخذ عنہ الحدیث وأجازہ الشیخ المذکور سنۃ اثنتین وستین۔

خانوادۂ اقطابِ ویلور کے مصنف لکھتے ہیں کہ قیامِ حرمین کے دوران حضرت قطب ویلور نے ایک خواب دیکھا کہ کعبۃ اللہ میں ایک چھوٹا سا پودا نکلا ہے جو بڑھتے بڑھتے ایک سایہ دار درخت ہو گیا اور اس کا سایہ سارے کعبہ پر محیط ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو سب سے پہلے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق مہاجر سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ خیریت و عافیت دریافت کرنے کے بعد آپ نے شاہ صاحب سے اپنے اس خواب کا ذکر کیا۔ شاہ صاحب اس خواب کو سن کر بہت محظوظ ہوئے اور اس کی تعبیر یہ بتلائی کہ آپ سے ایک فرزند صالح ہوگا۔ اس سے اور اس کی اولاد سے ایک عالم کو فیض پہنچیگا۔

نیز مصنف مذکور ایک اور واقعہ بھی لکھتے ہیں، کہ حضرت قطب ویلور کے قیامِ حرمین ہی کے دوران جب کہ ستائیسویں شب کو کعبۃ اللہ میں بذریعۂ شیخ المؤذنین اعلان عام ہوا کہ آج کی شب تہجد اور فرض کے درمیان فرشتوں کی اذاں ہونے والی ہے۔ یہ سن کر آپ نیند سے بیدار ہو گئے اور اپنے رفقاء کو بھی بیدار کیا۔ ادھر اذاں شروع ہوئی ادھر بعض لوگ فقط شہادتین سن کر

ہی بے ہوش ہو گئے اور بعض مست ومخمور ہو کر مسجد میں جمع ہونے لگے۔ اسی اثناء میں مؤذن بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کیا کہ آج مجھے امام الائمہؒ کی جانب سے حکم ہوا ہے کہ نمازِ فجر کی امامت آپ ہی فرمائیں۔ چنانچہ حضرت قطبؒ ویلور نے مصلیٰ حنفی میں فجر کی نماز پڑھائی۔

مکۃ المکرمہ چند دن سکونت پذیر رہنے کے بعد آپ مدینۂ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں مستقل رہائش کا عزم صمیم کرلیا۔ قیام مدینہ کے زمانہ میں آپ کا محبوب مشغلہ روضۃ النبی ﷺ کی جاروب کشی اور قندیلوں کو روشن کرنا تھا۔ ایک مرتبہ حسب عادت روضۂ اقدس پہ حاضر ہوئے اور اندر داخل ہو رہے تھے کہ دربانوں نے جانے سے منع کیا۔ آپ سے یہ امتناع سہا نہ گیا۔ نہایت بے تابانہ انداز اور فرطِ غم سے پکار اٹھے السلام علیکم یا جدی جواب میں سرورِ کونین ﷺ کی ندائے مقدس آئی وعلیك السلام تعال یا ولدي۔

حضور اکرم ﷺ کی آواز مبارک سننا ہی تھا، محافظ حیران رہ گئے اور آپ سے منت سماجت کرنے لگے۔ اس واقعہ کے بعد آپ ہر روز بلا ناغہ بغیر کسی رکاوٹ کے روضۂ نبوی میں داخل ہوتے رہے۔ یہاں آپ کو ہر وہ چیز مل گئی تھی جس کی تلاش ایک حقیقی عاشق رسول ﷺ کو مدتوں سے ہوا کرتی ہے۔ اپنے آقا و مولا کی محبت دل میں اس قدر جاگزیں ہو چکی تھی کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے محبوب سے جدا ہونا گوارہ نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اسی سرزمین سعادت گاہِ دارین میں زیست و مُرد کا عہد استوار کر چکے تھے لیکن ایک شب خواب دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ اقدس کے باہر جلوہ فرما ہیں اور آپ کی والدہ ماجدہ بھی حاضر ہے اور آپ کو بلا رہی ہیں اور حضورِ اکرم ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں رُح یا ولدی 'جاؤ اے میرے فرزند'۔

جب نیند سے بیدار ہوئے تو کافی پریشان ہو گئے اور اپنے پیارے حبیب ﷺ سے جدائی کی تاب نہ لاکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ مگر پھر لوٹنے کے کوئی چارہ بھی نہ تھا کیونکہ بارگاہِ رسالت ﷺ سے کوچ کا حکم مل چکا تھا۔

جب آپ وداعی سلام عرض کرنے کے لئے روضۃ النبی ﷺ پر حاضر ہوئے تو جدائی کے غم سے رقت طاری ہو گئی اور بیٹھ گئے۔ اسی وارفتگی اور غنودگی کے عالم میں کیا دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سامنے تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں یا ولدی لا تحزن انت من ارضنا میرے فرزند! غمگین نہ ہونا۔ تم ہماری زمین سے ہو۔ اس مژدۂ روح افزا کو استماع فرمانا ہی تھا کہ انتہائی خوشی و مسرت کے ساتھ ہندوستان لوٹ آئے۔ (کذا فی مطلع النور)

حرمین شریفین سے واپسی کے بعد آپ نے نکاح کیا۔ اس وقت عمر ۶۰ سال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک فرزند صالح عطا فرمایا۔ نیز آپ کی ایک دختر بھی تھیں جن کو مولانا سید شاہ محمد قادری سے

منسوب فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک پر حضرت قطب ویلور ہندوستان لوٹ آئے تھے" مگر جدائی رسولؐ کا بے حد قلق تھا۔ حضور اکرمؐ کی یاد اور زمین سعادت گاہ دارین میں فوت ہوجانے کی تمنا بے چین کئے ہوئے تھی۔ اسی اضطراب کے عالم میں دن گذر رہے تھے کہ ۱۲۸۰ھ محرم الحرام میں آپ کی والدہ ماجدہ کا وصال ہوا۔ جن کے انتقال کے بعد سوئے مدینہ چلنے کی خواہش اور زیادہ ہوگئی۔ بالآخر ۱۲۸۸ھ میں رخت سفر باندھا اور اپنے تمام مریدین و متوسلین اور خویش و اقارب کو اپنی روانگی سے مطلع کیا' کیونکہ یہ سفر دوسرے لفظوں میں سفر آخرت تھا۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ ویلور پہنچتے رہے۔ ان میں حضرت عبدالغفار چشتی قادری مسکین بھی تھے۔ جنہوں نے اپنے مرشد کی روانگی کے وقت اپنی ملاقات کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے۔ "چونکہ یہ سفر آخرت تھا' لہٰذا دو ایک لاکھ آدمی حضرت کی قدم بوسی کے لئے ویلور میں جمع ہوگئے۔ فقیر بھی حاضر تھا۔ جاتے وقت فرمایا۔ سید کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا' ترا می خواہم۔ فرمایا جزاک اللہ۔ مفارقت جسمانی ہے۔ روحانی ملاقات تو روز ہوگی۔ اللہ پاک ساتھ ساتھ ہے' گھبرانا نہیں۔ فقیر رونے لگا اور حضرت ادھر روانہ ہوگئے۔ (حیات مسکین)

حضرت قطب ویلور ۲۴ شوال المکرم ۱۲۸۸ھ میں اہالیان ویلور کو الوداع کہتے ہوئے سفر پہ روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری اور آپ کے حقیقی بھانجے حضرت مولانا سید شاہ محمد اور دیگر مریدین و متعلقین کی خاصی تعداد تھی۔ آپ ارکونم سے بذریعۂ ٹرین کڈپہ پہنچے' اور وہاں محلہ نئی گوٹ میں کمال الدین صاحب قادری المعروف بہ پاشاہ صاحب کے یہاں قیام پذیر رہے۔ موصوف کے گھر والے اور دیگر افراد نے بیعت کی۔ کڈپہ سے تاڑپتری تشریف لے گئے۔ اسٹیشن پہ آپ کے خلیفہ سید شاہ عالم صاحب اور دیگر مریدین و معتقدین استقبال کے لئے حاضر تھے۔ شوال نو تاریخ کو شہر ادھونی پہنچے اور وہاں کی شاہی جامسجد میں قیام فرمایا۔ شاہی مسجد کے خطیب قاضی اور مولانا حکیم غلام محی الدین اور دیگر ساکنان شہر کی کثیر تعداد ملاقات کے لئے حاضر ہوی اور بہت سے افراد بیعت سے مشرف ہوئے۔

ادونی سے جمعہ کے روز علی الصباح روانہ ہوئے اور رائچور پہنچ کر وہاں اندرون قلعہ کی مسجد میں قیام فرمایا۔ باشندگان رائچور کی خاصی تعداد مرید ہوئی۔

رائچور سے کرنول تشریف لے گئے جہاں آپ کے محب صادق الاعتقاد نواب محمد داؤد خان منتظر تھے۔ نواب موصوف نے آپ کے ہمراہ حج بیت اللہ جانے کے لئے انگریزی سرکار سے درخواست دی تھی لیکن وہ منظور نہ ہوسکی تاہم بمبئی تک آپ کے ساتھ سفر میں رہے۔ کرنول سے آپ

گلبرگہ تشریف لے گئے اور وہاں چند دن قیام کرکے غیر مسلم شخصیتوں کے نام چند دعوت نامے اور ایک مکتوب نواب مختار الملک بہادر کے نام احکام شریعت کی تنقید سے متعلق تحریر فرمایا اور اپنے خلیفہ مولانا مولوی سید شہاب الدین قادری عرف حسن پاشاہ کو دے کر حیدرآباد دکن کو روانہ فرمایا' اس کے بعد بمبئی روانہ ہوگئے۔ اور ۱۶ر ذی قعدہ سنہ ۱۳۲۸ھ کو بذریعۂ جہاز حجاز کے لئے روانہ ہوگئے۔ آدھی مسافت طے کرنے کے بعد سمندر میں مخالف ہوائیں زور وشور سے ہونے لگیں اور جہاز پیچھے ہونے لگا' جس کی وجہ سے جہاز کا عملہ اور مسافرین سخت اضطراب اور بے چینی میں مبتلا ہوگئے۔

جہاز جدہ سے ایک سو پچاس میل کے فاصلہ پر تھا کہ ھلال ذی الحجہ نظر آیا۔ حجاج کرام ناامید ہو گئے کہ حج نصیب نہیں ہوگا۔ مایوسی اور شکستہ دلی کے ساتھ آپ کی خدمت میں جمع ہوئے تو آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور کہا پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ حافظ وناصر ہے۔ اس کے بعد بہت دیر تک دعا فرمائی۔ دوسرے ہی روز موافق ہوا اتنی شدت اور زور کے ساتھ پیدا ہوئی کہ دیکھتے ہی دیکھتے جہاز جدہ کی بندرگاہ پہ پہونچ گیا۔

مناسکِ حج کی فراغت کے بعد سارے قافلہ والے مدینہ منورہ چلنے کی تیاری میں مصروف تھے' حضرت قطب ویلور کے لئے کبرسنی اور ضعف ونقاہت کے باعث مدینہ کا سفر نہایت تکلیف دہ تھا۔ آپ کے خلیفہ مولانا عبدالعزیز بن حسین فرماتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا فقیر کی جانب سے بارگاہِ رسالت میں سلام پیش کرنا' اور عرض کرنا کہ اب سفر کی بالکل طاقت نہیں ہے' اور ہجر کی تاب بھی نہیں ہے۔

قافلہ والے مدینہ منورہ کے لئے نکل چکے تھے لیکن آپ مکۃ المکرمۃ ہی میں رہ گئے۔ ۲۲ر ذی الحجہ کی تاریخ تھی میں طواف سے فارغ ہوکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ بہت ہی بے قرار ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے' آپ اس قدر کیوں کبیدہ خاطر اور رنجیدہ ہیں۔ حضرت نے جواب دیا۔ میں آج کی شب خواب دیکھا۔ ایک بہت وسیع میدان ہے اور اس میں بہت سارے اجنبی لوگ جمع ہیں' اور حضور اکرم ﷺ بھی تشریف فرما ہیں اور میری جانب متوجہ ہوکر فرمارہے ہیں۔ تعال یا ولدی

لہٰذا اب مجھے مدینہ منورہ لے چلو۔ اس واقعہ کے بعد آپ کے اندر ایک غیبی قوت اور توانائی آگئی' اور مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد آپ کی طبیعت میں اور بھی اضمحلال پیدا ہوگیا۔

محرم الحرام کی چھ تاریخ تھی کہ آپ روضۃ النبی ﷺ پر حاضر ہوئے۔ زیارت سے فارغ ہونے کے بعد اپنے صاحبزادے اور دیگر حضرات کو طلب فرمایا۔ اور مولانا عبدالعزیز سے خلافت نامہ لکھوایا۔ اور خود اپنی نظر سے دیکھ کر اس پر

مہر ثبت کی اور ایک جبّہ اور دستار منگوا کر خود اپنے
دستِ مبارک سے صاحبزادے کو مع خلافت نامہ عطا
فرمایا۔ صاحبزادے رونے لگے تو ارشاد فرمایا "گھبرانے
کی کوئی بات نہیں، تم تو بیس سال کے ہو چکے ہو، ذرا
غور کرو، میرے والد ماجد کی عمر شریف صرف آٹھ سال
کی تھی اُس وقت جدِ محترم رحلت کر گئے۔ اب تک بیاسی
سال کی عمر ہوئی، میں نے کبھی اپنی فکر نہ کی کہ صبح کیا کروں
اور شام کیا کھاؤں۔ رزاقِ مطلق نے موعودہ خوانِ کرم
سے رزق پہنچایا۔ تمہیں بھی چاہئے کہ اسی طرح رہیں اور
کسی کا قرض میرے ذمہ نہیں ہے اور میرا قرض بھی کسی پہ
نہیں ہے۔ اگر کسی کو کچھ دیا ہوں تو معافی کی نیت سے
دیا ہوں لہٰذا کسی سے مبلغ کا تقاضہ نہ کریں۔ اور تمام
کتابیں جو تخمیناً چار ہزار جلد سے زیادہ ہیں، تم امین
بن کر اہلِ علم کو دینا اور وعدہ پر لینا۔ اور مجھ کو جدِ امجد
حضرت امام حسین علیہ السلام کے پائیں اہلِ بیت کرام
کے قبہ میں دفن کرنا۔ جادۂ شریعت پہ قائم رہنا۔
بے کسوں کی اعانت کرنا، مسکینوں پہ شفقت کرنا
بھوکوں کو کھانا کھلانا، مہمانوں اور مسافروں کو عزیز
رکھنا، اور اہلِ حاجات کی حاجت بر لانا۔

(وصیت نامہ ماخوذ از مقالاتِ طریقت)

مورخہ ۱۱ محرم الحرام ۱۲۸۹ھ پنجشنبہ کا روز
تھا کہ حضرت کی آواز پست ہو گئی اور لبِ مبارک ہلنے
لگے۔ جناب مولوی شہاب الدین کان لبِ مبارک کے
نزدیک لے گئے تو صاف یہ صدا سنی لقد نظر اللہ
الیّ۔ اور حضرت کے والد فرماتے ہیں کہ اس وقت میں
سر بالین کھڑا تھا، ناگاہ حضرت کا سر بائیں طرف جھکا
میں نے سمجھا کہ شدتِ ضعف سے جھکا ہے۔ فوراً بیٹھ
گیا۔ دیکھا لب ہلتے ہیں، نزدیک سے سنا زبان پہ لا
الٰہ الا اللہ جاری تھا۔ اسی حالت میں عصر کے
وقت روح پُر فتوح پرواز ہوئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء رضی اللہ
عنہ وارضاہ عنا ومن برکاتہ یرزقنا۔ امین

(مقالات طریقت مطبوعہ — سفرنامہ حضرت قطب ویلور قلمی)

دوسرے دن جمعہ تھا۔ قضائے الٰہی آپ کے
ہمشیرزادے حضرت مولانا سید محمد قادری بھی اسہال
اور قئے کی شکایت سے انتقال کر گئے۔

اسی شب حاکم مدینہ نے خواب دیکھا کہ نبی کریم
تشریف لا کر فرما رہے ہیں کہ جاؤ، میرے فرزند کو جنت البقیع
میں حسن علیہ السلام کے پائیں سپردِ خاک کرا دو۔ چنانچہ
حاکم مدینہ تلاش کرتے ہوئے اور آپ کی نعش سے لپٹ کر
رونے لگے اور حسب ارشادِ نبوی صلعم جنت البقیع میں
تدفین کے شاہی انتظامات کا حکم دے دیا۔ اور دوسرے
روز تجہیز و تکفین کے بعد دونوں جنازے مسجد نبوی میں
منبر شریف کے قریب رکھے گئے اور نماز جمعہ کے بعد قریباً

ستّر ہزار زائرین نے نمازِ جنازہ اَدا کی اور امام حسن علیہ السلام کے پائیں ایک ہی قبر میں مدفون ہُوئے۔

جس روز حضرت قطبؒ ویلور کی وفات ہوئی شہرِ ویلور میں عجیب و غریب حادثات رونما ہُوئے۔ شہر کا تالاب ٹوٹ جانے کے باعث نصف شہر پانی کی زد میں آگیا جس کے باعث کئی افراد ہلاک اور کئی ایک مکانات و اسباب تباہی کی زد میں آگئے۔ چنانچہ ایک بزرگ اپنی قلمی بیاض میں لکھتے ہیں۔

"دراں روز کہ آنحضرت در مدینہ منورہ رحلت بدار بقا نمود، ہماں روز طوفانِ عظیم در ویلور برپا شدہ بعنی تالاب ویلور شکستہ نیمہ شہر را غارت برد پانزدہ ہزار خانہ و اسباب و مردم از صدمہ و بلا و طلاطم آب گرفتارِ فنا شدہ اند۔"

حضرت عبدالغفار مسکین بھی اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ انہیں عالمِ رویا میں اپنے مرشد کی رحلت کا علم ہو گیا۔ حضرت قطب الہند کی ہجرت کے بعد فقیر نے ایک روز حضرت قطب الہند اور میرے دادا حضرت شبیر علی کو آسمان پر مشرقی سمت جاتے ہُوئے ایک واقعہ میں دیکھا۔ فقیر صبح کو مضطر ہو گیا۔ شام تک حضرت کی رحلت کی خبر پھیل گئی کہ حضرت قطب الہند نے یازدہم محرم ۱۲۸۹ھ کے عصر اور مغرب کے مابین حرم نبویؐ میں رحلت فرمائی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ——— (حیاتُ المسکین)

مولانا عبدالحی بنگلوری لکھتے ہیں کہ میں اپنے شیخ کی تاریخ وفات حسرت آیات کا قطعہ موزوں کر رہا تھا کہ دفعتاً مجھے نیند آ گئی۔ میں نے خواب دیکھا کہ ہر سو تاریکی پھیلی ہوئی ہے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی ہے، اور میں حیران و ششدر ہوں کہ کہاں آگیا ہوں، اتنے میں ایک بزرگ نظر آئے جن کی ریش مبارک سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ اچانک مجھے احساس ہُوا کہ یہ حضرت خضر ہیں اور اسی وقت معاً یہ خیال دل میں پیدا ہُوا کہ کیوں نہ آپ سے آبِ حیات مانگ لیا جائے۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا یہی وہ ظلمات ہے جہاں آبِ حیات واقع ہے؟ فرمایا نہیں، پھر میں نے عرض کیا۔ پھر یہ ظلمات و تاریکی کیسی؟ انہوں نے جواب دیا موت العالم ظلمۃ۔ اس جملہ کو سُن کر میں نے دریافت کیا کہ کون عالم ہے، جواب ملا۔ محی الدین سید عبداللطیف قطب ویلور پھر انہوں نے فرمایا: **بُجھا ہے چراغِ ہند۔**

جب میں نیند سے بیدار ہوا تو جملۂ مذکور ضبطِ ذہن تھا۔ مادۂ تاریخ نکالا تو صحیح نکل آیا۔

بُجھا ہے چراغِ ہند

۱۲ ھ ۸۹

مولانا عبدالرحیم ضیا حیدرآبادی نے حسبِ ذیل تاریخ لکھی ہے:۔

ہم ظاہراً از قبۂ فرزندِ فاطمہ
قربِ جوار یافتہ و محترم شدہ
از روئے ایں اشارہ ضیا سال آں نوشت
مقبولِ بارگاہِ شفیع الامم شدہ

۱۲ ——— ھ ——— ۸۹

نیز آپ کی تاریخ رحلت :- الھمت لغا قطب الاقطاب

اور غاب قطب القدوم
۱۲۸۹

وصلِ حق یافت مرشد ہادی

سے بھی نکلتی ہے۔ ۱۲۸۹ھ

حضرت قطبؒ ویلور کی ذاتِ گرامی سے کئی ایک کرامات اور خارقِ عادات امور کا ظہور ہوا۔ چنانچہ آپ کے سوانح نگاروں نے مستقل طور پر آپ کے کشف و کرامات کی فصل باندھی ہے۔ لہٰذا ہم بھی "مقالاتِ طریقت" "مثنوی مطلع النور" اور "انوارِ اقطاب ویلور" سے کچھ واقعات نقل کر رہے ہیں :-

سید حیدر نامی ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ مجھے مسئلہ روح کی تحقیق مطلوب تھی جس کی وجہ سے حضرت مکان گیا۔ حضرت قطبؒ ویلور مسجد میں معتکف تھے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ کیا تمہیں کچھ دریافت کرنا ہے۔ میں ابھی سوچ رہا تھا کہ آپ ہی نے فرمایا، کیا روح کے حادث اور غیر مخلوق ہونے کے بارے میں جاننا چاہتے ہو؟

یہ بات سن کر میں حیرت و استعجاب میں غرق ہوگیا اور عرض کیا کہ ہاں -!

اس کے بعد آپ نے روح کو مخلوق اور حادث قرار دیتے ہوئے مفصل و مدلل طریقہ سے سمجھایا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنی مجلس میں وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ اثنائے سخن میں ایک درویش تشریف لائے جن کی ظاہری حالت خستہ اور ناگفتہ بہ تھی، آپ ان کو دیکھ کر فوراً مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ملاقات کی اور انتہائی خوش خلقی کے ساتھ پیش آئے۔ مجلس میں چند رئیس حضرات بھی تھے جنہیں یہ بات ناگوار گذری اور اس درویش کی جانب تحقیر آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے دل میں یہ خیال کیا کہ حضرت کس قسم کے آدمی سے ملنے کے لئے گئے ہیں۔ حضرت قطبؒ ویلور درویش سے بات چیت کرنے کے بعد کسی ضروری کام سے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ اسی وقت وہ مردِ درویش شیر کی شکل میں نمودار ہوگئے۔ یہ حالت دیکھ کر اہلِ مجلس ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ اس شور و غل کو سن کر حضرت فوراً گھر سے باہر تشریف لائے اور شیر کی پشت پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمانے لگے ایسی جلالت کا اظہار نہ کرو۔ اسی وقت درویش مذکور اپنی اصلی حالت پر آگئے، اور جلال میں آنے کا سبب بتلایا۔

اس کے بعد حضرت قطبؒ ویلور نے اہلِ مجلس کے سامنے تقریر کی اور یہ وضاحت فرمائی کہ کسی انسان کو حقیر تصور نہ کریں۔

ویلور گزیٹیر میں یہ واقعہ درج ہے کہ ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد جبکہ بیگمات اور شاہزادوں کو قلعۂ ویلور میں نظر بند کر دیا گیا تھا، ایک دن شاہزادوں کے محافظ دستہ نے بغاوت کی جس میں انگریز فوج کے کئی سپاہی اور افسر مارے گئے۔ لیکن بغاوت ناکام ہوگئی۔ انگریز جنرل نے باغیوں کو سزائے موت کا حکم دے دیا۔

اس میں ایک معصوم بے گناہ آدمی محمد ایوب (جو حضرت قطب ویلور کے مرید تھے) بھی شومئی قسمت سے پھنس گئے۔ باغیوں کو سولی دی جانے لگی۔ اور جب اس بے گناہ کی باری آئی تو ان کی آخری خواہش کے بارے میں پوچھا گیا۔ اس بے گناہ نے اپنے مرشد سے آخری ملاقات کی آرزو ظاہر کی۔ چنانچہ انہیں حضرت قطب ویلور کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ اور محمد ایوب نے اپنے مرشد سے ملاقات کی اور سارا ماجرا بیان کیا اور حسن خاتمہ کے لئے دعا کی درخواست کی۔

حضرت نے فرمایا' جاؤ گھبرانے کی بات نہیں سلامتی کے ساتھ واپس آجاؤ گے۔

اس کے بعد انگریزی فوج اس بے گناہ کو لے کر سولی دینے کے مقام میں تختۂ دار پہ لے گئے۔ مشیت الٰہی کہیئے کہ انگریزی جنرل کی بیوی جو اس کے پہلو میں کھڑی تھی اپنے شوہر سے کہنے لگی کہ آپ ایک کیسے شخص کو سولی دے رہے ہیں جو چہرہ سے بالکل بے گناہ نظر آتا ہے۔ اتنا ہی جملہ جنرل کے دل پہ اثر کر گیا اور وہ محمد ایوب کو دوبارہ دریافت کرنے کے لئے طلب کیا۔ انہوں نے کہا میرا کوئی قصور نہیں ہے' میں بالکل بے گناہ ہوں۔ یہ سن کر انگریزی جنرل فوراً اسی وقت معافی کا حکم دے دیا۔

حضرت قطبؒ ویلور کے کشف و کرامات میں وصال یافتہ بزرگوں کے ارواح سے ملاقات و گفتگو کے واقعات بھی ملتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ ناگور تشریف لے گئے اور حضرت قادر ولی پاشاہ ناگوری کی درگاہ پہ پہنچے تو درگاہ شریف کے مقفل دروازے خود بخود کھل گئے۔ اور آپ جیسے ہی اندر تشریف لے گئے' پھر دونوں دروازے بند ہوگئے اور آپ بہت دیر تک صاحب مزار سے مراقبہ وکشف اور گفتگو میں مشغول رہے۔

سفر حج کے موقع پہ حضرت قطب ویلور' حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی مزار پہ حاضر ہوئے' اور آپ کی روح مقدس سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ زیارت سے فارغ ہو کر اپنے مریدین سے بتلایا کہ حضرت خواجہ بندہ نواز کامل بزرگ اور صاحب فنا وبقا ہیں' انہوں نے مجھے سفر حج کی مبارک باد دی۔

صاحب "مقالات طریقت" لکھتے ہیں کہ حضرت قطبؒ ویلور کا ایک مرید عابد وزاہد اور حاجی و پرہیزگار اپنا حال بیان کرتا ہے کہ مجھے ایک بار سفر کا اتفاق ہوا۔ اور میں جوان تھا۔ اہل وعیال سے دور ہوگیا۔ غلبۂ نفس سے زنا کی خواہش پیدا ہوئی۔ خواب میں حضرت تشریف لائے اور غصہ سے فرمانے لگے' افسوس تم برا فعل اختیار کروگے۔ تمہاری شہوت سلب ہوچکی ہے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو واقعی آثار رجولیت نہیں۔ اسی پریشانی و شرمندگی میں تین سال گذر گئے'

حضرت کے بہنوئی ایک عالم و پرہیزگار جناب حاجی محی الدین صاحب جو طبابت میں اپنی نظیر آپ تھے ان سے رجوع ہوا اور احوال بیان کیا تو انہوں نے

فرمایا۔ یہ کوئی بیماری نہیں۔ تمہارے مرشد کا تصرف معلوم ہوتا ہے، ان ہی سے عرض کرو۔

اس کے بعد میں نے اپنی سرگذشت ایک کاغذ میں لکھ کر حضرت کے حجرے میں رکھ دیا۔ حضرت نے ملاحظہ کیا اور مجھ سے پوچھا۔ یہ کاغذ تم نے ہی رکھا ہے۔ حجاب سے کچھ کہہ نہ سکا۔ اسی شب خواب میں حضرت نظر آئے، اور فرمایا۔ تمہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیئے۔ آئندہ ہوشیار رہو۔ اللہ نے اپنے فضل سے تمہاری رجولیت عطا فرمائی ہے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو اپنے میں آثار رجولیت پایا۔

حاجی حافظ سید محمد علی صاحب عرف سید و میاں متخلص بہ نوا ابن نواب ملتمس خاں مرحوم لکھتے ہیں کہ میں حضرت قطب ویلور کی خدمت میں حاضر تھا، مغرب اور عشا کا درمیانی وقت تھا ایک درویش نما آدمی تشریف لائے اور حضرت سے پوچھنے کہ خدائے تعالیٰ جو رزاق مطلق ہے، اگر میں ساجرا پہاڑ (ویلور کا ایک پہاڑ) پر بیٹھ جاؤں تو کیا مجھے وہاں رزق پہنچائے گا؟ حضرت نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں رزق نہیں پہنچائے گا، درویش نے کہا کیوں؟ ارشاد فرمایا جب تک تمہارا دل نہ بیٹھے خدا نہیں دے گا۔ درویش یہ کہتے ہوئے روانہ ہوگئے کہ واقعی آپ نے سچ فرمایا۔

اس کے بعد حضرت قطب ویلور نے فرمایا۔ یہ بڑے صاحب کمال بزرگ ہیں۔ صرف میرا امتحان لینے کے لئے اس قسم کا سوال کیا تھا۔ اسی وقت ان کی تلاش بکھ لوگوں نے باہر نکل کر کیا تو وہ درویش نظر نہیں آئے۔

خانوادۂ اقطاب ویلور کے مصنف لکھتے ہیں، کہ شمالی ہند سے ایک صاحب مرشد کامل کی تلاش میں شہر مدراس پہنچے۔ وہاں کے لوگوں نے ان کی رہنمائی کی کہ آپ ویلور تشریف لے جائیے۔ آپ کی مراد بر آئے گی، یہ سن کر وہ عازم ویلور ہوئے۔ جب ستوا چاری (ویلور کے کچھ فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے جو آجکل شہر میں داخل ہوچکا ہے) کے پاس آئے تو عصر کا وقت ہوچکا تھا، ایک باغ میں تشریف لے گئے جو حضرت قطب ویلور کا تھا، باغ میں حضرت کو یاد الٰہی میں مستغرق پایا۔

جونہی نو وارد کی نظر حضرت کے چہرہ پر پڑی تو مرعوب ہوگیا اور آپ سے پوچھا کہ کیا آپ ہی اس باغ کے مالک ہیں۔ حضرت نے فرمایا اس کا مالک تو اللہ ہے۔ جب میں اپنی جان کا مالک نہیں تو اس باغ کا کیسے مالک ہوسکتا ہوں۔ یہ جواب سن کر اجنبی کو حیرت ہوئی، اور دل ہی دل میں سوچ کیا کہ طالب کو بغیر طلب کے مطلوب حاصل ہوگیا۔

اس کے بعد حضرت نے بڑی شفقت و اپنائیت اور خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کی اور آخر میں دریافت فرمایا، کہاں کا عزم ہے؟

اجنبی نے کہا۔ عزم تو ویلور کا تھا لیکن اب ویلور والا مل گیا ہے، تو ویلور سے کیا کام۔ نو وارد

نے اسی وقت آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور آپ نے مرید کو ذکر و اذکار اور اشغال کی تعلیم دی۔

حضرت قطب ویلور، قطبِ ویلور کے نام سے مشہور ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ ناگور کے صاحب تصرف بزرگ حضرت قادر ولی پاشاہ نے آپ کے مرید کے خواب میں اسی نام سے یاد کیا۔ ایکمرتبہ حضرت قطبؒ ویلور سے آپ کے ایک مرید خاص نے عرض کیا کہ جب آپ ناگور تشریف لے جائیں گے تو میں بھی آپ کے ہمراہ چلوں گا۔ حضرت نے وعدہ کیا۔ کچھ دنوں کے بعد جب حضرت قطب ویلور ناگور کے لئے روانہ ہوئے تو اس موقعہ پر اپنے مرید خاص کو سفر کی اطلاع دینا بھول گئے۔ حضرت قادر ولی باشاہ ناگوری نے حضرت کے مرید کو خواب میں اطلاع دی، کہ تمہارے مرشد قطب ویلور ناگور کے لئے نکل چکے ہیں اور فلاں شہر تک پہنچ گئے ہیں۔ اور تمہیں اطلاع دینے کی بات ان کے ذہن سے نکل چکی ہے۔ مرید خواب سے بیدار ہوتے ہی ناگور کے سفر پہ روانہ ہوگئے، اور شہر پولور میں اپنے مرشد سے جا ملے اور لوگوں کے سامنے یہ خواب بیان کیا تو اس وقت یہ حقیقت سبھی لوگوں پہ آشکار ہوگئی کہ حضرت ویلور کے قطب ہیں ۔ اس واقعہ کے بعد سے حضرت "قطبِ ویلور" کے نام سے مشہور ہوتے چلے گئے۔

صاحب "مقالاتِ طریقت" لکھتے ہیں، کہ حضرت قطب ویلور چیتور کی جیل میں نظربند تھے۔ آپ کا کمرہ مقفل اور تاریک رہتا تھا۔ صرف ایک ہی دریچہ تھا جو کھلا رہتا تھا۔ جیل کا نگران اپنی عادت کے مطابق شب میں گشت لگاتے ہوئے آپ کے کمرے کے قریب پہنچا، تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا، آپ کے کمرہ میں چراغ جل رہا ہے اور روشنی دریچے سے نظر آرہی ہے۔ اسی وقت اپنے جمعدار اور دیگر لوگوں کو لئے ہوئے آپ کا حجرہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت روبقبلہ سربسجود ہیں اور اسی وقت روشنی زائل ہوگئی۔

اس واقعہ کے بعد قید خانے کے سارے لوگ آپ کے معتقد ہوگئے۔

سید حسین قادری عرف جیلانی صاحب برادرزادہ محی الدین صاحب خمکنڈہ کی روایت ایک قلمی بیاض میں بزبانِ فارسی درج ہے، لکھتے ہیں:۔

"ہم لوگ اسی سال حج بیت اللہ کا قصد کئے جس سال شاہ محی الدین قادری بھی حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جب ہم بمبئی پہنچے تو معلوم ہوا کہ شاہ صاحب (حضرت قطب ویلور) بھی بمبئی میں اقامت گزیں ہیں اور کل کے جہاز سے ان کی روانگی ہے۔ میرے دل میں ان کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اور میں ان کی قیام گاہ پہ چلا گیا۔ جیسے ہی جمالِ جہاں آرائے آنحضرت پہ نظر پڑی میرے دل نے گواہی دی کہ حضرت کامل ولی اللہ ہیں۔ جب میں اپنا ہاتھ معانقہ کے لئے پیش کیا تو انتہائی شفقت سے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے اپنی طرف کھینچ لیا۔

اور سونگھتے ہوئے فرمایا، تمہارے اندر تو حسینی بُو آرہی ہے۔ سادات حسین سے ہیں۔ دو تین بار یہی فرماتے رہے اور کہا تمہارا نام سید حسین ہے۔ اسی وقت میرے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اور میری آنکھوں سے اشکِ حسرت بہنے لگے۔ اس ملاقات سے قبل کبھی حضرت سے میرا سامنا ہی نہیں ہوا تھا اور آپ میرے نام اور میرے حالات سے واقف بھی نہ تھے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے مسجد حضرت مکانِ ویلور میں ایک مسافر جن کا عرف قندھاری مولوی تھا، تین روز سے مقیم تھے۔ ان ایام میں مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری مدینہ منورہ ہی میں مقیم تھے جس کی وجہ سے کسی نے اس اجنبی مسافر کی جانب توجہ نہ کی۔ حضرت قطبِ ویلور خادمہ کے خواب میں فرماتے ہیں، مسجد میں مولوی قندھاری تین روز سے بھوکے ہیں اور کسی نے توجہ نہ دی۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد خادمہ کھانا لے کر مسافر کی خدمت میں حاضر ہوئی، بے وقت کھانا دیکھ کر قندھاری تعجب میں پڑ گئے۔ اور وجہ پوچھی تو خادمہ نے حقیقت بیان کی۔

سیرت، کردار اور اخلاق و عادات کے لحاظ سے حضرت قطبِ ویلور خلقِ نبوی کے پیکرِ مجسم تھے۔ آپ کی سیرت کے صحیح خد و خال کی سچی تصویر شاہ عبد الحی قادری منگلوری سے زیادہ بہتر کون کھینچ سکتا ہے جن کو تیس سال تک حضرت قطبِ ویلور کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل رہا۔ لہٰذا ہم "مثنوی مطلع النور" سے ان ہی کا بیان درج ذیل کر رہے ہیں۔

حضرت قطب ویلور کے اندر صبر، شکر، سکون، وقار، صدق، مروت، ایثار، زہد، قناعت، حلم، عفو، تواضع اور اس جیسی بے شمار صفات پائی جاتی تھیں۔ آپ کے اندر حد درجہ سادگی اور بے تکلفی تھی۔ مریدین و معتقدین اور سارے لوگوں کے درمیان ایک ہی فرش پر بیٹھا کرتے تھے۔ اپنے لئے کسی قسم کا امتیاز پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور خواص ہو یا عوام سلام میں آپ ہی پہل فرماتے۔ آپ کے پاس جو بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوتا تو اس کے لئے تواضعاً للہ کھڑے ہو جاتے اور مصافحہ فرماتے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے۔ ہر مہمان کو اصرار کے ساتھ کم از کم تین دن اپنے پاس ٹھہرا لیتے اور ہر طرح سے اس کی دلجوئی فرماتے تھے۔

فقراء و مساکین اور سائلین کا ہمیشہ خاص خیال رکھتے تھے اور کبھی کسی کی دلشکنی نہیں فرماتے، اور کسی کو اپنے در سے محروم نہ کرتے۔ مزاج میں درویشانہ شان بے نیازی جلوہ گر تھی۔ چنانچہ کمالِ استغناء کا یہ عالم کہ زندگی بھر کسی سے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ امراء اور اغنیاء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان کے سامنے اکثر دنیا کی بے وفائی اور اس کے زوال و فنا پر روشنی ڈالتے، دشمنوں کے ساتھ بھی عفو و درگذر اور خاطر و مدارات فرماتے تھے اور جو لوگ اسلام قبول کرتے تو ان کی جانب خصوصیت کے ساتھ توجہ فرماتے اور ان کی تعلیم و تربیت کے ساتھ

حسب سنت اور ازراہِ تالیفِ قلب خصوصی عنایات،
والطاف فرماتے۔ اور مسلمانوں میں جب بھی کسی قسم کی نزاع
واقع ہوتی تو فوراً ان کے درمیان صلح وصفائی کی سعیٔ
بلیغ فرماتے۔

مولانا عبدالرحیم ضیا حیدرآبادی اپنی کتاب
"مقالاتِ طریقت" میں لکھتے ہیں:۔

"حقائق وسلوک میں اس دور کے مجدد ہیں،
متبع سنت اور قامع بدعت تھے۔ علم وعمل، تواضع وانکسار،
تحمل ووقار، توکل وقناعت، اور سخاوت وفراست میں
وحید العصر تھے۔ امراء واغنیاء سے بالکل بے پروا، اور
فقراء وغرباء کے ملجا وماوی تھے۔ تمام عمر صبر وتوکل میں
بسر کی۔ کسی کے پاس سے جاگیر لی اور نہ تنخواہ لی۔

حضرت قطب ویلور کا زندۂ جاوید کارنامہ
یہ ہے کہ آپ نے افراد سازی کا عظیم الشان کام وسیع
پیمانہ پر انجام دیا۔ اور آپ کی ذات گرامی سے لاکھوں
انسانوں نے تربیت باطنی کی نعمت پائی۔ چنانچہ عرب وعجم میں
سات لاکھ افراد نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔
حضرت قطب ویلور نے اپنے حلقۂ ارادت میں سے قریباً چار سو
ذی علم وفہم اور صاحب باطن اشخاص کو خلافت سے
مشرف فرماتے ہوئے مختلف علاقوں میں دعوت وتبلیغ
کے لئے روانہ فرمایا جنہوں نے وعظ ونصیحت، درس وتدریس
تصنیف وتالیف اور مدارس ومکاتب کے قیام کی راہ میں
عظیم الشان تاریخ ساز خدمات انجام دی ہیں۔ مولانا
عبدالرحیم ضیا حیدرآبادی نے اپنی کتاب "مقالات طریقت"
میں حضرت قطب ویلور کے نامور خلفاء کی مختصر فہرست
پیش کی۔ اس سے صرف چند اسمائے گرامی ذیل میں درج
کئے جارہے ہیں:۔

مولانا شاہ عبدالحی قادری بنگلوری

آپ مشہور واعظ تھے اور آپ کے قلم سے بہت سی
تصنیفات معرضِ وجود میں آئیں۔

سید شاہ میر قادری

آپ حافظ قرآن عالم وفاضل تھے۔ علوم شریعت و
حقیقت میں بڑا درک حاصل تھا۔

مولانا محمد خان بدخشانی ثم المدنی

عالم باعمل، فاضل اور صاحب کمال۔ ایک عالم کے
پیشوا اور متبع سنن سید المرسلین تھے۔

شیخ محمد استنبولی ثم المکی

شریعت وحقیقت کے جامع، مرشدِ کامل، عالم باعمل

مولانا محی الدین فقیہ قادری المعروف
استاد ویلے محی الدین۔

حضرت کے خلفاء میں وحید العصر، بلکہ اس ملک
میں فرید الدھر۔

مولانا سید عبداللہ صاحب چشتی قادری دہلوی بھوپالی

صاحب "مقالات طریقت" نے ان کا تعارف
ان بلند الفاظ میں کیا ہے۔ فاضل جلیل، حامی دین مصطفوی
واقف اسرار نبوی۔

مولانا حافظ حاجی محمد حنیف صاحب قادری

زہد و تقویٰ سے موصوف، عالم باعمل اور فاضل و کامل شخص تھے۔

ان اسمائے گرامی کے علاوہ اور بھی نامور خلفاء کے نام متعدد کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے مولانا عبدالوہاب قادری ویلوری بانی مدرسہ باقیات صالحات ویلور ہیں جنہوں نے حضرت قطبؒ ویلور سے تعلیم و تربیت حاصل کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ جیسا کہ صاحب "نزہۃ الخواطر" لکھتے ہیں صحب الشیخ محی الدین عبداللطیف الویلوری وأخذ عنه الطریقة۔

ایک اور نامور خلیفہ حضرت مولانا عبدالغفار چشتی سہروردی مسکین ہیں جو عالم و فاضل، اور ادیب و شاعر تھے۔

حضرت مولانا الحاج شاہ محمد قادری، یہ بھی حضرت قطب ویلور کے ممتاز خلفاء میں سے ہیں جنہوں نے چودہ برس تک اپنے مرشد سے استفادہ فرمایا، اور ہمیشہ خدمت میں رہا کرتے تھے۔ حضرت قطب ویلور کی دو کتابوں جواہر الحقائق اور جواہر السلوک کا اردو میں ترجمہ کیا جو "جواہر العرفان" اور "راہ سلوک" کے نام سے شائع ہو چکی ہیں۔

ایک اور خلیفہ حکیم بدرالدین شاہ صاحب ہیں جو علم و فضل اور سیرت و کردار میں امتیازی حیثیت

حضرت قطب ویلور کی عبقری پہلو دار عہد آفریں شخصیت کا ایک درخشاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے ایک ایسے دور میں جبکہ ہر طرف برطانوی حکومت و اقتدار کا غلبہ تھا وقت کے حکمرانوں مثلاً ملکۂ انگلستان اور ہندوستان کے مختلف علاقوں جیسے ایجادنگر ۔ صبح کونگرو۔ تروندرم۔ کالسٹیرونک کے راجاؤں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

حضرت قطبؒ ویلور کا یہ وہ داعیانہ کردار ہے جس کو ادا کرنے کی کسی ہندوستانی عالم نے ان حالات میں جرأت نہ کی۔

ذیل میں ملکۂ انگلستان اور اس کے وزراء اور عیسائی قوم کے نام بھیجا گیا ہوا عربی مکتوب ترجمہ کے ساتھ حاضر ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان من نطفة فجعله سمیعًا بصیرا، واعطه قلبًا منیرا ثم وهب لمن اراد فی العاجلة نعیمًا وملكًا كبیرا ۔ وفرق بين بدنه وقلبه ولتربية بدنه صب الماء صبًا وشق الارض شقًا وانبت فیها حبًا وعنبًا وقضبًا زیتونًا ونخلًا وحدائق غلبًا وفاكهة وابًا متاعًا لكم ولانعامكم ولتربية قلبه ارسل رسلا هداةً الی خالقه وربه۔

ترجمہ:-

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا، پھر اس کے کان اور ناک بنائے اور ایک روشن قلب عطا کیا، پھر دنیا میں جسکو چاہا دولت اور ملک عطا کیا، پھر اس کے قلب و جسم کی تربیت فرمائی۔ اس کے جسم کی تربیت کے لئے اوپر سے پانی برسایا، اور زمین کو پھاڑ کر چیرا اور اس کے اندر غلے، انگور، ترکاریاں، زیتون، کھجور، گھنے باغ، میوہ، چارہ اس کے اور اس کے جانوروں کے فائدے کے لئے اُگایا، اور اس کی قلبی تربیت کے لئے رسولوں کو اس کے رب اور خالق کی جانب راستہ بتانے کے لئے مبعوث فرمایا۔"

ایها الملك! جاء عیسیٰ بآیات من ربه یصوّر من الطین کهیئة الطیر فینفخ فیه فطیرًا باذن الله ویبرئ الاکمه والابرص ویحی الموتیٰ باذن الله کما جاء موسیٰ یفلق البحر وجاء محمد یشقق القمر فقد جاؤا بالمعجزات والنباء العظیم۔ وقالوا ان الله ربي وربکم فاعبدوه هذا صراط مستقیم۔

"اے ملکہ! عیسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی نشانیوں کے ساتھ آئے تھے۔ مٹی سے پرندے کی صورت بناتے تھے پس اس میں پھونکتے تھے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا تھا اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے اور مُردوں کو زندہ کرتے تھے اللہ کے حکم سے "جیسے کہ حضرت موسیٰ دریا کو پھاڑتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور چاند کو شق فرمایا، تحقیق کہ سب معجزوں اور کتاب عظیم کے ساتھ تشریف لائے اور سبھوں نے کہا، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمہارا رب ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو۔ اور یہی سیدھی راہ ہے۔"

ایها الملك! کان عیسیٰ مخلوقًا من غیر الاب کما کان آدم من غیر الاب والامّ۔ فکیف یکون خالقًا وربًّا۔

ایها الملك! کان عیسیٰ عبدًا مغلوبًا من الیهود وان الله غالب علیٰ کل شیئ فالعبد المغلوب کیف یکون الهًا ومعبودًا۔

ایها الملك! یوخذ العبد بذنبه لا بذنب غیره ولا تزر وازرة وزر اخریٰ فکیف اخذ الله عیسیٰ بذنب امّته والقاه فی جهنم واخذ بعقوبته۔

"اے ملکہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے، لہٰذا عیسیٰ خالق اور رب کیسے ہو سکتے ہیں؟

اے ملکہ! عیسیٰ علیہ السلام ایک بندہ مغلوب یہود سے تھے اور اللہ ہر چیز پر غالب ہے۔ پس عبد مغلوب معبود اور الٰہ کیسے ہو سکتا ہے؟

اے ملکہ! بندہ اپنے گناہ کے سبب سے پکڑا جاتا

ہے، غیر کے گناہ سے نہیں اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے کیونکر عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی امت کے بدلے پکڑا اور ان کو دوزخ میں ڈال کر عذاب میں ماخوذ کیا۔

ایھا الملك اخذ البریٔ بذنب غیرہ ظلم فاحش واللہ عادل فکیف یکون ظالما سبحانہ وتعالیٰ عما یقولون۔

ایھا الملك! بشّر یحییٰ باذن النبی الکبیر یأتی من بعدی کما فی الباب الثالث من متّی۔ وکان عیسیٰ نبیًا مبعوثًا الی بنی اسرائیل حاضرًا بین یدی یحییٰ نبیًا مبشرًا۔

ایھا الملك! ما ادعیٰ احد من الانبیاء الذین سبقوا علی نبینا محمّد بانقطاع النبوۃ فکیف خلا الزمان الی ھذا الامر البعید عن النبی ناصحًا امینًا۔

ایھا الملك! ادّعیٰ نبیّنا بانہ نبی مبعوث الی الناس کافۃ وخاتم الانبیاء ولم یات نبیٌ بعدہ کما ادّعاہُ فکیف لم یکن نبیًا مبشرًا خاتمًا۔

ایھا الملك! ان الانکار من عمّال الملك بغی کذلك الانکار من انبیاء اللہ کفر، وان الانکار من نبی اللہ عیسیٰ کفر کذلك الانکار من نبی اللہ محمد کفر عصمنا اللہ تعالیٰ عمّا ینکرون۔

(ترجمہ) اے ملکہ! کسی بے گناہ آدمی کو غیر کے گناہ کے سبب سے گرفتار کرنا کھلا ظلم ہے اور اللہ کی ذات عادل ہے تو اللہ تعالیٰ کیسے ظالم ہوگا۔ اس کی ذاتِ پاک اور بلند ہے، اس سے جو کفار کہتے ہیں۔

اے ملکہ! حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے بعد ایک بزرگ نبی کے آنے کی بشارت دی جیسا کہ انجیل متّی کے تیسرے باب میں ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی جانب حضرت یحییٰ کی موجودگی میں نبی بنا کر مبعوث کئے گئے تو حضرت یحییٰ کی بشارت حضرت عیسیٰ کے لئے کیسی ہوگی۔

اے ملکہ! پیغمبروں میں سے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ہوئے ہیں کسی نے ختم نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تو کس طرح زمانہ مدت دراز تک نبی ناصح امین سے خالی رہے گا۔

اے ملکہ! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کے ساتھ دعویٰ کیا کہ وہ تحقیقاً نبی ہیں، اور تمام انسانوں کی جانب بھیجے گئے ہیں۔ یقیناً وہ خاتم الانبیاء ہیں کیونکہ کوئی نبی ان کے بعد نہیں آیا جیسا کہ انہوں نے دعویٰ کیا تو نبی مبشر کیسے خاتم النبیین نہ ہونگے۔

اے ملکہ! بے شک عاملوں سے انکار بادشاہ سے بغاوت ہے۔ اسی طرح اللہ کے نبیوں سے انکار کفر ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ کا انکار

عمّا ینکرون۔

ایّھا الملک! ان البغی موجب للآفات کذٰلک الکفر مورث للعقوبات وانّ فی اطاعۃ الملک وعاملہ امن وراحۃ ولیس فی عیش المطیع ولا فی سکونہ ثقبۃ کذٰلک فی الایمان باللہ ونبیہ امان وجنۃ ولیس فی دولۃ الملک ولا فی ملکہ ثلمۃ۔

ایھا الملک! الدولۃ الفانیۃ سمٌّ قاتل والملک ظل زائل یزول بحادثٍ او وارثٍ فالموت حق والبرزخ حق والبعث حق والحساب حق وعلم اللہ بالسر والعلانیۃ حق والجنۃ والنار حق، خف من اللہ تعالٰی فانہ خلقک وربّاک واعطاک ملکا وبیدہ الحیٰوۃ والموت والبعث والحساب والعفو والعقاب انہ ھو الغفور الرحیم وان بطشہ شدید وعذابہ الیم۔

ایھا الملک! لا تجعل مع اللہ الٰھا اٰخر فتلقی فی جھنم ملومًا مدحورًا۔

(بسلسلۂ ترجمہ) کفر ہے۔ ایسا ہی اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کفر ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ ان سے جو انکار کرتے ہیں محفوظ رکھے۔ آمین۔

اے ملکہ! تحقیق بغاوت آفتوں کے لئے سبب ہے۔ اسی طرح کفر عذاب کے لئے سبب ہے اور یقیناً بادشاہ اور عاملوں کی اطاعت میں امن وراحت ہے اور فرماں برداروں کے عیش اور سکون میں کوئی رخنہ نہیں ہے، اسی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان لانے میں امان اور جنت ہے۔ اور بادشاہ کے دولت وملک میں کوئی رخنہ نہیں ہے۔

اے ملکہ! مال ودولت فانی اور زہر قاتل۔ بادشاہت ڈوبنے والا سایہ ہے کسی حادث یا کسی وارث سے زائل ہو جاتا ہے پس موت حق ہے۔ برزخ حق ہے۔ بعث بعد الموت حق ہے۔ حساب حق ہے اور اللہ کا ظاہر و پوشیدہ کو جاننا حق ہے۔ جنت و دوزخ حق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر، اس لئے کہ اللہ نے تجھکو پیدا فرما کر تیری پرورش کی اور تجھے ملک عطا فرمایا اور اس کے ہاتھ میں حیات وممات اور مار کر اٹھانا اور حساب عفو وعقاب ہے، بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے اور بیشک اس کی گرفت سخت اور عذاب دردناک ہے۔

اے ملکہ! اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ ٹھہرا کیونکہ وہ ملامت کیا ہوا روندہ ہوا دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اے ملکہ! تحقیق کہ اہل کتاب مخلوق کو کیوں پوجتے ہیں اور خالق کو کیوں چھوڑتے ہیں۔ حالانکہ عقل رکھتے ہیں۔ اور کس واسطے حق کو باطل کے ساتھ چھپاتے ہیں، حالانکہ وہ سب جانتے ہیں۔

ایھا الملک! ان اھل الکتاب لم

يعبدون المخلوق ويذرون الخالق وهم
يعقلون ولم يلبسون الحق بالباطل ويكتمون
الحق وهم يعلمون ۔

ايها الملك! انى لا اقول لاهل الكتب
إلّا ان تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان
لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئًا ولا يتخذ
بعضنا بعضًا اربابًا من دون الله فان تولّوا
فاشهدوا بانّا موحدون ۔

ايها الملك! انى ادعوك الى الله
تعالىٰ وتوحيده اَسلم تسلم يؤتك الله اجرك
مرتين اجرك واجر اتباعين فان توليت فعليك
اثمك واثم المليعين ۔

ايها الملك! انى لك ناصح امين ان
اريد الا الاصلاح ما استطعت وما توفيقى الا
بالله عليه توكلت واليه انيب ۔

ايها الملك: ما اسئلك عليه من
اجر ان اجرى الا على رب العالمين ۔

من محى الدين وارث خاتم النبيّين
الى الملكة الوكتوريه واركان المشورة وسائر
العيسويين هداهم الله الى سبيل الرشاد
وحماه عن كل شر وفساد ۔

(بسلسلۂ ترجمہ) اے ملکہ! میں اہل کتاب کو نہیں کہتا ۔ مگر
یہی بات کہ ایک بات کی جانب آؤ جو ہمارے اور تمہارے
درمیان برابر ہے' وہ یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت
نہ کریں' اور ہم میں کا بعض' بعض کو سوائے اللہ کے معبود
نہ ٹھہرائے ۔ پس اگر تم پھر جاؤ تو گواہ رہو' اس بات کے
ساتھ کہ ہم موحّد ہیں ۔

تم اے ملکہ! بے شک میں اللہ اور اس کی توحید
کی جانب بلاتا ہوں' اسلام لاؤ تو سلامت رہوگی' تجھکو
اللہ تعالیٰ تیرا دو بدلہ دیگا' تیرا بدلہ اور تیرے تابعین کا
بدلہ پس اگر تم پھر گئی تو تجھ پر تیرا اور تابعین کا گناہ ہے ۔

اے ملکہ! بے شک میں تم لوگوں کو نصیحت
کرنے والا امین ہوں' سوائے نیکی کے کوئی ارادہ نہیں رکھتا
ہوں جس قدر کہ طاقت رکھتا ہوں ۔ اور نہیں توفیق
مگر اللہ کی جانب ہی سے ہے ۔ اور میں اسی پہ بھروسہ
کرتا ہوں اور اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں ۔

اے ملکہ! میں اس دعوتِ اسلام کی پیشکش
کے ضمن میں تم سے کچھ بدلہ اور عوض نہیں چاہتا
ہوں ۔ بے شک میرا بدلہ میرے رب العالمین پہ ہے ۔

محی الدین' وارث خاتم المرسلین کی جانب سے
ملکۂ وکٹوریہ اور اس کے وزراء اور تمام عیسائیوں کی
طرف ۔

اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے اور واضح راستہ کی
ہدایت دے اور ان کو گمراہی و فساد سے بچائے ۔

آمین!

حضرت قطب ویلور نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبان میں معرکۃ الآرا و شاندار گراں مایہ علمی و تحقیقی کتابیں لکھی ہیں۔ راقم الحروف کو عربی زبان میں آپ کی تصنیف کردہ تین کتابوں کا سراغ لگا ہے۔ ان میں سے ایک کتاب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تصنیف "تحفۂ اثنا عشریہ" کا ترجمہ ہے، جو حضرت قطب ویلور نے قیام مکۃ المکرمہ کے زمانہ میں شریف مکہ کی درخواست پہ لکھا ہے۔ جس کا ثبوت پہلی مرتبہ راقم الحروف کو ایک قلمی بیاض سے فراہم ہوا۔ افسوس کہ یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔ تحقیق جاری ہے کہ کہیں ہاتھ لگ جائے۔

قلمی مخطوطہ کی عبارت من وعن درج ذیل ہے:

"گویند کہ سلطان روم جہت ترجمۂ کتاب "رد اثنا عشریہ" فارسی کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، انرا در رد مذہب قوم شیعہ بغایت تحقیقات از اسناد و دلائل معتبرین تالیف نمودہ اند از مدت مدید شوق تمام داشتہ کہ اگر کسے ایں کتاب را از فارسی بہ عربی ترجمہ کند من صباح و مسا بہ مطالعہ خود خواہم داشت۔ بایں قصد بشریف مکہ زادہم اللہ تشریفا و تکریما اعلام نوشت کہ اگر کسے مولوی ذوی اللسانین از ہندوستان بہ مکہ آید ایں کتاب اثنا عشریہ را بہ عربی ترجمہ کنانیدہ معہ مولوی مترجم بہ پیش گاہ خلافت ما فرستد۔

چوں حضرت شاہ محی الدین قادری بہ بیت اللہ رسیدند۔ شریف مکہ از قدوم فیض لزوم آنحضرت خبر یافتہ بہ کمال ابتہاج و مسرت دلے تعظیم و توقیر بدرجۂ اتم مرعی داشتہ استدعاء ترجمۂ کتاب ممدوح بسیار از آرزو و خواہش خود نمودہ آنحضرت ملتمس او را مبذول داشتہ میان عظمت بر آں کار عظیم ببستہ در چندیں ایام از بار ہمت ترجمۂ آں فارغ البال گشتہ عزم بالجزم بمراجعت وطن مالوف خویش نمودند۔

اگرچہ شریف مکہ جہت رفتن آنحضرت بہ مملکت روم بسیار بجد شدہ لاکن آنحضرت دست رد بر سینہ ملتمس او نہادہ متوجہ دیار خود گشتند۔

سلطان روم از مشاہدۂ کتاب موصوف بسیار خرم و شادماں گردیدہ بر چشم و روی خود مالید، لاکن از باعث عدم تشریف آوری آنحضرت بسیار رنجیدہ خاطر و محزون گشتہ متاسف گردید۔"

یعنی سلطان روم کو مدت دراز سے یہ خواہش دامنگیر تھی کہ اگر کوئی صاحب حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب اثنا عشریہ کو فارسی سے عربی میں ترجمہ کرے تو اس کا مطالعہ کیا جائے۔ اس آرزو کی تکمیل کے لئے شریف مکہ کو اطلاع بھجوائی کہ ہندوستان سے کوئی عالم فارسی و عربی پہ عبور رکھنے والا مکہ مکرمہ آئے تو اس کتاب کا عربی ترجمہ کرائیں اور مترجم کو کتاب کے ساتھ ہماری حکومت میں بھیج دیں۔

چنانچہ حضرت قطب ویلور مکۃ المکرمہ پہنچے،

تو شریف مکہ آپ کے قدوم فیض لزوم سے بہت شاداں و فرحاں ہُوا اور آپ سے "اثنا عشریہ" کو عربی میں ترجمہ کرنے کی استدعا کی۔ آپ نے قبول فرمایا، اور چند دنوں کے اندر اس کارِ عظیم کو مکمل کیا۔ سلطان روم کی حسب خواہش شریف مکہ آپ کو مملکت روم بھیجنا چاہا لیکن آپ نے روم جانے سے انکار کیا۔ سلطان روم نے جب ترجمۂ کتاب ملاحظہ کیا تو بے پایاں مسرور ہوا۔ اور حضرت قطبِ ویلور کی عدم تشریف آوری پہ رنجیدہ اور متاسف ہُوا۔

② صراطِ مستقیم

یہ کتاب آپ نے مکہ مکرمہ کے قیام کے زمانہ میں تصنیف کیا جس میں ایمان کی بحث کو دلائل عقلیہ سے مدلل کیا ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالحی بنگلوری رقمطراز ہیں :۔

پہلے مکہ میں وہ صراط لکھا
اس میں مجمل بیاں ہے ایماں کا
اس بیاں کو دلیلِ عقلی سے
ہے مدلّل کیا ہے دیکھ اسے

③ رسالۂ الف مقام

آپ کی یہ عربی تصنیف فردوسِ حجاز طائف کی یادگار ہے جس میں ایک سو مقامات کی تشریح بیان کی گئی ہے جو سالک کے لئے ضروری اور اہم ہیں۔ شاہ عبدالحی بنگلوری لکھتے ہیں :۔

اور طائف میں وہ کیا ارقام — یک سالہ بذکر الف مقام
یعنی سالک کو جو ضروری ہیں کام — کہ یقیں طے کرے ہزار مقام
کیا تفصیل اسکی با ایجاز — عربی میں ہے وہ نکو انداز

آپ کی فارسی تصانیف درج ذیل ہیں :۔

④ جواہر الحقائق

یہ کتاب فلس کیپ سائز کے ۱۸۱ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۱۲۷۲ھ میں مطبع مظہر العجائب مدراس سے طبع ہوئی۔ اس کتاب میں مصنف علیہ الرحمہ نے علم تصوف، موضوع، مبادیات، مسائل، وجود، اور اس کی اقسام، تنزلات ستہ، روح اور اس کی اقسام، تنزلاتِ ستہ، رُوح اور اسکی اقسام، جوہر ھبا، جسم کل، شکل کل، عرش، ساتوں آسمان، فلک اطلس، فلک المنازل، کرۂ ابتر، کرۂ ہوا، کرۂ ارض، حقیقتِ انسان، اور صفاتِ الٰہیہ، حقیقت دارین وغیرہ عقلی و نقلی، دلائل کی روشنی میں مفصل بحث کی ہے، اور آخر میں ایک مفید ضمیمہ بھی شامل ہے۔

⑤ جواہر السلوک

اس کتاب کا سن تصنیف سنہ ۱۲۸۱ھ ہے۔ صراط موصل: ھذا الی اللہ (۱۲ ۸۱) سے اس کی تاریخ تصنیف نکلتی ہے۔ یہ کتاب فلسکیپ سائز کے ۲۴۳ صفحات پہ چھپی ہوئی ہے سنہ ۱۲۸۳ھ میں مطبع مظہر العجائب مدراس سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب چالیس فوائد (ابواب) اور چند ضمیموں پر مشتمل ہے جس کو مصنف نے نواب امیر اللہ عولہ کی فرمائش پہ لکھا ہے جیسا خود فرماتے ہیں :

اللطیف۔ یہ سلوک معنوی کے چند جواہر ہیں جو حروف
وکلمات کی لڑی میں پروئے گئے ہیں اور سیر وسفر انسانی
کے وہ بلند فوائد ہیں جو پردۂ غیب سے جلوہ گاہ شہادت
میں لائے گئے ہیں۔ یہ رسالہ دریوزہ گروں کے کشکول کی
طرح گوناگوں نوالوں سے لبریز اور درویشوں کی گدڑی
کی طرح الگ الگ ٹکڑوں کی ایک ہیئت مجموعی ہے۔

حضرت قدس سرہٗ نے سلوک و تصوف کے
اہم مسائل اور مباحث پر مستند کتابوں کے حوالہ سے فاضلانہ
و محققانہ بحث کی ہے۔ اور آپ کی یہی دو کتابیں ہیں جن
کی بدولت حضرت قطب ویلور کی شخصیت صوفیائے کرام
میں ممتاز اور جگمگاتی نظر آتی ہے۔

راقم الحروف کو مذکورہ دونوں کتابیں سبقاً
سبقاً پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور یہ معرکہ آرا کتابیں
دار العلوم لطیفیہ کے نصاب فاضل میں شامل ہیں۔
کتاب جواہر السلوک کے دس فوائد کا اردو ترجمہ شائع ہوچکا
ہے جسکو مولانا شاکر نائطی ؔ افضل العلماء مولوی سید
مصطفےٰ حسین بخاری صاحب سابق استاد دار العلوم
لطیفیہ نے کیا ہے۔ اس ترجمۂ کتاب کے آغاز میں مولانا
مولوی محمد حسین صاحب ایم اے استاد دار العلوم
لطیفیہ کا محققانہ مبسوط مقدمہ شامل ہے اور بقیہ تئیس
فوائد کا ترجمہ بھی مولانا محمد حسین صاحب بحسن و خوبی
کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد تشنگانِ علم تصوف
کو میسر آنے کا موقعہ فراہم ہوگا۔

(۶) فصل الخطاب فی الفرق بین الخطاء والصواب

حضرت قدس سرہٗ نے مختلف فیہ مسائل پر مشتمل
یہ کتاب ۱۲۷۷ھ میں لکھی ہے اور کتاب کے آغاز میں بیس
مقدمات جو باہم مربوط ہیں پیش لفظ کے طور پر سپرد قلم
کیا ہے جس کے مطالعہ کے بعد مصنف کا مقصد تحریر نکھر
کر سامنے آجاتا ہے۔ اس کے بعد چالیس مستقل عنوانات
پر صوفیاء اور فقہا کی مستند و معتبر کتابوں سے روشنی
ڈالی ہے۔ کتاب کا انداز بیان نہایت سنجیدہ ہے۔ حتیٰ کہ
مخالفین مسلک کے حق میں بھی نازیبا اور ناروا الفاظ کا
استعمال نہیں ہے۔ کتاب فصل الخطاب درحقیقت حضرت
قطب ویلور کے مسلک و مشرب کو سمجھنے کا صحیح اور مستند
ذریعہ ہے۔

(۷) غایۃ التحقیق

حضرت قطب ویلور کی مایۂ ناز شاہکار تصنیف
جواہر الحقائق منظر عام پر آئی تو اس میں بیان شدہ
حقائق و معارف اور دقائق و غوامض موضوع بحث
بن گئے۔ جس کی وجہ سے پیارم پیٹ کی ایک ذی علم
شخصیت مولانا ٹیپو حسین کے استفسارات پر حضرت
قدس سرہٗ کو یہ تحقیقی کتاب لکھنا پڑا جس میں آپ نے
مسائل کے بارہ سوالات کے جوابات دیتے ہوئے خصوصیت
کے ساتھ مسئلہ وحدت الوجود کو عقلی و نقلی دلائل سے
مدلل و مشرح کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۲۸۰ھ میں مدراس کے
منظر العجائب سے چھپی ہے۔ لیکن اب نایاب ہے۔ اس کا

ایک نسخہ کتب خانۂ دارالعلوم لطیفیہ میں محفوظ ہے۔
راقم الحروف کا کیا ہوا ترجمہ فارسی متن کے ساتھ گذشتہ تین سال سے سالنامۂ اللطیف میں قسط وار شائع ہو رہا ہے۔

(۸) مکتوباتِ لطیفی

حضرت قطبِ ویلور نے اپنے مریدین ومعتقدین اور سائلین کے نام وقتاً فوقتاً جو خطوط اور فتاوی روانہ فرمایا تھا ان سب کو حضرت مولانا سید محمد قادری نے فاضل مکتوب نگار کی حیات میں جمع کیا ہے، اور حضرت قدس سرہٗ کے اسم مبارک عبداللطیف کی مناسبت سے اس رنگارنگی گلدستہ کا نام "مکتوباتِ لطیفی" تجویز فرمایا ہے۔
اس کا ایک ہی قلمی نسخہ ہے جو تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے دارالعلوم لطیفیہ میں محفوظ ہے۔

صاحب جمع وتدوین رقمطراز ہیں۔ فہذہ مکتوبات لطیفۃ مشتملۃ علی الفوائد ومحتویۃ علی الغرائب والفرائد الذی حررھا استاذی ادام اللہ ظلال بقائہ .... ایں اضعف بندگانِ سید محمد عفا اللہ عنہٗ خوفاً للانتشار ونفعاً للعام درصدد جمعیتش افتاد وبمناسبت اسم شریف حضرت آنحضرت معز الیہ مکتوباتِ لطیفی تسمیہ اش نہاد، تا ناظرین از و بہرہ ور گردند وایں نقیر را از دعائے خیر محروم نگردانند۔

حضرت قطبِ ویلور کی اردو تصنیفات حسب ذیل ہیں:

(۹) خلاصۃ العلوم

اس رسالہ میں حضرت قدس سرہٗ نے خود شناسی، خدا شناسی، دنیا شناسی اور آخرت شناسی پر عام فہم انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ یہ رسالہ سنہ ۱۳۰۱ھ میں مطبع احمد قلندر عسکر بنگلور سے شائع ہوا تھا۔ رسالہ بالکل ناپید ہونے کے باعث سالنامہ اللطیف ۱۳۹۲ھ میں ضروری حواشی ونوٹ کے ساتھ شائع کیا جا چکا ہے۔

(۱۰) احیاء السنہ

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں حضرت قدس سرہٗ نے احیاءِ سنت اور اماتت بدعت پر کتاب وسنت اور صوفیائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں بحث کی ہے۔ یہ رسالہ سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں شائع ہوا تھا اب بالکل نایاب ہے۔

(۱۱) احیاء التوحید

رسالہ کے نام ہی سے موضوع کی نشان دہی ہو رہی ہے۔ یہ رسالہ بھی نایاب ہے۔

(۱۲) شفاعت بالاذن

شفاعت نبویؐ پر قرآن وحدیث اور اہل سنت و جماعت کے مسلک کی روشنی میں مدلل ومحقق فتویٰ ہے، جو حضرت قدس سرہٗ نے مروگل کے قاضی سید مخدوم صاحب کے استفسار پر لکھا تھا۔ سنہ ۱۲۷۳ھ میں یہ فتویٰ مطبع مولوی فیض اللہ کلکتہ سے شائع ہوا تھا۔ نایاب ہونے کی وجہ سے افادۂ عام کی خاطر سالنامۂ اللطیف سنہ ۱۴۰۰ھ میں آیات واحادیث اور فارسی اقتباسات کے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

(۱۳) رسالہ قطرہ
(۱۴) فتویٰ آثار شریف
(۱۵) تنبیہ الجاہلین

حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ کی تصانیف کی فہرست مختصر تبصرہ کے ساتھ پیش کی گئی۔ آپ کی تمام کتابوں کا تفصیلی مطالعہ اور جائزہ ایک مستقل تحقیقی کام ہے۔ آپ کے قلم میں حد درجہ روانی پائی جاتی ہے۔ علمی حقائق، استدلال کی قوت، بیان کی شستگی و شگفتگی، اسلوب میں یکسانیت و ہمواری، اعتدال و توازن، مخلصانہ خالص علمی تنقید، یہ وہ خوبیاں ہیں، جو حضرت قطب ویلور کی تصانیف میں ہر جگہ نظر آئیں گی۔

حاصل کلام حضرت قطب ویلور جامع الصفات اور گوناگوں خصوصیات و کمالات کے مالک تھے۔ آپ اپنے وقت کے قطب، عاشق رسول ﷺ، مشفق مربی و مزکی، روشن ضمیر مرشد، عظیم مصلح، مخلص داعی، یگانۂ روزگار، عالم و فاضل، بلند پایہ فقیہہ و مفتی، عربی و فارسی کے ممتاز صاحب طرز نثر نگار، فن تصوف کے ماہر اور بالغ النظر مصنف تھے۔

ان ہی ہمہ گیر متنوع خصوصیات کے باعث آپ کی ذات اقدس سے ایک نسل اور ایک صدی متاثر ہوئی۔

۷۸۶
۹۲

خلاصۃ الصالحین

شمس العلماء حضرت مولانا رکن الدین
سید شاہ محمد قادری ویلوری
علیہ الرحمۃ

۱۲۶۹ھ - ۱۳۲۵ھ

اس خانوادہ کی چھٹی صاحبِ ولایت بزرگ شخصیت شمس العلماء حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری ویلوری ہیں، جو حضرت قطبِ ویلور کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت حضورِ اکرمؐ اور متعدد بزرگوں کی پیشین گوئی کے مطابق ۲۲ر شوال المکرم سنہ ۱۲۶۹ھ کو ویلور میں ہوئی۔ حضرت قدسؒ ویلور اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں :-

"جدی وشیخی حضرت عبداللطیف المعروف بہ محی الدین ذوقیؒ پیش از ہشتاد وشش سال در مراقبات خود از پسر یکہ موصوف بہ علوّ مراتب وعمر دراز بود و مسمٰی بہ سید محمد باشد بشارت دادہ اند وجدی وشیخی رکن الدین حضرت سید شاہ ابوالحسن قربیؒ برآں مراقبہ تہنیت نوشتہ اند قدس اللہ روحہما وافاض علینا فتوحہما ایضاً فقیر بشارت ہائے دیگر دارد کہ ترجمان آں وقت مساعدت وکاغذ کفایت نمی کند۔"

میرے جد وشیخ حضرت عبداللطیف المعروف بہ محی الدین ذوقیؒ نے چھیاسی سال قبل اپنے مراقبات کے ذریعہ ایک ایسے فرزند کی بشارت دی ہے جو سید محمد کے نام سے موسوم اور عمر دراز و مراتب عالیہ سے موصوف ہوگا اور میرے شیخ وجد رکن الدین حضرت سید شاہ ابوالحسن قربیؒ نے اس مراقبہ پر تہنیت لکھی ہے نیز فقیر اور بھی بہت سی بشارتیں رکھتا ہے جن کی نشان دہی میں قلتِ وقت اور دامنِ مکتوب کی کوتاہی مانع ہے۔

خانوادۂ اقطابِ ویلور کے مصنف لکھتے ہیں،

کہ حضرت قطبؒ ویلور نے مکہ مکرمہ میں ایک خواب دیکھا تھا کہ حرم مقدس میں ایک پودا اُگ آیا ہے جو دیکھتے ہی دیکھتے ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر گیا اور اس کی شاخیں کعبۃ اللہ پر سایہ فگن ہوگئیں۔ اس خواب کا ذکر آپ نے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق سے کیا تو وہ بہت محظوظ ہوئے اور یہ تعبیر بیان کی کہ آپ کو ایک صالح فرزند ہوگا۔ اور اس سے اور اسکی اولادِ امجاد سے اہلِ عالم کو فیض پہنچے گا۔

حضرت مولانا رکن الدین قادری نے اپنے والدِ بزرگوار حضرت قطب ویلور اور فاضل اساتذہ روزگار سے علم حاصل کیا۔ اور حضرت مولانا شاہ محمد حنیف قادری سے علوم معقول ومنقول کی تکمیل فرمائی جو اس دور میں دارالعلوم لطیفیہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ مولانائے موصوف کو علم معقول ومنقول اور حقائق ومعارف میں مہارتِ تامہ حاصل تھی اور آپ حضرت قطب ویلور کے خلیفۂ خاص تھے۔

حضرت مولانا رکن الدین قادری نے علوم دینیہ

کی تکمیل اور اسرار و حقائق کی تحصیل میں بڑی محنت
فرمائی۔ صاحب "مقالاتِ طریقت" آپ کے تعلق سے
رقمطراز ہے: "صاحب زادۂ ارجمند نہایت متقی اور
پرہیزگار ہیں۔ اوقاتِ عزیزیہ کو تحصیل علوم دینیہ
اور کمال اسرار باطنیہ میں صَرف کرتے ہیں۔"

آپ نے اپنے والد ماجد کے زیر سایہ منازلِ
سلوک طے فرمایا اور مدینہ منورہ میں بیعت و خلافت اور
ایک سو اکانوے سلاسل میں خلافت و اجازت سے
سرفراز ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف انیس [۱۹]
سال تھی۔ مولانا عبدالعزیز خلیفہ حضرت قطب ویلور
مصنف سفرنامہ حضرت قطب ویلور آپ کی خلافت سے
متعلق رقمطراز ہیں:

حضرت (قطب ویلور) نے راقم السطور سے فرمایا
خلافت نامہ تیار کرو۔ حسب ارشاد خلافت نامہ کا مسودہ
تیار کرکے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے من
اولہ الی آخرہ ملاحظہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ اس کا
مبیّضہ لکھیں۔ پھر راقم تبئیض کرکے حضور کی خدمت میں
پیش کیا، پھر آپ نے ملاحظہ فرمایا، اور اس قرطاس مبیضہ
پر اپنے دستِ مبارک سے دستخط کی اور اس کے بعد صاحبزادے
کو جبّہ پہنایا اور ان کے سر پر دستار باندھی اور دُعا
فرمائی۔

حج بیت اللہ و مدینہ منورہ سے واپسی کے
بعد ۳ر جمادی الآخر روز پنجشنبہ ۱۲۸۹ھ کو رسم
سجادگی ادا کی گئی۔ مولانا شاہ عبدالحی قادری بنگلوری
نے اس موقعہ پر درج ذیل شعر بطورِ تہنیت پیش فرمایا۔

اُس سے سجادۂ مشیخت کو۔
صدر ارشاد اور ہدایت کو
چوں کہ مولا نے آج زینت دی
روز افزوں کرے یوں ہی
ہو سزاوار اس کو یہ مکنت
یہ فقیری کی عزت و حُرمت
ہو مبارک اسے یہ دُرویشی
ہو مبارک یہ خیر اندیشی
ہو مبارک یہ شانِ آبائی
فقر کی یہ نشان آبائی
یہ مشیخت کی مسندِ اطہر
یہ طریقت کی خلعتِ انور
جلوہ گر ہووے اس سے لیل و نہار
ہو مبارک اسے یہ سِرّ و جہار
یہ خلافت کا خرقۂ والا
ہو مُبارک اسے یہ شانِ عُلا
ہو مبارک یہ مسند آرائی
ہو مُبارک یہ جلوہ پیرائی
ہو یہ سجادگی اسے شایاں
ہووے سجادہ اس سے عز و شاں
ان کے والد کی جانشینی رب

یہ کرے ساز وار اس کو رب
اسی کو یہ مرتبہ مبارک باد
بہ محمدؐ و آلہ الامجاد

مولانا عبدالقادر علی متوفی نے بھی جلسہ سجادہ نشینی کے موقعہ پر ایک مفصل تہنیت نامہ پیش فرمایا اور اس میں تاریخ درج فرمائی ہے۔

مسند آرا ہوا ہے جب وہ باعزت و شوکت و وجاہت
منہ سے نکلا ہے اک جہاں کے
زیبا با مسند خلافت
۱۲۸۹

حضرت مولانا رکن الدین قادری نے ایک ایسے دور میں آنکھیں کھولیں جو علم و فضل، دعوت و تبلیغ، اصلاح و تزکیہ، حرکت و انقلاب، جدید تہذیب و ثقافت اور مغربی علوم و فنون کی حیثیت سے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ کے زمانہ میں حضرت قطب ویلور کے بہت سے تلامذہ اور خلفاء نے اصلاح اور تجدید و احیاء سنت کا کام وسیع پیمانہ پر شروع کر دیا تھا' اور ان احوال و ظروف کا اثر آپ کی شخصیت پر بھی گہری طرح پڑا۔ چنانچہ اسی تاثر کا نتیجہ تھا کہ آپ نے یورپ کے سیلاب استعماریت کے مقابلہ میں مسلمانوں کے نظام تعلیم کی طرف خاصی توجہ مبذول فرمائی اور اپنے جد اعلیٰ حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری کے مقدس ہاتھوں سے وجود پذیر خانقاہی درسگاہ مدرسۂ لطیفیہ کی جدید تشکیل کی اور درس نظامیہ کے نصاب کو جاری کیا اور سنہ ۱۳۰۲ھ میں طلباء کی رہائش کے لئے خوبصورت کشادہ دارالاقامہ اور درس و تدریس کے لئے وسیع و عریض ہال تعمیر کیا۔

اس مقام پر ایک غلط فہمی کا ازالہ شاید بے محل نہ ہو کہ حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری کے زمانۂ سجادگی میں یہ خانقاہی درسگاہ مدرسۂ لطیفیہ تشکیل جدید اور نشاۃ ثانیہ سے ہمکنار ہوئی تو بعض اہل قلم کو یہ تسامح ہو گیا کہ مدرسۂ لطیفیہ کی بنیاد اسی زمانہ میں رکھی گئی۔

در اصل تاریخی حقیقت یہ ہے کہ اس درسگاہ کی خشت اولین سنہ ۱۰۴۰ھ اور سنہ ۱۰۵۰ھ کے درمیانی عرصہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور فرمان پر حضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری کے ہاتھوں رکھی گئی جس کے بعد مختلف ادوار میں تعمیرات و ترمیمات اور اضافوں کا سلسلہ جاری و ساری رہا۔ چنانچہ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قادری قربی نے سنہ ۱۱۷۹ھ میں قلعۂ ویلور کے شمالی حصہ میں خانقاہ کی عمارت تعمیر کی اور آپ مختلف خدمات اور فرائض کے علاوہ خود طلبا کو درس بھی دیتے تھے۔ اور کثیر تعداد نے آپ سے فارسی زبان و ادب کی تکمیل کی جیسا کہ حضرت مولانا باقر آگاہ مدراسی اپنی تصنیف "تحفۃ الحسن فی مناقب سید ابوالحسن" میں رقمطراز ہیں کہ اکثر طلباء آپ ہی سے فارسی پڑھنے کے آرزومند ہوتے تھے۔ آپ کی موجودگی میں دوسرے

اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنا انہیں گوارہ نہیں ہوتا۔ ویلور اور اس کے گرد و نواح میں جتنے بھی فارسی کے فاضل ہوئے ہیں وہ سب حضرت قربی ہی کے شاگرد تھے یا ان کے تلامذہ کے شاگرد تھے۔

"واکثر مردمان تدریس و نسخ متداولہ
فارسیہ از حضرت ایشاں حظ کامل و
نفع شامل گرفتہ اند و دریں ملک ہر کہ
ہست از شاگرداں ایشاں ست، یا
شاگرد شاگرداں ایشاں"۔

حضرت قربی کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی ویلوری نے بھی مدرسہ کی جانب خصوصی توجہ مبذول فرمائی، چنانچہ آپ کے دور میں مختلف علاقوں سے آئے ہوئے طالبان علوم و معرفت کے لئے ایک منتقل رہائش گاہ اور مختلف علوم و فنون پر مشتمل ایک عظیم کتبخانہ معرض وجود میں آگیا اور حضرت ذوقی دور دراز سے آئے ہوئے طلباء کے لئے کھانے پینے کا انتظام فرماتے تھے۔ اور آپ خود طلبۃ العلوم کو درس دیتے تھے۔ فضل العلماء مولانا محمد یوسف کوکن صاحب اپنی کتاب "کرناٹک میں عربی و فارسی" میں رقمطراز ہیں:-

حضرت ذوقی علم و ادب اور طالبان زبان کے لئے مرکز بن گئے۔ اور مختلف علاقوں کے طلباء آپ کے پاس استفادہ کے لئے حاضر ہونے لگے اور آپ ان کے لئے خورد و نوش کا انتظام کرتے۔

حضرت ذوقی کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ سید ابو الحسن قادری محوی ویلوری نے خانقاہ کی توسیع فرمائی اور ایک مسجد تعمیر کی اور مدرسۂ لطیفیہ کی عالی شان عمارت بنوائی جس کا ذکر حضرت عبدالحی واعظ بنگلوری نے اپنی کتاب "مطلع النور" میں کیا ہے:-

مسجد و خانقہ رباط کلاں
مدرسہ وہ بنایا عالی شاں

حضرت محوی کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا الحاج سید شاہ عبداللطیف المعروف بہ شاہ محی الدین المشہور بہ قطب ویلور کے دور سجادگی میں یہ تاریخ ساز درسگاہ پورے جنوب میں غیر معمولی شہرت پاچکی تھی۔ ہزاروں طالبان علوم و معرفت تعلیم اور تزکیۂ باطن کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے۔

حضرت قطب ویلور نے اپنی ہمہ گیر خدمات کے ساتھ مدرسہ کی جانب بھی توجہ مبذول فرمائی۔ چنانچہ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود خود طلباء کو ہر روز تفسیر اور حدیث کا درس دیتے تھے اور خصوصیت کے ساتھ ہفتہ میں دو مرتبہ مدرسہ میں طلباء سے خطاب فرماتے تھے تاکہ ان کے اندر بطریق احسن دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینے کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔ آپ کے خلیفہ مولانا عبدالغفار قادری مسکین لکھتے ہیں:-

آپ (قطب ویلور علیہ الرحمہ) نماز صبح کے بعد ذکر اور

مراقبہ میں مشغول رہتے اور اشراق پڑھ کر مسجد کے باہر نکلتے تھے اور مدرسہ و خانقاہ میں تشریف فرما کر مسافروں کے کھانے پینے کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ پھر مکان میں داخل ہوتے۔ مسافروں کے آرام و آسائش اور طلباء کے خورد و نوش کا سامان مہیا فرما کر مدرسہ میں آتے اور تفسیر و حدیث کا درس بارہ بجے تک دیا کرتے تھے اور ہفتہ میں دو مرتبہ مدرسہ میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ (حیات المسکین)

حضرت قطبؒ ویلور کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری ویلوری نے اپنے آباواجداد کی قائم کردہ درسگاہ کی توسیع فرمائی اور یہ قدیم خانقاہی درسگاہ آج بھی علوم نبوت اور تزکیہ و احسان کا مرکز بنی ہوئی ہے جس کا چشمۂ فیض جاری و ساری ہے۔

حضرت مولانا رکن الدین قادری اپنے آبا و اجداد کے مشرب اور مسلک کے پیروکار اور متبع تھے، اور آپ بڑے وسیع الخیال، تعمیری ذہن اور روشن دل کے مالک تھے۔ آپ کے زمانہ میں ہندوستان کی بڑی بڑی دینی درسگاہیں عظیم مکاتب فکر اور علمی و اصلاحی تحریکیں حرکت و عمل میں مصروف تھیں۔ چنانچہ ان ہی میں سے ایک ندوۃ العلماءؒ کی بلند پایہ علمی و اصلاحی اور تعلیمی تحریک بھی ہے جو اس وقت ابتدائی مرحلہ میں تھی اور علاقہ مدراس میں غلط فہمیوں کا شکار بنی ہوئی تھی۔ ان حالات میں حضرت مولانا رکن الدین قادری نے ندوۃ العلماء کی نصرت و حمایت فرمائی۔

اور آپ کے اس اقدام کے باعث علاقہ مدراس میں ندوۃ العلماءؒ کے حق میں تائید و اتفاق کی فضا ہموار ہوئی۔ کیونکہ یہ پورا علاقہ مولانا ئے موصوف کی عالمانہ و صوفیانہ شخصیت کے زیر اثر تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن علی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ موجودہ ناظم دارالعلوم لطیفیہ حضرت اقدس مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری مدظلہ کے نام روانہ کردہ مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

"میں ویلور کی حاضری کو حاصل سفر سمجھتا ہوں، مجھے اس وقت جو انشراح و انبساط حاصل ہوا مجھے اس کا سبب معلوم نہ تھا، لیکن وہاں سے واپس آکر میں نے آپکے عنایت فرمائے ہوئے رسائل پر نظر ڈالی، اور لکھنؤ پہنچ کر اپنے والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب سابق ناظم ندوۃ العلماء کی مشہور عربی تصنیف "نزہۃ الخواطر" کی چھٹی اور ساتویں جلد دیکھنے کا موقع ملا۔ اس میں سید شاہ ابوالحسن قادری قربی علیہ الرحمۃ اور سید شاہ عبداللطیف، قطب ویلور کے حالات دیکھے تو اس تعلق قلبی اور انجذاب باطنی کا سبب معلوم ہوا۔ پھر ندوۃ العلماءؒ کے اجلاس مدراس ۱۹۰۴ء اور اجلاس مدراس ۱۹۱۷ء کی روداد یں دیکھیں تو مزید تصدیق ہوئی کیونکہ پہلے اجلاس میں مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری صاحب نے جو اس وقت سجادہ نشین تھے، ندوہ کی پوری نصرت و حمایت

فرمائی۔ خود علالت کی وجہ تشریف نہ لاسکے تو صاحبزادۂ والاشان مولانا سید شاہ عبداللطیف کو قائم مقام بناکر بھیجا اور انہوں نے ایک جلسہ کی صدارت بھی فرمائی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ندوہ کی حمایت کرنا بھی مدراس میں وہابیت کا مترادف سمجھا جاتا تھا۔ یہی گوناگوں تعلقات تھے جو میرے لئے کشش کا باعث ہوئے اور پورے دورہ میں کہیں میرا ایسا جی نہیں لگا جیسا "حضرت مکانؒ میں"۔

حضرت مولانا رکن الدین محمدؒ قادری نے اپنے آباء و اجداد کی خانقاہی درسگاہ کی جدید تعمیر اور تشکیل نَو کے بعد شمال وجنوب کے مشہور اصحاب علم وفضل کو منصب درس وتدریس پر فائز کیا۔ چنانچہ اس وقت کے اساتذۂ کرام دارالعلوم لطیفیہ میں جنوبی ہند کی ذی علم شخصیت مولانا فقیہہ محی الدین قادری عرف دیلے محی الدین صاحبؒ کی ذاتِ گرامی ہے جن کا سلسلۂ درس وتدریس حضرت قطب ویلور کے دَور سے شروع ہوکر سنہ ۱۳۱۶ھ تک جاری رہا۔ اور آپ کے علاوہ مولانا مولوی محمد نینا صاحب کائل پٹنم اور مولانا مولوی سید شاہ علیم اللہ صاحب قادری بجنباری، مولانا مولوی سید شاہ فضل اللہ صاحب قادری اور انکے صاحبزادے مولانا مولوی سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری کے اسمائے گرامی بھی جو دارالعلوم لطیفیہ کے ہی فیض یافتہ رہے اور مؤخرالذکر دونوں حضرات کو یکے بعد دیگرے مولانا سید شاہ رکن الدین قادریؒ نے دارالعلوم لطیفیہ کی نظامت تفویض فرمائی۔ تھی۔

اور شمالی ہند کے علمائے کرام میں حضرات مولانا محمد تقی صاحب لکھنوی اور مولانا افہام اللہ صاحب لکھنوی۔ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اور اس علاقہ کے علاوہ پشاور کے ایک عالم مولانا حافظ سید عبدالجمیل پشاوری کے نام قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا رکن الدین صاحب قادری کے دَورِ سرپرستی میں دارالعلوم لطیفیہ سے بہت سارے طلباء علم وفضل کے ممتاز اشخاص بن کر اُبھرے جن میں چند اہم شخصیتیں مولانا الحاج محی الدین بھیسوا صاحب چیدہ، مولانا محمد قاسم حیدرآبادی شیخ المنطق مدرسۂ نظامیہ حیدرآباد، مولانا عبدالوحیم قریشی مدراسی۔ مولانا الحاج حافظ قاری سید قاسم صاحب مولانا ابوالسعادات احمد کویا شالیاتی ملیباری ہیں۔ جن میں بعض دارالعلوم لطیفیہ میں منصب تدریس پر بھی فائز رہے۔

حضرت مولانا رکن الدین قادری کی سرپرستی میں دارالعلوم لطیفیہ سے جہاں بے شمار تشنگانِ علم مختلف علاقوں سے آکر سیراب ہوئے، وہاں آپ کی ذاتِ اقدس سے بھی ہزاروں لوگ بیعت سے مشرف ہوکر تربیت باطنی کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت مولانا رکن الدین قادری کی ایک قابل ذکر خدمت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے دَور میں مسجدِ حضرتؒ مکان

کی توسیع اور تعمیر نَو کا کام انجام دیا۔ مسجد کے اندر ایک کتبہ آویزاں ہے جس سے معمار اور تاریخ تعمیر کی نشان دہی ہو سکتی ہے۔

رکن دیں مقتدائے اہلِ زمن
مسجدے چوں حرم بنا کردہ
بہرِ اعلامِ عابداں ہاتف
بانگ قد قامۃ الصلوٰۃ زدہ

مؤلف "انوارِ اقطابِ ویلور" حضرت مولانا رکن الدین قادری کے اوصافِ حسنہ سے متعلق رقمطراز ہیں:

"چہرے کا سانولا رنگ، داڑھی بڑی، اور گھنی، جسم لحیم و شحیم، سینہ کشادہ اور وسیع پیشانی تھی، ہر وقت مسکراہٹ لبوں پہ رقصاں رہتی، بہت ہی متین اور سنجیدہ، عفت و مروّت کے پیکر، بہت ہی بُردبار اور حلیم شخصیت تھی۔ آپ کے خُلق کو دیکھ کر کوئی شخص آپ کی بارگاہ میں دوست اور دشمن کی تمیز نہیں کر سکتا تھا، آنے والے مہمانوں کے ساتھ نہایت حسن سلوک اور تواضع سے پیش آتے تھے، اہلِ حوائج میں سے کوئی شخص آپ کے پاس سے محروم نہیں گیا۔ آپ کے اندر بھی وہی تمام خصوصیتیں جلوہ گر تھیں جو قطبِ ویلور میں تھیں صبر و استقامت کے پیکر تھے، خواہ مصائب و آلام کے پہاڑ ہی کیوں نہ ٹوٹ پڑیں۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ آپ کی والدہ ماجدہ پر سکرات کا عالم تھا اسی وقت مولوی نظام الدین صاحب فخری مدراس سے آپ سے ملنے تشریف لائے۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے نزدیک تشریف فرما تھے۔ جب آپ باہر تشریف لائے نہایت اطمینان اور خندہ پیشانی کے ساتھ موصوف سے ملے۔ فخری صاحب نے بعد سلام کے والدہ کی خیریت دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ سکرات کا عالم ہے۔ اتنا سنتے ہی فخری صاحب بحرِ تحیّر میں ڈوب گئے اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا یا شیخ انت جبال الحلم۔

صاحب مطلع النور نے حضرت مولانا کی جیتی جاگتی زندہ تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے:-

اس سے ظاہری فتوّت ہے — اور وہی عفّت و مروّت ہے
اور وہی انکسار و حلم و وقار — اور وہی صبر و سکون و قرار
وہی اطعام و میزبانی ہے — وہی فضلاء کی قدر دانی ہے
اور وہی شغلِ علم ہے بہ دوام — وہی اکثر مطالعہ ہے بہ دوام
ایں مراتب کہ دیدہ جزوی است — کارِ کلّی ہنوز در قدر است

آپ کے اندر استغناء اور توکل کا مادہ بدرجۂ اتم موجود تھا کسی کے آگے کسی بھی ضرورت سے متاثر ہو کر دستِ سوال دراز نہیں فرمایا۔ دار العلوم لطیفیہ کے اخراجات و مصارف کے لئے نظام دکن والیٔ ریاستِ حیدرآباد نے پانچ سو روپیہ ماہوار کی پیشکش فرمائی تو آپ نے شکریہ کے ساتھ واپس فرمایا اور لکھ بھیجا کہ فقیر کو اس کی حاجت نہیں۔

آپ کے اندر داد و دہش کا جذبہ بہت تھا۔ لوگوں کی ضرورتوں کو پورا فرماتے تھے۔ آپ ایک مرتبہ خاندانی مقبرہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ شہر کے ڈپٹی کلکٹر تبادلہ کی وجہ معاشی بحران سے دوچار ہو کر تشریف لائے اور اپنی حاجت پیش کی تو آپ نے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا، اور خود بھی کچھ دیر

خاموش بیٹھے رہے۔ اتنے میں ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کچھ دینے کی خواہش ظاہر فرمایا تو آپ نے فرمایا' یہ چیز اس صاحب کو دے دی جائے۔ ڈپٹی صاحب کو اس بات پر سخت حیرانی ہوئی کہ جو صاحب نے رقم پیش کی تھی' وہ پیسوں کی اتنی ہی مقدار تھی جس کا یہ مطالبہ کئے تھے' ڈپٹی صاحب اپنی ضرورت پوری ہو جانے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ رقم لوٹانا چاہے تو آپ نے قبول نہیں فرمایا۔

حضرت مولانا رکن الدین قادری صاحب ولایت بزرگ تھے اور آپ کو کئی ایک اولیاء اللہ اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور بشارت کی برکت حاصل ہوئی۔ اور آپ کی ذات گرامی سے بہت سی کرامات ظہور پذیر ہوئیں' چنانچہ آپ کے والد بزرگوار حضرت قطب ویلور کے انتقالِ پُرملال کے بعد آپ نے مدینۂ منورہ میں خواب دیکھا کہ ایک بزرگ سبز عمامہ باندھے ہوئے آپ کے پاس تشریف لائے' اور اظہارِ غم کرتے ہوئے قرآنی آیات پڑھ کر تعزیت فرمائی ، خواب سے بیدار ہونے کے بعد آپ نے نمازِ فجر کے بعد قافلۂ اول سے رات والے خواب کا تذکرہ فرمایا۔ ابھی یہ بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ کو وہی بزرگ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ آپ نے لوگوں سے کہا' یہ وہی بزرگ ہیں جن کا تذکرہ کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ بزرگ سیدھے آپ ہی کے پاس تشریف لائے اور کچھ دیر بیٹھ کر وہی آیات قرآنیہ تلاوت کرتے ہوئے تعزیت پیش کی اور روانہ ہو گئے۔ اس بزرگ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

آپ کے والد ماجد حضرت قطب ویلور کا جس شب وصال ہوا کہ مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ نے خواب دیکھا کہ ہر طرف تاریکی و ظلمت پھیل گئی ہے اور ایک کوئی بزرگ ایک پیر پر استادہ مجوغم ہیں اور ان کے چہرہ پر ایک نور کی کرن چمک رہی ہے۔ یہ بزرگ نے استادہ بزرگ سے پوچھا کہ یہ تاریکی کیسی ؟ اور آپ کیوں مجوغم ہیں' تو انہوں نے فرمایا آج شب مدینۂ منورہ میں شاہ محی الدین صاحب کا انتقال ہو گیا ہے جن کی ذات سے عالم میں فیوض و برکات جاری تھے۔ تم مدینہ منورہ پہنچ کر ان کے صاحبزادے سے تعزیت ادا کرنا۔

چنانچہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد یہ بزرگ مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور حضرت رکن الدین سید شاہ محمد قادری کی خدمت میں آکر تعزیت ادا کی اور خواب کا ماجرا بیان فرمایا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک بزرگ نے حضرت شاہ عبدالحمید گنجوائی ناگوری علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ بے قراری کے عالم میں سر نیچے اوپر کر رہے ہیں' اور زبان سے کچھ فرما رہے ہیں۔ یہ بزرگ نے دریافت کیا' کہ حضور! آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں ؟

حضرت شاہ الحمید ناگوری نے فرمایا' آج مدینۂ منورہ میں قطب ویلور کا وصال ہو چکا ہے۔ جن کے صدقہ میں عالم کے اندر فیوض پھیلے ہوئے تھے۔ تین ماہ بعد آپ کے

فرزند مدینہ منورہ سے تشریف لائیں گے۔ تم جاکر ان سے تعزیت ادا کرنا۔ حسب بشارت وہ بزرگ حضرت رکن الدین قادری کی خدمت میں تشریف لائے اور تعزیت پیش کی اور سارا خواب بیان فرمایا۔

آپ کی کرامتوں میں سے بطور مثال چند ذیل میں درج کی جارہی ہیں:۔

مصنف خانوادۂ اقطاب ویلور، آپ کی ایک کرامت لکھتے ہیں کہ ایک شخص نحوست میں مشہور اور آتش قدم سے معروف تھا۔ لوگ اس سے گھبراتے اور راہ کتراتے تھے۔ اتفاق سے اس کا گذر حضرت مکان کی طرف ہوا۔ لوگ اسے دیکھ کر گھبرا اٹھے اور آپ کو آتش قدم کی آمد سے اطلاع کی۔ حضرت نے اسے بلایا اور اپنے نزدیک بٹھا کر خیریت و عافیت پوچھی تو وہ اپنی زندگی کا درد اور لوگوں کی بدشگونی کی حالت سنایا۔ آپ نے اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور اس کے بعد اپنے ایک مرید کو جو آمبور کے رئیس تھے ایک رقعہ لکھا جس میں آتش قدم کو کوئی خدمت سپرد کرنے کا ذکر تھا۔ حامل رقعہ جب ان کے گھر پہنچا اور صاحب خانہ نے سفارش نامہ ملاحظہ کیا تو حد درجہ پریشان ہوگئے کہ مرشد نے کیسے شخص کی سفارش فرمائی۔ حامل رقعہ کو جواب دئے بغیر گھر کے اندر چلے گئے۔ اتفاق سے ان کی بیوی کو درد زہ شروع ہوگیا اور اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ صورت حال نازک ہوتی چلی گئی تو مرید نے خیال کیا کہ یہ میری حکم عدولی کا نتیجہ ہے تو میری بیوی کو اس صورت میں مل رہا ہے، فوراً باہر آئے اور آتش قدم سے کہا کہ بھائی آج سے تم ہمارے یہاں خدمت کرو اور اپنا کام بخوبی انجام دو۔

اللہ کی قدرت دیکھیے کہ وہ ابھی گھر میں داخل ہونے بھی نہ پائے تھے کہ خوشخبری ملی کہ اللہ نے انہیں ایک چاند سا لڑکا عطا فرمایا ہے۔ اس کے بعد اللہ نے انہیں ایسی برکت دی کہ آج تک ان کا گھرانہ خوش حال ہے۔

ایک وقت کا ذکر ہے کہ جمعہ کے روز چند مہمان حضرت مکان تشریف لائے تھے جنہیں خانقاہ کے بالائی حصہ پر دوپہر کے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ دسترخوان پر سب لوگ جمع تھے اور حضرت بھی بیٹھے ہوئے تھے اور دو رکابیاں خالی تھیں اور دو آدمیوں کی نشست کی جگہ خالی رہ گئی تھی۔ دسترخوان پر مہمان اجازت کے منتظر تھے، لیکن حضرت نے بسم اللہ نہیں فرمایا جسکی وجہ سے سبھی انتظار میں تھے کہ تھوڑی دیر بعد دو حضرات حاجی برہان الدین صاحب اور ان کے فرزند حاجی عبدالرحمان تشریف لائے، اس کے بعد ہی حضرت نے مہمانوں کو کھانے کی اجازت دی۔

یہ دونوں اشخاص آمبور کے رئیس تھے۔ مدراس سے آمبور جارہے تھے۔ درمیان میں کاٹ پاڈی اسٹیشن قریب آیا تو حاجی برہان الدین صاحب نے اپنے فرزند سے کہا حضرت مکان جاکر سجادہ نشین سے ملاقات کریں اور وہیں نماز جمعہ ادا کریں گے اس خیال کے ساتھ ہی دونوں کاٹ پاڈی اسٹیشن پر اتر گئے۔

ایک اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت خانقاہ میں

قیلولہ فرما رہے تھے کہ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔
تو آپ نے فرمایا' میں ابھی آرہا ہوں برہان الدین صاحب۔
دستک دینے والے صاحب کو حیرت ہوئی کہ
حضرت کو میرے آنے کی اطلاع نہ تھی اور آپ نے مجھے
دیکھا بھی نہیں۔

اولیاء اللہ سے اس قسم کے واقعات بے شمار
صادر ہوئے ہیں جن کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی فراست
ایمانی کے ذریعہ غائب و پوشیدہ چیزوں اور کائنات
کے اسرار و رموز سے مطلع ہو جاتے ہیں۔

حضرت مولانا رکن الدین قادری کی علمی
خدمات اور پورے علاقہ میں آپ کی شخصیت کا اثر
دیکھتے ہوئے والسرائے ہند اور گورنر جنرل آف انڈیا
نے سنہ ۱۲۹۴ھ میں آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔

حاصل کلام آپ عالم و فاضل صوفی، عارف باللہ
صاحب کشف و کرامات اور دارالعلوم لطیفیہ کے معمار جدید
تھے۔ ستاون سال کی عمر پائی اور دو صاحبزادوں کو
چھوڑ کر شب دوشنبہ ۲۰ر رمضان سنہ ۱۳۲۵ھ مطابق
سنہ ۱۹۰۷ء کو راہی ملک بقا ہوگئے۔

آپ کو اپنے خاندانی گنبد میں حضرت محویؔ
کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تحفۃ الواصلین

شمس العلماء حضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری

المعروف بہ

حضرت مکی علیہ الرحمۃ

سنہ ۱۲۹۸ھ رابع سنہ ۱۳۳۸ھ

اس خانوادہ کے **ساتویں** صاحب زہد و تقویٰ بزرگ حضرت مولانا مولوی **محی الدین سید شاہ عبد اللطیف (رابع) قادری المعروف بہ حضرت ملکیؒ** قدس سرہٗ ہیں جو حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمدؒ قادری کے بڑے فرزند ہیں۔ آپ کی پیدائش ۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ھ روز شنبہ بوقت سہ پہر ویلور میں ہوئی۔ آپ نے دار العلوم لطیفیہ سے علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل فرمائی۔ اور اپنے والدِ ماجد سے سلوک اور تربیتِ باطنی کی نعمت پائی۔ اور ان ہی کے ہاتھوں پہ بیعت سے مشرف ہوئے اور ایک سو اکانوے سلاسل میں اجازت اور خلافتِ آبائی و خلفائی سے سرفراز ہوئے اور سنہ ۱۳۲۵ھ میں والدِ ماجد کا وصال ہوگیا تو آپ نے مسندِ سجادگی کو زینت بخشی۔

آپ کے دورِ سرپرستی میں دار العلوم لطیفیہ ترقی کی شاہراہ پہ گامزن رہا۔ جید علماء اور ماہرین فنون منصب درس پر فائز رہے۔ جن میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں مولانا الحاج محی الدین حسین چیدرہ۔ مولانا عبد الجمیل پشاوری، مولانا حافظ سید قاسم، مولانا عبد الرحیم قریشی مدراسی اور مولانا احمد کویا شالیاتی وغیرہ۔

آپ کے عہد میں دار العلوم لطیفیہ سے بیشمار طالبان علوم دین نے اکتسابِ فیض کیا۔ چنانچہ اس دور کے فیض یافتگان میں مولانا مدیکار محمد قاسم آمبوری، مولانا حکیم غلام غوث شریف قاضی ویلور۔ مولانا سید شاہ شہاب الدین قادری ترچناپلی۔ مولانا مفتی عبد الباسط محمود بندر۔ مولانا عبد القادر کلوی۔ اور مولانا محمد اکرم صاحب بھٹکلی اور مولانا شاہ محمد غضنفر حسین شاکر نائطی وغیرہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ کے دستِ مبارک پہ بہت سارے لوگوں نے بیعت کی اور آپ کے ممتاز خلفاء :-

- مولانا مدیکار محمد قاسم قادری آمبوری
- مولانا سید شاہ شہاب الدین قادری
- مولانا محمد کویا صاحب ملیباری
- مولانا عبد الباسط محمود بندر۔ وغیرہ بھی ہیں۔

حضرت مولانا مولوی سید شاہ عبد اللطیف قادری دار العلوم لطیفیہ کی ترقی اور فلاح و بہبودی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ آپ کے دور میں نظام حیدرآباد نے دار العلوم لطیفیہ کے مصارف کے لئے ایک خطیر رقم آپ کی خدمت میں روانہ کی تو آپ نے بھی شکریہ کے ساتھ واپس کیا اور فرمایا کہ یہ دار العلوم اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر چل رہا ہے، اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

اور آپ کی ادبی علمی خدمات سے متأثر ہو کر سنہ ۱۹۱۶ میں وائسرائے ہند نے آپ کو شمس العلماء کا

- خطاب پیش کیا۔

آپ میں وہی وسعتِ فکر و نظر تھی جو آپ کے والدِ ماجد کی خصوصیت رہی ہے۔ آپ نے بھی ندوۃ العلماء کی نصرت و حمایت میں بہترین تاریخ ساز کردار ادا فرمایا۔ جیسا کہ مولانا سید شاہ ابو الحسن علی ندوی نے اس حقیقت کا اظہار اپنے ایک مکتوب میں کیا ہے کہ "اجلاس ۱۹۱۷ء (منعقدہ مدراس) کے موقع پر مولانا سید شاہ عبد اللطیف صاحب قادری خود سجادہ نشین تھے اور ان دنوں سخت علیل تھے انہوں نے اپنی تائید اور خوشنودی کا خط ذمہ دارانِ ندوۃ العلماء کو بھیجا اور ندوہ کے اغراض و مقاصد اور جلسہ کے ساتھ پوری دلچسپی و ہمدردی کا اظہار فرمایا۔"

آپ کے اوصاف اور حلیہ و شخصیت سے متعلق مؤلف "انوار اقطاب ویلور" لکھتے ہیں۔

سانولا رنگ، کشادہ پیشانی، گھنی داڑھی چہرہ پر گوشت و بارعب، سینہ عریض، جسم لحیم، قد متوسط، آواز وزن دار اور پُر وقار، نہایت سنجیدہ متین اور حلیم الطبع تھے۔ وضعداری کا پاس بہت زیادہ تھا۔ تازیست آباء و اجداد کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ طبیعت میں خلق سے بے نیازی بہت زیادہ تھی۔ خدمتِ خلق کا جذبہ تھا، جو بھی سائل آیا اس کا سوال پورا کیا۔ ہر حاجت مند کی حاجت روائی فرمائی۔ آپ کا دسترخوان ہمیشہ کشادہ رہا اور کبھی طبیعت میں ذرا بھی کبیدگی پیدا نہیں ہوئی۔ ہمیشہ خندہ پیشانی سے رہے۔ دوست اور دشمن سبھی سے شاداں و فرحاں ملتے تھے۔

ان اوصافِ حمیدہ کے علاوہ بھی حضرت مولانا سید شاہ عبد اللطیف قادری مکّی کی ذاتِ گرامی میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ آپ عالی ہمت، بلند حوصلہ، مستقل مزاج اور حق گو و بے باک انسان تھے۔ ۱۹۲۰ء میں صوبۂ مدراس کے گورنر لارڈ ولنگڈن نے آپ سے ملاقات کی خواہش کی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور گورنر کی آمد کے انتظامات حکومت کی جانب سے ہونے لگے۔ اسی سلسلہ میں ویلور میونسپلٹی کے چیرمین جناب سر محمد حبیب اللہ حضرت مکان تشریف لائے اور دار العلوم لطیفیہ کی کوہ پیکر عالی شان عمارت کے سامنے قدیم مدرسہ کی عمارت کے کچھ نشانات رہ گئے تھے انہیں دیکھ کر چیرمین صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ یہ چیزیں صاف کر دی جائیں تو بہتر رہیگا۔ آپ نے صفائی کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد چیرمین صاحب مسجد حضرت مکان کے صحن میں داخل ہوئے تو ان کی نظر حجرہ پر پڑی۔ آپ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس انتظامات کے ساتھ اگر آپ اس کمرہ کو بھی منہدم کرا دیں تو اچھا ہے۔

یہ سن کر آپ نے فوراً بلا کسی رو رعایت نفی میں جواب دیا۔ اور کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ حجرۂ مبارک ہے جس میں میرے جدِ محترم حضرت ذوقی نے ایک ہی شب میں گلستاں نقل کیا تھا۔

چیرمین صاحب نے معذرت چاہی اور فرمایا

کہ یہ مبارک یادگار اسی طرح رہنے دیجئے۔

سارے انتظامات کے بعد لارڈ ولنگٹن اور اوران کی بیوی آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے جیسے ہی مکان سے قدم باہر رکھا، لارڈ اوران کی بیگم نے ہزاروں انسانوں کے روبرو اس درویش نما ہستی کے آگے گھٹنے ٹیک دئے اور سر سے ہیاٹ اُتار دی۔

آپ کے اندر حج بیت اللہ کا شوق غیر معمولی طور پر موجزن تھا جس کے لئے آپ روپیہ جمع کرنے لگے۔ والد ماجد کو علم ہوا تو آپ کو طلب کیا اور فرمایا۔ یہ ہم فقیروں کا شیوہ نہیں، جب حج کرنے کا وقت آئے گا تو منجانب اللہ انتظام ہو جائے گا۔

والدِ ماجد کے زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ جملے آپ کے قلب پر اتنے اثر انداز ہوئے کہ اسی وقت تمام جمع شدہ رقم صَرف کر دی۔

۱۳۳۸ھ کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک شب خواب دیکھا۔ حضرت قطبؒ ویلور اور آپ کے والدِ ماجد تشریف فرما ہیں اور حضرت قطب ویلور آپ کو زیارت حرم شریف کی دعوت دے رہے ہیں۔ اس پر آپ کے والدِ ماجد نے فرمایا یہ آپ کے دادا محترم ہیں، ملاقات کیجئے۔

جیسے ہی آپ ملاقات کے لئے آگے بڑھے حضرت قطب ویلور نے فرمایا، حرم ہی میں ملاقات ہو گی، میں منتظر رہوں گا۔ اتنے میں آپ کی آنکھ کھل گئی۔ دوسری تیسری شب یہی معاملہ پیش آیا۔

تو آپ کو یقین ہو گیا کہ محض یہ خواب نہیں ہے، مجھے اب سفر حرم شریف پر روانہ ہونا چاہئے۔ اور یہ راز بھی آپ کے قلب پر منکشف ہو گیا کہ اسی سفر حرم میں محبوب حقیقی سے ملاقات ہو گی۔

اس خواب کا تذکرہ اپنی والدۂ ماجدہ سے کیا تو وہ تعبیر سمجھ گئیں اور اسی وقت ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

آخر کار ۳ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ چہار شنبہ کے روز وہ ساعت آگئی جس میں آپ کو اس مقدس سفر پر روانہ ہونا تھا۔ مریدین خویش و اقارب اور دوست جمع ہو گئے۔ خانقاہ سے رخصت کے وقت اپنا دامن جھٹکا اور زادِ راہ سے بے نیاز درویشانہ سادگی کے ساتھ سوئے حرم چل پڑے۔ اس موقعہ پر کسی نے آپ کی کمسن اولاد کے تعلق سے کچھ ہدایت و انتظام کے سلسلہ میں دریافت کیا تو ارشاد فرمایا:۔

میں اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں وہی ان کا محافظ ہے۔

اس کے بعد اپنی اولاد اجداد اور افرادِ خاندان اور مریدین و متوسلین کو نصیحتیں کیں اور اپنے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا مولوی ابو الفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبد القادر قادری کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے بعدِ نمازِ ظہر روانہ ہو گئے۔

ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کو رخصت کرنے

کے لئے کاٹپاڈی اسٹیشن پہنچے۔ آپ وہاں سے آرکونم ہوتے ہوئے بمبئی میل سے روانہ ہو گئے۔ بمبئی سے جب آپ جہاز پر سوار ہوئے تو اپنے رشتہ دار اور مریدین وغیرہ کے علاوہ اہلیانِ شہر کی کثیر تعداد نے آپ کو وداع کیا۔

فریضۂ حج بیت العتیق کے ادائیگی کے بعد آپ ابھی مکۃ المکرمہ میں مقیم تھے۔ ایک روز جنت الماویٰ تشریف لے گئے اور ایک جگہ ٹھہر کر دعا میں مشغول رہے، اچانک آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ مصاحبین نے یہ منظر دیکھا تو رنجیدہ ہو گئے، لیکن کسی نے استفسار کی ہمت نہیں کی اور آپ اپنی قیام گاہ واپس ہوئے۔

اس واقعہ کے بعد مولانا عبد الباسط کو طلب کیا اور انہیں خلافت نامہ لکھنے کا حکم دیا۔ حرم شریف کے اندر اپنے بڑے فرزند حضرت مولانا مولوی ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبد القادر قادری سے بیعت لی اور ایک سو اکانوے سلاسل کی اجازت دیتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے خرقہ پہنایا اور سندِ خلافت دی اور اسی روز ۱۹؍ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ آپ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دوسرے روز ۲۰؍ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ کو تجہیز و تکفین عمل میں آئی اور ایک لاکھ سے زائد زائرین بیت اللہ اور مقامی باشندوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ اور آپ جنت الماویٰ میں اسی جگہ مدفون ہوئے جہاں آپ کھڑے ہو کر دورانِ دعا آب دیدہ ہو گئے تھے۔

حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری مکیؒ کے ایک مرید نے اپنے اشعار میں سفرِ حج وغیرہ سے متعلق نہایت موثر انداز میں روشنی ڈالی ہے:-

اک شب میں دیکھا خواب کہ محبوب ذوالمنن
مشغولِ طوفِ کعبہ ہے چھوٹا ہے یہ وطن
جاری زباں پہ حمد کے ہے الفت سے یہ سخن
جس بن میں تو رہے وہ بنے غیرتِ چمن
کہتے ہیں خواب میں انہیں جدِّ بزرگوار
اے افتخارِ جد و پدر! میں ترے نثار
فرقت میں تیرے دل کو نہیں آتا ہے قرار
سرعت سے اب کرو سفرِ کعبہ اختیار
ہے کیا ثبات دارِ فنا کے قیام کو
کہتا ہوں تجھ کو دیکھ لے بیت الحرام کو
یہ بات سن کے چونکے جونہی پیرِ نامدار
قبلہ کی سمت جھک گئے سجدے کو ایک بار
کی عرض سر کو خاک پہ رکھ کر بہ انکسار
مولا تیری فقیر نوازی کے میں نثار
یہ کہہ کے سر اٹھایا تھا سجدے سے شاد شاد
وہ شوق وصل تھا کہ نہ تھی کچھ کسی کی یاد
خالق سے تھی یہ عرض کہ اے خالق العباد
جلدی عطا فقیر کو ہو منزلِ مراد
فارغ ہوئے نماز سے جب قبلۂ انام
آئے مصافحہ کو مریدانِ تشنہ کام

چومے کسی نے دستِ شہنشاہِ خاص و عام
آنکھیں ملیں قدم پہ کسی نے باحترام
حبل المتیں یہی ہیں نجات انکے ہاتھ ہے
قرآن اور آلِ محمدؐ کا ساتھ ہے
بولے یہ اپنے ساتھیوں سے وہ بصد ملال
تم کو میرے سبب سے اذیت ہوئی کمال
اُلفت کا میرے رکھتے ہو دل میں جو تم خیال
اس امر کی جزا تمہیں دے ربِّ ذوالجلال
بندے کو امرِ حق میں تساہل روا نہیں
کیوں کر یہاں رہوں مجھے حکمِ خدا نہیں
جاری زبانِ پاک پہ مُرشد کے یہ بیاں
گھر میں جو آئے روتے ہوئے مرشدِ زماں
پوچھا یہ ماں نے رونے کا کیا ہے سبب یہاں
دادا کو میں نے خواب میں دیکھا ہے اماں جاں
اس دم پڑھے دُعائے سفر کو شہِ انام
چلا کے اُٹھ کھڑی ہوئیں سیدانیاں تمام
چلنے لگا یہاں سے جو وہ زبدۂ کرام
مرشد کو اپنے جھک کے کیا آخری سلام
کہنے لگا یہ روتا ہوا شیخ دیں پناہ
جاتا ہوں میں یہاں سے سُوئے خانہ اللہ
مرشد کو مرتے دم بھی ہمارا ہی تھا خیال
چھوڑے گا حشر میں ہمیں کیسے یہ محال
مرشد اسی کو کہتے ہیں یوں جو دمِ وصال
مدِ نظر ہی رکھے مریدوں کا اپنے حال
مکہ میں ہائے اپنا یہ مُرشد گذر گیا
بے کس وطن میں اپنے مریدوں کو کر گیا

آپ کا عقدِ مسعود ۱۳۲۲ھ میں حضرت قطبؒ ویلور کے ہمشیر زادہ حضرت سید شاہ عبدالقادر قادری عرف قادر پاشاہ کی صاحبزادی سے ہوا جن کے بطن سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تولد ہوئیں۔ آپ کی دو صاحبزادیوں میں سے بڑی صاحبزادی مولانا مولوی ابوصالح سید شاہ احمد صاحب قادریؒ المشہور بہ سرکار ورنگل سے منسوب ہوئیں اور دوسری صاحبزادی حضرت سید محمد قادری المعروف بہ مرشد پاشاہ سے منسوب ہوئیں جو آپ کے حقیقی بھتیجے تھے۔

آپ کی ذاتِ اقدس سے کرامات بھی ظہور پذیر ہوئیں، ایک شخص سکندر نامی شمالی ہند کے مشہور تاجروں میں سے تھے۔ انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ میں ایسے پیر کے ہاتھ پر بیعت کروں گا جو مجھے میرا نام لے کر پکارے اور وہ مجھے کبھی نہ دیکھا ہو۔ اس پر ان کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ ویلور جائیں۔ موصوف ویلور پہنچے تو نماز ہو چکی تھی۔ حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری مکیؒ صحن مسجد میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ سکندر نے سلام کیا تو آپ نے جواب دیا اور فرمایا سکندر خان صاحب تشریف لائیے۔ سکندر حیرت زدہ ہوئے اور آپ کے دستِ مبارک پہ بیعت سے مشرف ہوئے۔

ایک اور واقعہ یہ ہے کہ قلعۂ ویلور کی خندق سے متصل ایک درخت کے نیچے ایک صاحب ہمیشہ بیٹھے رہتے تھے جن کی زبان پر یہ فقرہ جاری رہتا "یا میرے پیر حضرت قربیؒ"

ایک شب آپ اور آپ کے والدِ ماجد حضرت سید شاہ رکن الدین قادری نے بیک وقت یہ خواب دیکھا کہ درگاہ شریف کا دروازہ کھلا اور حضرت قربی قدس سرہٗ نے اس آدمی کو اندر لے لیا اور پھر دروازہ بند ہوگیا۔ اس کے بعد دونوں حضرات کی آنکھیں کھل گئیں۔ مکان سے باہر تشریف لائے اور ایک خادم کو بھیجا کہ درخت کے پاس بیٹھنے والے صاحب کو دیکھ آئیں۔ خادم یہ اطلاع لے آیا کہ ان کا انتقال ہوا ہے۔ اس کے بعد ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام ان بزرگوں نے فرمایا۔

ایک اور واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے خادم عبدالغفار صاحب کو یہ کہتے ہوئے کاٹپاڈی اسٹیشن روانہ فرمایا کہ مولانا مہاجر صاحب کو گھوڑا گاڑی میں لے آؤ۔

چنانچہ عبدالغفار کاٹپاڈی اسٹیشن گئے اور مولانا مہاجر مدراسی سے ملاقات کی اور کہا کہ حضرت نے آپ کو لینے کے لئے مجھے بھیجا ہے۔ مولانا مہاجرؒ یہ بات سن کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ میں نے حضرت کو اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی تھی۔ اچانک مجھے حضرت سے ملاقات کا اشتیاق ہوا تو صرف اپنی اہلیہ سے کہہ آیا تھا۔

حاصل کلام حضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبداللطیف (رابع) قادری اپنے وقت کے قطب، جید عالم فاضل، صوفی صاحبِ کشف و کرامات اور مستجاب الدعوات تھے۔

۷۸۶

شیخ المشائخ

اعلیحضرت مولنا مولوی الحاج
الحافظ ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ
عبدالقادر قادری علیہ الرحمۃ

سنہ ۱۳۲۴ھ - سنہ ۱۳۷۸ھ

اس خانوادہ کی آٹھویں صوفی منش بزرگ شخصیت حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری ہیں جو حضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری (رابع) المدفون فی مقبرۃ جنت المعاوی بمکۃ المکرمہ کے فرزندِ اول ہیں۔

آپ کی ولادت شبِ یکشنبہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۴ھ کو ویلور میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم اپنے ہی آبائی مدرسہ دارالعلوم لطیفیہ میں ہوئی۔ پہلے کلام پاک حفظ کیا۔ آپ کے خاص الخاص اساتذۂ کرام میں مولانا الحاج محی الدین حسین جیدہ اور مولانا حافظ سید قاسم صاحب کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مصنف "خانوادۂ اقطاب ویلور" آپ کی تعلیم وتربیت سے متعلق رقمطراز ہیں:۔

"آپ کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پہ ہوئی جب آپ نے ہوش سنبھالا تو دارالعلوم لطیفیہ میں داخل کیا گیا۔ جہاں آپ نے مشہور اساتذۂ نامدار سے ادب عربی، فارسی اور اردو میں کسبِ علم فرمایا اور ہر ایک پہ خوب عبور حاصل کرلیا۔ اعلیحضرت قدس سرہ دارالعلوم لطیفیہ کے فارغ شدہ ایک ٹھوس قابلیت رکھنے والے بزرگ سراپا قدس تھے۔ ادب فارسی وادب عربی کا بلند مذاق تھا۔ آپ کی علمیت وقابلیت کا اندازہ اسی آدمی کو تھا جو آپ کی صحبتِ فیض درجت میں رہا ہو۔

سنہ ۱۳۳۸ھ میں آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اس سفر میں آپ کے والدِ ماجد کے ساتھ مولانا سید شاہ حسین قادری، مولانا سید شاہ مصطفےٰ قادری جاگیردار ارسن ورنگل اور ناظم دارالعلوم لطیفیہ مولانا سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری اور اساتذۂ دارالعلوم لطیفیہ میں سے مولانا حافظ سید قاسم صاحب اور مولانا سید عبدالباسط قادری اور دیگر افراد واشخاص تھے۔

آپ کے والدِ ماجد نے اپنے وصال سے قبل ۱۹ ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۸ھ کو حرم شریف میں بہت سے علماء مشائخ اور زائرین بیت اللہ کے سامنے آپ کو بیعت سے مشرف کیا اور اپنے دستِ خاص فیض اقدس سے خرقۂ خلافت پہنایا اور ۱۹ سلاسل، مصافحہ، تلاوتِ قرآن اور متعدد اوراد ووظائف کی اجازت سے سرفراز فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر چودہ سال تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ حج کو جارہے تھے تو چہرہ پہ بالکل داڑھی نہ تھی۔ لیکن جب واپس ہوئے تو رخسار گھنی ریش سے منور تھا۔

آپ کو حرم شریف میں جو سندِ خلافت دی گئی تھی وہ درج ذیل ہے جس کے مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوگی کہ اس خانوادہ میں سینہ بہ سینہ کیسے فیوض و

وبرکات منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں۔

خلافت نامہ

الحمد للہ والمنّۃ لولیّہ والصّلوٰۃ
والتحیۃ علی نبیّہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ الکرام
الدّاعین للناس الی دار السلام۔

امابعد می گوید اضعف بندگان باری
محی الدین سید عبداللطیف قادری کہ چوں برخوردار سعادت
آثار لخت جگر نور بصر سعید دارین رشید کونین الحاج
ابوالفتح سید عبدالقادر رزقہ اللہ وحبب وعیناہ
وجعل الخرقۃ خیرا من اولاہ۔

بعد تحصیل علوم ضروریہ وتکمیل اخلاق رضیہ
بنجاح حسن نیت وحسن طویت مستعد سلوک ودعوت
بود۔ این فقیر پس از استخارہ آنچہ از مطلع انوار الٰہی
ومنبع اسرار لامتناہی ہادی شاہراہ طریقت ترجمان
نکات حقیقت قطب الزمان لسان العرفان عالم
الربانی قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین ابی وشیخی
الحاج رکن الملۃ والدین سید شاہ محمد قادری العیلوری
قدس اللہ اسرارہ واعاد علینا فیوضاتہ وبرکاتہ۔

اجازت سلسلۂ قادریہ وغیرہا وایضاً
از دیگر بزرگان طریقت اجازتہائے سلسلۂ قادریہ،
ونقشبندیہ وچشتیہ وسہروردیہ ورفاعیہ وشطاریہ
ودیں اجازت کتب مخزن سلاسل حسنیہ کہ مشتمل
بر یک صد و نود و یک ۱۹۱ سلاسل است وانتباہ فی
سلاسل اولیاء اللہ وجواہر خمسہ وجواہر السلوک
وقول الجمیل وجمیع سور قرآنی وصحاح ستہ ودیگر
احادیث واخذ مصافحۂ نبویہ وقرأۃ المسبعات
العشرۃ ودلائل الخیرات وحزب البحر وحزب الاعظم
وحصن حصین ورکن رکین وقصیدۂ بردہ، قصیدۂ
غوثیہ، قصیدہ بانت سعاد، وقصیدۂ قمریہ ونود ونہ
نام باری تعالیٰ وصلوٰۃ الحاجات وغیرہا حاصل کردہ
بود، برخوردار مذکور عطا نمود۔

واین جواہر گراں مایہ در خیر البقاع اعنی
مکۂ معظمہ بجوار حرم محترم زادہ اللہ شرفاً وعظماً
بدامن مستدعا ایشاں نہاد، وشرط اجازت
استقامت بر شریعت وثبات بر طریقت وحقیقت
است وبندگان خدا را بہ جانب حق جل مجدہ بکشد،
واز لوم لائم نیندیشد وبہ عداوت دشمناں وعیب
بینی عیب چیناں وحسد حاسداں التفات نکند ومشغول
کار خویش باشد والمسئول من اللہ سبحانہ
ان یعصمہ عما لایلیق ویحفظہ عما لاینبغی
وان یثبتہ علی متابعۃ سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین
برحمتك یا ارحم الراحمین۔

اللھم بارك فی خلافتہ واثر فی
اجازتہ واعط مرادہ وحصل مقاصدہ
بحرمۃ سیدنا محمد علیہ من

الصلوٰۃ افضلہا ومن التحیات
اکملہا۔

آمین۔ ثم آمین۔

محی الدین سیّد عبداللطیف قادری عفا اللہ عنہٗ

مرقوم نوزدہم ماہ ذی الحجہ روز پنجشنبہ ۱۳۲۸ھ مکہ مکرمہ

ارض مقدس سے آپ کی واپسی کے بعد یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۳۹ھ میں دارالعلوم لطیفیہ کے وسیع احاطے میں عالیشان پیمانہ پر رسم سجادگی ادا کی گئی جس میں مختلف سلاسل کے بزرگ، سادات، علماء مشائخ، خویش واقارب کی خاصی تعداد شریک رہی۔ اور بہت سے عقیدتمند حضرات نے عربی فارسی اور اردو میں منظوم ومنثور سوغات تبریک پیش کی۔

اس موقعہ پر دارالعلوم لطیفیہ کے مایۂ ناز فاضل اور استاد مولانا احمد کویا شالیاتی نے آپ کی شان میں چند اشعار پیش کیا تھا وہ درج ذیل ہیں۔

هناكم اليوم بالاقبال تبشير
اهلاً وسهلاً حوى التصبير تبصير
يا أبى المكان ولو جار الزمان ورىٰ
ومرّ ان لا يكون الفيض تنوير
ببسام ثغره ودمّاع العيون اتى
حبا كذا فلتكن هذى الماثير
يا دهر شيد مضى بالهدم صادره
بمولم شابه تهيجٌ وتنفير
الّا اذا غاب شمس بدره طلعها
انا الىٰ رفده وفد منا شيرٌ
ناب الدواهى وان مزّقت اكبُدنا
عاقبت شبلاً يد للروح تصوير
يبدوا الينا ببرء الآن فهو سلا
الحاق سوّاً بنيه منه تيسيرٌ
سيار فضلك شمس ان بيتكم
سيّادة حادها بالنّص تطهير
دام الولى ظليلاً فى نظاونه
وانى وان اقلع الوسمّى تقدير
احلّ فى حرم كالجدّ فى حرم
حصنٌ لعبد لطيف قدسه الخبير
ياديت فتحاً وفيضاً مثل جدكم
احلى وفاك لنا شيخ وطعطيرٌ
دار العلوم به باهت لطيفيه
بانّ لركن الهدى والدين مشكير
مهاط سرك مكّى وذا مدنى
قامت جواهره الحسنى تذاكير
ها وشّح ازهر فى ارضين خاتمه
ها عنه منبج مختار تعبير
ـــ ۱۳۳۹ھ ـــ

مسند سجادگی پر فائز ہونے کے بعد انتہائی صبرو

جو صلے اور عزیمت و استقامت اور پوری قوتِ ارادی کے ساتھ دار العلوم لطیفیہ کی ترقی اور خانقاہ کی روایات اور تقاضوں کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

آپ کے دور میں جنوب و شمال کے قابل اور نامور اساتذہ منصب درس و تدریس پر فائز رہے اور ان کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پا کر بے شمار طلبہ فارغ ہوئے۔ چند اساتذۂ کرام کے نام یہ ہیں، جن میں سے بعض دار العلوم لطیفیہ ہی کے فارغ تھے:۔

مولانا سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری ناظم دار العلوم لطیفیہ، مولانا غلام نبی صاحب ساکن گیدڑ پور ضلع ہزارہ۔ مولانا اسرائیل خان صاحب ساکن خاکی ضلع ہزارہ۔ مولانا مفتی عبد الرشید خان صاحب سابق سرپرست جامعہ عربیہ ناگپور۔ مولانا غلام حیدر صاحب پشاوری۔ مولانا غلام جیلانی ضلع بستی۔ مولانا سید شاہ شہاب الدین قادری ترچناپلی۔ مولانا سید شاہ حسام الدین گڈیاتم۔ مولانا احمد کویا شالیاتی کیرالا۔ مولانا احمد کٹی۔ مولانا محمد صاحب رامناڈ ضلع کالکوٹ۔ مولانا رضوان الرحمن صاحب سہسوان ضلع بدایوں۔ مولانا ابو المعالی علوی صاحب۔ مولانا حافظ سید محمد عابد صاحب وغیرہ۔

آپ کے دستِ حق پرست پر بہت سے لوگوں نے بیعت کی اور آپ نے قابل شخصیتوں کو خلافت سے نوازا جن میں یہ حضرات بہت مشہور ہیں:۔

قاضی شہر ویلور مولانا حکیم محمد غلام غوث شریف صاحب ویلوری۔

مولانا ابو صالح شاہ غضنفر حسین شاکر نائطی۔

کہا جاتا ہے کہ ۱۳۷۵ھ میں آپ پر کشف کے ذریعے یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ سفرِ آخرت درپیش ہے، تو اس غیبی اطلاع پر ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ بروز جمعہ اپنے تینوں برادران اور اپنے پھوپی زاد بھائی سید شاہ احمد قادری عرف صاحب پاشاہ کو خانقاہ میں بیعت سے نوازا اور گنبد اقطاب قدس سرہم میں تمام کو اپنے دستِ مبارک سے خرقہائے خلافت پہناتے ہوئے سندِ خلافت عطا کی۔ اس مبارک موقع پر ایک کیف آور روح پرور محفل کا انعقاد عمل میں آیا جس میں علماء، مشائخ، شعراء، ادباء اور خویش و اقارب شریک تھے۔

علامہ شاکر نائطی اور مولانا عبد السلام کمالی صاحب نے اردو اور فارسی میں تہنیت نامے پیش کئے۔ علامہ شاکر نائطی اور مولانا کمالی ویلوری کے چند شعر درج ذیل ہیں:۔

بو الفتح عبد قادر سر آمدِ سیادت
سلطاں چو محی دین است در موطن ولایت
بنہادہ گام خود را بر نقش پائے آبا
او خلفِ صدق آمد در معنی و عبادت
بر راہِ صدقِ ایشاں چنداں قدم فشردہ

حبلِ متین ومحکم شدر شتہائے نسبت
اُو بوریانشیں کو بوئے ریا نہ دارد
در جملہ کارہائش اخلاص وحُسنِ نیت
نزدِ ملیک داور اُو راست مقعدِ صدق
زانگہ کہ او نشستہ بر منصب خلافت
آں صوفیٔ کہ گاہے از حد بروں نہ رفتہ
سرِ حقیقت ایں جا شد جمع با شریعت
ظاہر برنگ باطن، باطن بہ شکل ظاہر
دارد دو روئے معنی چو ظہر و بطنِ آیت
امروز خرقہ در بر مردانِ حق چہار اند
گرویدہ اند فائز بر منصب ہدایت
آں باقرست و ناصر ہم طاہرست و احمد
ہم چوں عناصر یار ایشاں برائے خلقت
شاکر چرا دریں جا در پیچ و تاب فکری
بنگر بدستِ ایشاں پروانۂ خلافت

✤

مولانا کمالی ویلوری کے بعض شعر ملاحظہ کیجئے:-

رند تیرا آج ساقی بے پئے مست وخراب
عرش والوں سے کمالی کا ہے مستانہ خطاب
یادگارِ محویؔ و ذوقیؔ و قربیؔ زندہ باد
آسمانِ خانقہ پہ اک درخشاں آفتاب
نیّر برجِ شرافت گوہرِ درجِ صفا
قبلہ سید شاہ عبدالقادر عالیجناب
سایہ گستر قبلہ دادا پیر و مرشد پیر ہیں
اسم کو اپنے مسمیٰ سے ہے کامل انتساب
پیری پاشا زندہ دل خوش خو عزیزِ خاص و عام
اور میراں پاشا ہیں وصاف و شانِ بوتراب
سر بہ مہر اسرار حضرت پیر کی فطرت میں ہیں
جن کے اخلاق و فراست کے قائل شیخ و شاب
خرقہ پوشی و سند یابی مبارک ہو انہیں
چھوٹے بھائی ہوں باعزاز خلافت کامیاب
یہ مکانِ قطبؒ ویلور اور بھی آباد ہو
کچھ اثر ڈالے زمانے کا نہ اس پہ انقلاب

ـــــ

آپ کے اوقات و اعمال میں بڑی برکت تھی:- تھوڑے سے وقت میں بہت سارے کام کر جاتے تھے۔ زندگی بڑے ضابطہ کے ساتھ بسر فرماتے رہے۔ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد تلاوتِ قرآن، اوراد و وظائف اولیاء میں مصروف ہو جاتے۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر خانقاہ تشریف لاتے مریدین و معتقدین واساتذۂ کرام کے ساتھ ملاقات و گفتگو ہوتی اور دیگر ضروری اُمور کی انجام دہی کا سلسلہ نمازِ ظہر تک قائم رہتا۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر خانقاہ تشریف لاتے۔ عصر کی نماز کے بعد اپنے مکان تشریف لے جاتے مغرب کے بعد پھر وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ عشا کے بعد تناولِ طعام فرماتے اور شب کا اکثر حصہ عبادت وریاضت میں گذار دیتے۔ کبھی کبھی خشیتِ الٰہی کا غلبہ اس قدر ہو جاتا

تھا کہ زار زار رونے لگتے

مصنف "خانوادہ اقطاب" یوں رقمطراز ہیں

" فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کائنات کی تصویر کے ہر رُخ کو پیش کرتا ہے جس کی روشنی میں ہم اپنی زندگی کا نفسیاتی طور پر بہترین جائزہ لے سکتے ہیں کیونکہ زندگی کے ہر ہر موضوع پر بحث کرنا اور اسرارِ زندگی ہمارے روبرو پیش کرتا ہے۔ قرآن کا مطالعہ کرنے والے کی مثال ایک غواص کی سی ہے، جو جتنی دیر پانی میں رہتا ہے، وہ اتنے ہی صدف و گوہر دامن میں بھر بھر کے لے آتا ہے۔ آپ اخلاقی اعتبار سے بلند درجہ پہ فائز تھے۔

بقول مصنف مذکور اعلیحضرت قدس سرہٗ

بچپن ہی سے کریمانہ اخلاق اور شریفانہ وضع وقطع کے مالک تھے۔ فقرا و مساکین کے ساتھ انتہائی تعظیم و تکریم سے پیش آتے۔ بڑوں کی عزت کرتے، چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔ ہمنشینوں کا خاص خیال رکھتے اور خیر و عافیت دریافت فرماتے۔ حد درجہ حیا پسند اور کم گو تھے، بہ نسبت کلام کے سکوت زیادہ فرماتے تھے۔ آپ کی ہردلعزیزی کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ ہر مذہب کے آدمی کشاں کشاں حضرت کی زیارت اور سعادتِ قدم بوسی کے لئے چلے آتے۔ صبح ہوتے ہی ہند و مسلم کا ایک عجیب سماں بندھ جاتا۔ جہاں عفو و درگذر آپ کی فطرت تھی وہاں صبر و تحمل آپ کی خمیر میں داخل تھا۔ حد درجہ غیور تھے۔ کسی رئیس کی محفل میں جانا اپنی فطرت کے خلاف تصور فرماتے۔ اپنے مریدین کی دعوت پر ان کے گھر تشریف لے جاتے، زندگی تکلف و تصنع سے عاری تھی۔

آپ کی شخصیت بڑی پُر وقار تھی۔ جمال باکمال کا یہ حال کہ مجرد دیدارِ الٰہی ہی سے سنگدل موم ہو جاتا۔ بڑے سے بڑا سرکش اور ظالم ہی کیوں نہ ہو، جب آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تو سراپا عجز و نیاز و مرقع خلوص بن جاتا۔ مگر آپ کا یہ وطیرہ رہا کہ اپنی زندگی میں سخت سے سخت مخالف و معاند سے بھی ترش روئی کے ساتھ کبھی پیش نہ آئے بلکہ پوری بشاشت و انشراحِ قلب کے ساتھ ہم کلام ہوتے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ لوگ دُور دُور سے دعا کے لئے حاضر ہوتے۔ اعلیحضرت مرحوم کی شان میں حضرت میراں ابوصالح سید احمد جیلی قادری ورنگلی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس دنیائے رنگ و بو میں اگر کسی زندہ قطب کو دیکھنا چاہو تو اس قطب کو دیکھو جو اقطاب حضرت مکان کی خانقاہ میں آیت من آیات اللہ کی سراپا تفسیر اور اصلها ثابت و فرعها فی السماء کا مثالی نمونہ بنے سجادہ نشین ہیں۔

آپ کا عقدِ سعید ۱۳۵۳ھ میں اپنے عم محترم سید شاہ غوث پیراں قادری کی بڑی صاحبزادی سے ہوا۔ اس موقعہ پر اور دو شادیاں بھی انجام پائیں۔ ایک آپ کے برادرِ عزیز حضرت مولانا الحاج ابوصالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر قادری کا عقدِ مسنون چچا کی دوسری صاحبزادی سے اور آپ کی ہمشیرہ صاحبہ

کا نکاح چچا کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا رکن الدین سید محمد قادری عرف مرشد بادشاہ سے ہوا۔

اعلیحضرت قدس سرہٗ ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے متعدد واقعات اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرتبۂ قطبیت سے سرفراز فرمایا تھا۔

ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ کا واقعہ ہے کہ الحاج مھڈار غلام محی الدین احمد خاں دھرمپوری نے حضرت شاہ حمید الدین ناگوریؒ کی بارگاہ میں اپنا یہ معروضہ پیش کیا کہ مجھے شیخ کامل دکھا دیجئے۔ اس کے بعد کئی دن وہیں مقیم رہے۔ ایک شب موصوف نے خواب دیکھا کہ حضرت ناگوری علیہ الرحمہ آپ کو اپنے ساتھ لے جا کر ایک مرد عارف کا حلیہ اور ویلور میں حضرت مکانؒ کا علاقہ دکھاتے ہوئے فرما رہے ہیں، یہ تمہارے شیخ ہیں جو میرے ہم نام و ہم کام ہیں۔

حاجی صاحب ممدوح خواب سے بیدار ہوئے تو دل سرور و انبساط سے لبریز تھا۔ اس واقعہ سے قبل کبھی ویلور نہیں آئے تھے۔ حضرت ناگوریؒ کے ارشاد و رہنمائی کے مطابق حضرت مکانؒ ویلور پہنچے تو صحن مسجد ہی میں اعلیحضرت قدس سرہٗ کو ٹہلتے ہوئے دیکھا اور اسی وقت خواب کا سارا منظر آنکھوں میں پھر گیا۔

اعلیحضرت قدس سرہٗ سے ملاقات کے بعد سارا ماجرا بیان کیا اور بیعت کی اجازت لی اور اپنے شہر لوٹ گئے۔ اس کے بعد دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ اس واقعہ کی روایت علامہ شاکر نائطی سے بھی ہے جس کو انہوں نے نظم کیا ہے:۔

ایک خوش بخت سے روایت ہے
کیا ہی اللہ کی عنایت ہے
تھی تلاش ان کو شیخ کامل کی
مرد عارف کی حق سے واصل کی،
شاہ گنج سوائی تک پہنچے
اور رہے جا کے بارگہ میں کھڑے
عرض و معروض میں زبان کھلی
اور بڑی عاجزی سے عرض یہ کی
شیخ کامل مجھے دکھا دیجئے
پردہ آنکھوں سے اب اٹھا دیجئے
طالب حق کی آرزو پا کر
اور خود اپنے ساتھ لے جا کر
حلیۂ شیخ اسے بتا بھی دیا
اور حضرتؒ مکان دکھا بھی دیا
میرا ہمنام ہے یہ شیخ ترا
میرا ہمکام ہے یہ شیخ ترا

آپ کے برادر محترم موجودہ ناظم دارالعلوم لطیفیہ حضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر قادری مدظلہٗ کی روایت ہے کہ اعلیحضرت قدس سرہٗ کے ساتھ ایک مرتبہ صاحب موصوف گھوڑا گاڑی میں اپنے باغ کو جا رہے تھے۔ کاٹپاڈی روڈ پالار برج کے

قریب ایک قبر دیکھ کر آپ کے دل میں خیال آیا کہ یہ کسی بزرگ کا مزار ہوگا۔ اسی وقت اعلیٰحضرت نے ارشاد فرمایا "حضرت پیر! صاحب مزار کا اسم گرامی حضرت شاہ نور علیہ الرحمہ ہے۔ آپ ایک جلیل القدر بزرگ ہیں۔ ہمارے جدِ اعلیٰ بیجاپور سے جب ویلور تشریف لائے تو یہاں مراقب ہوئے تو معلوم ہوا کہ اس علاقہ کا تصرف آپ کے ہاتھ میں ہے۔

مذکور الصدر راوی کا بیان ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ایک روز کسی ضرورت کے تحت میں حضرت قبلہ کے حجرے میں گیا، تو دیکھا کہ آپ خانقاہ میں بے چینی سے تیزی کے ساتھ ٹہل رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ مجھے اندر داخل ہوتا دیکھ کر مسند پر جا بیٹھے اور آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا۔ حضرت پیر! آج سے تین دن پہلے میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ کہہ رہے ہیں، بیوی ماں (آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کا عرف) کی دوا سے اثر اٹھا لیا گیا ہے۔ میرا دل بھی یہ خبر سن کر مغموم ہو گیا۔ حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ بہت دیر ہو چکی ہے، آپ گھر جا کر ناشتہ کرلیں۔ آپ مکان تشریف لے گئے اور میں اپنے دفتر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد کسی ضرورت سے مجھے مکان جانا ہوا۔ وہاں یہ منظر دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ حضرت قبلہ کرسی پر تشریف فرما ہیں اور ہمشیرہ صاحبہ پلنگ پر بیٹھی ہیں، اور دونوں کی آنکھیں آب دیدہ ہیں۔

حضرت قبلہ کو یقین ہو چکا تھا کہ ان کا وقت قریب آ چکا ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد صرف ایک ہفتہ کے اندر ہمشیرہ صاحبہ دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔

ایک اور واقعہ ہے جس میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے سلسلۂ عظیمہ کی برکت و تاثیر اور اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی روحانی قوت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس واقعہ کو موجودہ ناظم دارالعلوم لطیفیہ کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

۱۹۵۶ء کا واقعہ ہے دادا میاں صاحب ساکن ملیمبور والد حسن بابا صاحب انسپکٹر آف پولیس نے حضرت مولانا الحاج ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری سے بیعت کی درخواست کی، وہ ذیابیطس کے مریض تھے۔ پیشاب کثرت سے ہوا کرتا تھا اور ہر دس منٹ پر انہیں پیشاب کی حاجت پیش آتی تھی؛ جب بیعت کی اجازت حاصل ہوئی تو غسل کر کے پاک صاف کپڑے پہن کر آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت شام کے چار بجے تھے۔ سب لوگ خانقاہ میں جمع تھے۔ موصوف اعلیٰحضرت قبلہ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ وہ ایک عجیب کیفیت آور منظر تھا جب ان کے حق میں دعا کی جا رہی تھی اور سبھی حاضرین ایک وقت آمین کہہ رہے تھے۔ دعا بڑی مؤثر تھی۔

اس موقعہ پر ایک خاص بات قابل ذکر ہے، کہ صاحب موصوف کی آمد سے لیکر بیعت سے فارغ ہو کر واپس جانے تک شاید درمیان میں کامل ایک گھنٹہ

کا عرصہ گذرا ہوگا لیکن اس اثناء میں ان کو بالکل پیشاب کی ضرورت محسوس نہ ہوئی جس کا مشاہدہ تمام حاضرینِ مجلس نے کیا۔

ان کے احباب کا کہنا ہے کہ موصوف کے انتقال سے ایک ماہ قبل بیماری کی وجہ سے ان کی زبان بند ہوگئی۔ گھر والوں کو حیرانی و پریشانی تھی کہ ان کو کلمہ طیبہ کیسے نصیب ہوگا۔ خدا کی شان دیکھیئے کہ انتقال سے آدھا گھنٹہ پہلے زبان جاری ہوگئی۔ جو احباب ان کے قریب تھے اللہ اللہ کہتے رہے۔ بعد ازاں کلمۂ طیبہ پڑھتے ہوئے ان کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

ان کی وفات کے انتالیسویں دن شب میں اعلیحضرت قبلہ سفید اور صاف و شفاف لباس زیب تن کئے خانقاہ میں تشریف فرما تھے، بحالتِ بشارت و کشف مرحوم کو حضرت قبلہ نے سلام کے بعد خیریت دریافت کی تو مرحوم کہنے لگے کہ سلسلۂ قادریہ میں داخل ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے تمام گناہ بخش دیا۔ سکرات کے وقت آپ تشریف لائے تھے اور شیطان ملعون کو مجھ سے دُور کیا اور آپ نے کلمہ کی تلقین کی۔ خدائے قدوس نے اپنی رحمت سے مجھے کلمہ نصیب فرمایا۔

اس موقعہ پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہاں کے سجادہ نشین کو جو بھی بشارت ہوتی ہے وہ بالکل صحیح ہوتی ہے۔ اس کے متعلق متعدد واقعات ہیں جو بشارت کے مطابق ظاہر ہوتے رہے ہیں۔

اس بشارت کی اطلاع کسی طرح ان کے فرزند جناب حسن پاپا صاحب تک پہنچ گئی جو شہر مدراس میں اسسٹنٹ کمشنر آف پولیس کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہو چکے ہیں، چند دن بعد کسی موقعہ پر وہ ویلور آئے تو اس بشارت کے متعلق راقم الحروف سے دریافت کیا اور مجھ سے کہنے لگے کہ خانقاہ میں ملاقات کے وقت آپ ہی اس واقعہ سے متعلق اعلیحضرت قبلہ سے دریافت کریں۔ چنانچہ دوپہر کے کھانے کے بعد جب ملاقات ہوئی تو میں نے اس واقعہ کا ذکر دورانِ گفتگو میں کیا۔

حضرت قبلہ نے اس واقعہ کی تصدیق فرمائی اور عزیز موصوف حسن پاپا صاحب کو مذکورہ واقعہ از ابتداء تا انتہا بیان فرمایا اس پر دفعتاً موصوف کی زبان سے نکلا آپ سکرات کے موقع پر وہاں گئے تھے؟ حضرت قبلہ نے جواباً ارشاد فرمایا، وہ حضرت محبوب سبحانی تھے جو ان کے مرشد کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے۔

اعلیحضرت قدس سرہٗ کو خود اپنے وصال کی حقیقت قبل از وقت منکشف ہو چکی تھی اور ایسے متعدد واقعات رونما ہوئے جو اس امر کی نشان دہی کر رہے تھے کہ آپ دارِ بقا کی جانب سفر اختیار کریں گے۔ چنانچہ محرم الحرام سنہ ۱۳۷۸ھ میں جب آپ کو علالت کی بنا پر سی۔ ایم۔ سی ہسپتال ویلور میں داخل کیا گیا تھا۔ محرم کی چار تاریخ تھی، آپ کی

عزیزہ ہمشیرہ صاحبہ دیکھنے کے لئے گئیں اور آپ کی ناسازیٔ طبیعت دیکھ کر رو پڑیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ آٹھویں روز تو پھر رونا ہی ہے' اب ہم سے جو کچھ لینا ہے لے لو۔

آپ کے برادرِ عزیز حضرت مولانا الحاج ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر قادری نے خواب دیکھا کہ اندرون گنبد مغربی گوشہ (جہاں اب اعلیحضرت کا مزار واقع ہے) میں ایک قبر کھودی جا رہی ہے۔ بہت سے بزرگانِ کرام گنبد کے اطراف اور باہر کھڑے ہیں۔ ان میں حضرت شاہ حمید الدین ناگوری بھی ہیں۔ آپ کے استفسار پر حضرت ناگوری نے ارشاد فرمایا۔ دنیا سے ایک قطب اٹھنے والا ہے۔ اس کے لئے یہ قبر تیار کی جا رہی ہے۔

خواب سے بیدار ہونے کے بعد آپ بہت بے چین ہو گئے۔ اس واقعہ کے تین دن بعد آپ پر خواب کی حقیقت اس وقت کھلی جب اعلیحضرت قبلہ کا وصال ہوا اور گنبد کے مغربی گوشہ ہی میں آپ کی تدفین ہوئی۔

۱۲ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ روز چہارشنبہ صبح کے سات بجے اپنی زبانِ مبارک سے کلمۂ شہادت پڑھ کر مسکراتے ہوئے آپ نے جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

دیکھتے ہی دیکھتے شہر ویلور اور اس کے اطراف واکناف میں آپ کے انتقال کی خبرِ پُر ملال پھیل گئی۔ شہر کی اکثر دکانیں بند ہو گئیں۔ مختلف شہروں کے احباب قافلہ در قافلہ حضرت مکان پہنچنے لگے۔

یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ جس صبح آپ کا وصال ہونے والا تھا اسی رات آپ کے بعض معتقدین ومتوسلین نے خواب دیکھا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے' اس پریشان کن خواب کو دیکھ کر بعض لوگوں نے خیریت وعافیت کی راہ سے حقیقتِ حال کی آگہی حاصل کی' اور ویلور پہنچ گئے اور بعض حضرات خواب سے بیدار ہو کر ویلور پہنچ گئے تھے۔

دار العلوم لطیفیہ کے صدر دروازہ کے مقابل جنازہ رکھا گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک رہے' آپ کے برادرِ محترم موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری مدظلہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اعلیحضرت قدس سرہٗ کو اپنے خاندانی گنبد کے اندر مغربی سمت حضرت ذوقی علیہ الرحمہ کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔ علامہ شاکر نائطی نے آپ کی تاریخ رحلت کہی ہے۔ وھو ھٰذا۔

حضرت بو الفتح سلطان محی الدین
عبدِ قادر قدوۂ اہلِ صفا
کرد رحلت آہ، تاریخ وصال
گفت شاکر غایب قطب الکبریا
۱۳۷۸ھ

۷۸۶

تقدس مآب
اعلیٰحضرت

مولانا ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب
قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہِ مکان حضرت قطب ویلور

اس خانوادہ کی آٹھویں پشت اور نویں سجّادہ نشین بزرگ حضرت مولانا ابو النّصر **قطب الدین سیّد شاہ محمّد باقر صاحب** قادری ہیں، جو شمس العلماء حضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری (رابع) المدفون فی جنت الماوی بمکۃ المکرمہ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔

آپ کی ولادت ۲۱ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ کو بوقتِ طلوع سحر روز چہارشنبہ مکان حضرت قطبؒ ویلور میں ہوئی۔ مصنف "خانوادۂ اقطابِ ویلور" رقمطراز ہیں کہ آپ کی ولادت کے بعد آپ کے والدِ ماجد نے مسلسل یہ خواب دیکھا کہ ہر شجر و حجر اور ہر در و دیوار پر ابو النصر قطب الدین سید محمدؒ باقر لکھا ہوا ہے۔ آپ نے سمجھا کہ نومولودِ مسعود کا یہی نام رکھنے کے لئے ہدایت کی گئی ہے چنانچہ اسی بشارت کے مطابق آپ کا اسمِ گرامی ابو النصر قطب الدین سید محمدؒ باقر رکھا گیا۔

آپ نے دار العلوم لطیفیہ کی علمی دینی اور روحانی فضا میں پرورش پائی۔ ابتدا میں قرآن کریم کے چند پارے حفظ کیا اور دیگر علوم سے بہرہ ور ہوئے، برادرِ بزرگ اعلیحضرت قدس سرہٗ کے زیرِ سایہ سلوکِ باطنی اور فیوض روحانی کی دولت سے بہرہ ور ہوئے۔ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ بروز جمعہ اپنے برادرِ بزرگ اعلیحضرت قدس سرہٗ کے دستِ مبارک پر بیعت و خلافت اور ایک سو اکانوے سلاسل میں اجازت سے سرفراز ہوئے۔

اس موقعہ پر آپ کے دونوں برادرِ عزیز حضرت مولانا الحاج ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر قادری اور حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر قادری بھی بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

اس مبارک و مسعود مجلس میں علماء، فضلاء اور متعدد سلاسل کے سجادہ نشین و مشائخ شریک رہے۔

اعلیحضرت قدس سرہٗ کی رحلت کے چالیس دن بعد ۲۲ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ کو آپ مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ اس موقع پر بہت سے عقیدت مند حضرات نے تہنیت نامے پیش کیا۔

چنانچہ حضرت میراں ابو صالح سید احمد جیلی قادری نے درج ذیل ہدیۂ تبریک پیش کی:-

جشن انبساط بخش

۱۳ —— ھ —— ۷۸

مبارک سلامت کہو یک زباں
کرو جشنِ سجّادگی کا بیاں
جو بیٹھے ہیں محفل میں سجادے آج
خلافت کے مسند پہ جلوہ کناں
نبیؐ کے نواسے ہیں یہ بالیقیں

مُبارک مُبارک ہو یہ عزّ و شاں
جبینِ مُبارک سے ظاہر ہے یہہ
یہی قطبِ ویلور ہیں بے گماں
خدایا بحق نبیؐ الوریٰ
سدا یہ رہیں خرم و شادماں
الٰہی ترے فضل والطاف سے
رکھ آباد و شاداب سدا یہ مکاں
فیوضاتِ ظاہر و باطن تمام
یہی جاری و ساری تو رکھ بیگماں
یہ مسند نشینی کی تاریخ ہے،
خجستہ لقا ہے یہ والامکاں
۷۸ — ھ — ۱۳

اسی پُر کیف و سرور مجلس میں مولانا مولوی حافظ محمد زکریا رائچوٹی سابق استاد دار العلوم لطیفیہ نے نثر میں انتہائی مؤثر و دلنشین اور فصاحت وبلاغت سے بھرپور سپاس نامہ پیش کیا تھا جس کے اختتام پہ موصوف نے اپنے یہ دو شعر درج کیا ہے ملاحظہ ہو :-

اے کہ ترے وجود سے سارے دکن کو برتری
رونقِ صد حیات ہے دَورِ حیاتِ باقری
ہیں کیا مری بساط کیا تجھ پہ نثارِ جان و دل
ادنیٰ ترین غلام ہے تیرا ادیب خاوری

اس مجلس میں شیخ عبد الرحیم کاظمی قادری ویلوری نے بھی پُر زور شاندار تہنیت نامہ پیش کیا تھا جس کے چند شعر تفنن طبع کے لئے ملاحظہ کیجئے :-

خوش آمدید اے جانشینِ خانقاہِ قادری
خوش آمدہ، خوش آمدہ دَورِ جلالِ باقری
آتی ہے رُوح القدس کی وقتِ سحر سے یہ ندا
خوش آمدہ خوش آمدہ اے رحمتِ ربّ العلیٰ
خوش آمدید اے ہم نشینانِ جلوسِ مصطفےٰ
خوش آمدید اے مجلسِ ارواحِ اربابِ صفا
خوش آمدید اے شانِ عیدِ خانقاہِ قادری
خوش آمدہ خوش آمدہ دَورِ جلالِ باقری
تو جانشینِ مسندِ اقطابِ دَوراں بالیقیں
قربیؔ و ذوقیؔ، محویؔ و عبدؔ لطیف و رکن دیںؔ
صد آفریں اے شوکت و شانِ عروجِ قطبِ دیں
بر نقشِ پائے قطبِ ما سلطان و شاہِ محی دیں
خوش آمدید اے جانشینِ خانقاہِ قادری
خوش آمدہ خوش آمدہ دَورِ جلالِ باقری
یہ مسندِ اعلیٰ شرف ہے جلوہ گاہِ روز و شب
ابدال و اوتادِ زماں کے واسطے جائے ادب
ہیں جانشینِ باصفا قطبِ دیں عالی نسب
منت کشِ تعریف ہو سکتا نہیں ان کا لقب
ہے اس لقب میں ہی نہاں رازِ مقامِ برتری
خوش آمدہ و خوش آمدہ دَورِ جلالِ باقری
خوش آمدید اے واقفِ اسرارِ ذاتِ اکبری

خوش آمدید اے قرۃ العین رسولِ آخری
خوش آمدید اے مرکز اوصافِ خلق و برتری
خوش آمدید اے ہاشمی اے یادگارِ حیدری
خوش آمدید اے مظہرِ انوارِ شمس سروری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری

قرآن سہی یا معنیٔ اسرارِ اثبات و نفی
ترکِ وجود و بے خودی - دیگر رموزِ بندگی
اشغال و اعمالِ بقا اذکارِ جہری یا خفی
اس مردِ کامل کے لئے مثلِ زبانِ مادری
خوش آمدید اے کاشفِ اسرارِ ذاتِ اکبری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری

سید شہ حیدر ولی اللہ ظلِ اکبری
رشکِ مَلک بوصالح سید شاہ احمد قادری
یکسو جمالِ ناصری یکسو کمالِ طاہری
گمراہ دیں کے واسطے یہ ہیں نشانِ رہبری
یہ مرشدِ مسند نشیں کے صاحبانِ یاوری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری

جاہ و جلالِ مسندِ اقطابِ دوراں زندہ باد
یہ نورِ قدسی تا قیامت روز و شب تابندہ باد
اے آستانِ رہنمائے طالباں پائندہ باد
روئے جبینانِ عقیدت دائما فرخندہ باد
ہو سرمۂ چشمِ عقیدت خاکپائے اطہری
خوش آمدہ خوش آمدہ دورِ جلالِ باقری

کاؔمی تجھے گر نسخہ جاتِ کیمیا سے کام ہو
تو اس خیالِ خام میں بیکار صبح و شام ہو
قسمت بدلنا ہے اگر تو بے نیازِ نام ہو
اس خانقاہِ قادری کا بندۂ بے دام ہو
کاؔمی سنِ تقریب ہو اک نعرۂ جوش آوری
صد آفریں صد مرحبا دورِ جمالِ باقری

۷۸ ـــــ ھ ـــــ ۱۳

ایک اور منثور سپاس نامہ کا کچھ حصہ درج ذیل ہے:- جسے بعض علماء و فضلاء اور دینی درسگاہوں کے اساتذہ اور مختلف شہروں کے عمائدین نے اجتماعی حیثیت سے پیش کیا تھا:-

تہنیت نامۂ عقیدت شمامہ

پیر و مرشد! آپ کے اخ بزرگوار مہر سپہر معرفت ماہِ منزلِ حقیقت، چراغ راہِ طریقت، مقتدائے واصلین، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، جگر گوشۂ بتول، نائبِ رسول حضرت مولانا و مرشدنا الحاج الحافظ ابو الفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبد القادر قبلہ قادری نور اللہ مرقدہٗ کا انتقالِ پُرملال ہمارے لئے موجبِ وبال اور باعثِ نکال تھا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ جیسے برادرِ لائق و فائق جانشین دلپسند نے، جو اخلاقِ فاضلہ کے زیور جواہر نگار سے مجلّیٰ اور خلقِ عظیم کے خلعتِ فاخرہ سے مزیّن ہیں جان بخشی کی اور قالبِ مردہ میں رُوح ڈالی۔ سچ ہے ؎

نکوئے گر رَوَد زیں دہر نیکو تر شود پیدا
چوں گیرد قطرۂ راہِ عدم گوہر شود پیدا

پیر و مرشد! آپ کے عہدِ طفلی سے ہم آپ کو بڑے باوقار و نیک کردار پاتے ہیں۔ اور آثارِ رشد و اہتداء اور انوارِ صفوت و صفا آپ کے رُخِ انور سے تاباں و ہویدا ؎

بالائے سرت ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

آپ کے آباءِ کرام اپنے اپنے زمانہ میں قوم کی اقتضائے حالت کے موافق ارشاد و ہدایت فرماتے رہے اور سامانِ عروج و ترقی فراہم کئے۔ مگر حضرت قطبِ ویلور قدس سرہ العزیز نے تو انوارِ فیوض و برکات ملکِ دکن ہی میں نہیں بلکہ سارے ہندوستان اور عرب و چین میں پھیلا دئے۔ حضرت کے خلفائے نامدار، جو سرآمدِ روزگار تھے، ہر ملک میں موجود رہے اور اشاعتِ دین و ملت و احیائے توحید و سنت کرتے رہے۔

ع دلِ حسرت زدہ تھا مائدۂ لذتِ درد
کام یاروں کا بقدرِ لب و دنداں نکلا

آپ کے جدِ امجد شمس العلماء مولانا و مرشدنا الحاج رکن الدین سید شاہ محمد قبلہ قادری قدس سرہ العزیز نے قوم میں جہالت و بے علمی پھیلتے ہوئے دیکھ کر مدرسۂ لطیفیہ عربیہ کی تشکیل جدید فرمائی۔ جس کو آپ کے والدِ ماجد اور اخ بزرگوار نور اللہ مرقدہم نے بڑی محنت و جانکاہی سے سنبھالا اور ہماری اُمیدوں سے بڑھ کر اس مدرسہ کی رونق کو بڑھایا۔ جیسے آپ کے جدِ امجد قدس سرہ قومی کاموں میں دلچسپی لیتے رہے، آپ کے والدِ امجد اور آپ کے اخ بزرگوار نور اللہ مرقدہم بھی اسلام اور اہلِ اسلام کی ترقی و فروغ میں ساعی رہے۔

ہم کو پوری اُمید ہے کہ آپ کی ذاتِ ستودہ صفات سے ہزاروں کو فیضِ روحانی و جسمانی پہنچے گا اور آپ بھی قومی ترقی و عروج و اشاعتِ دین و ملت، اور احیائے توحید و سنت میں اپنے آباءِ کرام کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ اسلام اور اہلِ اسلام کی بہی خواہی میں سعی مشکور فرماتے رہیں گے۔

پیر و مرشد جس دودماں کی آپ شمعِ کمال، اور جس بوستاں کے آپ نونہال ہیں، ملکِ مدراس میں ایسا جلال و کمال والا ہے کہ ہمارے آبا و اجداد کے دل ہمیشہ اس خاندانِ عظیم الشان کی روحانی روشنی سے منور اور علومِ ظاہری سے بہرہ ور رہے۔ اگرچہ اُن زمانوں میں ملکِ مدراس کو عارفانِ کامل، مشائخانِ واصل علمائے فاضل اور محققانِ آگاہ دل پر ناز رہا۔ مگر علومِ ظاہری و باطنی کا تاج آپ ہی کے آبائے کرام کے سروں پر رہا۔ اور اولیت و افضلیت کا تمغہ آپ کے بزرگوں کے سینوں پر ہی چمکتا نظر آیا۔ آٹھ پشتوں سے آپ کا خاندانِ فضیلت نشان دار السرور ویلور میں انہارِ فیض برسا رہا ہے۔ اور آپ اس دودمان کے نویں ۹

جانشین ہیں۔ جیسے آپ کے بزرگوں نوراللہ مرقدہم،
جواہر علوم صوری و معنوی سے ہمارے آباء واجداد کے
دامان مالا مال کئے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ آپ بھی اسی
طرح فیض علوم ظاہری و باطنی سے ہمیں نہال کرینگے۔
اور جیسے آپ کے جدامجد اور آپ کے والدِ ماجد اور آپ
کے اخ بزرگوار نوراللہ مرقدہم نے اپنے خاندانی فیض کو
گم ہونے نہیں دیا اور بڑی شان و آن و بان سے اس
سرچشمۂ فیض کو جاری رکھا۔ ہمیں امید ہے کہ آپ بھی
اس خاندانِ فضیلت نشان کے فرد کامل ہونے کے
اعتبار سے فضل و کمال میں عدیم المثال رہیں گے، اور
مہمان نوازی و مسافر پروری میں اپنے آبائے کرام کا
نمونہ و مثال بنے رہیں گے۔

خدائے تعالیٰ آپ کا سایۂ ہما پایہ ہمارے
سروں پر دیرگاہ سلامت رکھے گا اور آپ کی ذاتِ
ستودہ صفات کو ملک و ملت کے لئے فائدہ بخش
بنائے گا۔ بسّط اللہ ظلکم ابدا۔

ع سایہ ات کم مباد از سرما

ہم آپ کو اپنے آباء کرام نوراللہ مرقدہم
کی مسند پر جلوہ افروز ہونے اور سجادۂ خلافت کی
زینت بڑھانے پر مبارکباد عرض کرتے ہیں اور خود ہم
اپنے آپ کو مبارکباد دے لیتے ہیں کہ ہماری خوش قسمتی
سے آپ جیسا روشن ضمیر ہادی و رہبر ملا اور سجادۂ
خلافت، خانقاہِ اقبال پور ویلور کو زینت
بخشا۔

(اصغر العباد خطیب محمد زکریا امین یوسفی
متوطن پرنام بٹ تحریر نمودہ)
روز یکشنبہ ۲۲ رصفر المظفر سنہ ۱۳۷۸ھ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۸ء

آپ کا قد میانہ، رنگ گندمی مائل، سینہ عریض
پیشانی کشادہ، داڑھی گھنی اور چہرہ پُر وقار اور
باتمکین ہے۔

آپ کا عقدِ مسعود اپنی حقیقی پھوپی کی صاحبزادی
بنتِ حضرت سید امین الدین علی قادری جاگیردار عرس ورنگل
سے ۵ رمارچ سنہ ۱۹۴۵ء مطابق ۱۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۵ھ
کو منعقد ہوا۔

آپ کی پُرکشش و جاذب نظر شخصیت اپنے
خاندانی روایات کی پوری حامل ہے۔ آپ نہایت خلیق
اور کریم النفس واقع ہوئے ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ بغیر
کسی امتیاز و فرق کے خوش خلقی اور وسعت قلبی سے پیش
آتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں مختلف مکاتبِ فکر کے ارباب
علم و دانش اور دیگر مقامی و بیرونی اشخاص و افراد کی
آمد کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ سبھی کے ساتھ محبت و الفت
اور اکرام و اعزاز سے پیش آتے ہیں۔ آپ نے بھی اپنے
والدِ ماجد حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبد اللطیف
قادری اور جد امجد حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمد
قادری کی طرح دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے

کے ساتھ اچھے تعلقات اور مراسم قائم کر رکھا ہے۔
آپ کو ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا گیا، تو اپنی عزلت نشین طبیعت اور مصروفیات کے باعث معذرت پیش کی۔ تاہم مجلس کی کارگذاریوں کی اطلاع آپ کے نام پر برابر موصول ہو رہی ہیں۔
آپ کا سفرہ عام ہے اور جو بھی یہاں آتا ہے، وہ اس سے سیراب ہوتا ہے بقول حضرت سعدی علیہ الرحمہ: بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست۔
آپ کے اندر معاملات کی صفائی، صاف گوئی اور ایفائے عہد، قوتِ ارادی، استحکام فیصلہ، دوسروں کے صرف محاسن کا اظہار، سادگی و بے نفسی اور استغناء و بے نیازی بدرجۂ اکمل موجود ہے اور آپ کے یہ وہ اوصاف و عادات ہیں، جن کو ہر وہ شخص بآسانی جان سکتا ہے، جسے آپ کی ذاتِ گرامی سے تھوڑی بہت راہ و رسم رہی ہو۔
آپ کی سیرت و شخصیت سے متعلق صاحب "انوار اقطاب ویلور" لکھتے ہیں:۔
حقیقت یہ ہے کہ یہ وسیع النظری، حسن خلق ...فی انہی حضرات کا حق ہے۔ شریعت مطہرہ کا بہت ہی زیادہ پاس و لحاظ ہمیشہ سنت رسول پر چلنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ عبادت و ریاضت کا بہت زیادہ شوق غالب رہتا ہے منکسر المزاجی حد درجہ پائی جاتی ہے۔
حتی الامکان یہی کوشش رہتی ہے کہ خود تکلیف جھیل کر دوسروں کو آرام پہنچائیں۔ خدمت کا یہ جذبہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے اور ہمہ وقت یہی تمنا رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ خدمت دین لے اور اس کو قبول فرمالے۔ کیونکہ آخرت کے لئے بہترین سرمایہ یہی ہے"۔
آپ عہد طفولیت ہی سے چُست و چالاک، ذہین و نشیط اور غیر معمولی طور پر محنتی واقع ہوئے ہیں۔ دارالعلوم لطیفیہ کی فلاح و ترقی کے لئے بڑی جد و جہد اور محنت و مشقت کی۔ والد ماجد کے وصال کے وقت صرف دس سال کے تھے۔ ہوش سنبھالنے کے بعد جائداد کی تنظیم کی اور اس کی حفاظت و نشو و نما کی جانب خصوصی توجہ مبذول فرمائی اور اس سے جو آمد ہونے لگی دارالعلوم کے اساتذہ و طلباء و مریدین و مہمان، مسافر و غریب غرباء پر صرف ہونے لگی اور مسندِ سجادگی پر متمکن ہونے کے بعد اپنے برادرِ عزیز حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر قادری مدظلہ کو منصب نظامت پر فائز کیا اور درس و تدریس کے ساتھ شمال و جنوب کے قابل اساتذہ کا تقرر فرمایا۔ چنانچہ آپ کے دورِ سرپرستی میں درج حضرات منصب درس پر فائز تھے:۔

مولانا مولوی ابوالمعالی علوی صاحب مرحوم
مولانا مولوی حافظ سید محمد عابد صاحب مرحوم
مولانا مولوی حافظ محمد زکریا ادیب فاضل ورایچوٹی مرحوم

مولانا مولوی حافظ محمد سلیم احمد پورنیا (بہار)
مولانا مولوی نصیر الدین بہاری
مولانا مولوی محمد طیب الدین اشرفی مونگیری (بہار)
مولانا مولوی سید حمید اشرف کچھوچھوی فیض آباد U.P.
مولانا مولوی عبد الواحد جونپوری
مولانا مولوی سید مصطفیٰ حسین بخاری لطیفی کڈپوی
مولانا مولوی شبیر احمد اکرمی لطیفی بھٹکلی
مولانا مولوی بشیر احمد کنٹو انجوری (آندھرا)
مولانا مولوی محمد حاتم اشرفی مبارکپوری
مولانا مولوی عبد العزیز رضوی مبارکپوری مرحوم
مولانا مولوی محمد نعیم اختر فاضل اشرفیہ مبارکپور
مولانا مولوی سید برہان الدین عنطری جزری
مولانا مولوی پی کے موسیٰ کٹی ملیباری
مولانا مولوی کے یم احمد کمال الدین لطیفی مرحوم

موجودہ اساتذہ میں اس عاجز راقم السطور کے علاوہ درج ذیل افراد مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا مولوی محمد حسین صاحب یم اے۔
مولانا مولوی محمد انوار اللہ سر قاضی لطیفی
مولانا مولوی پی محمد ابو بکر ملیباری لطیفی
مولانا مولوی کے یس محمد صبغۃ اللہ لطیفی
مولانا مولوی سید الیاس پاشاہ لطیفی سیلم

آپ کے دست مبارک پر بہت سارے لوگ بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے اور آپ نے چند مخصوص افراد کو خلافت سے بھی نوازا ہے۔ جن میں سے بعض افراد یہ ہیں:-

۱) مولانا مولوی سید مصطفیٰ حسین بخاری لطیفی کڈپوی دار العلوم لطیفیہ کے فاضل ہیں اور اپنے شہر کڈپہ میں ھدیٰ انگلش میڈیم سکول چلا رہے ہیں، اور اچھے تاجر ہیں۔

۲) مولانا مولوی محمد انوار اللہ سر قاضی لطیفی تورگل دار العلوم لطیفیہ کے فاضل ہیں ضلع شمالی آرکاٹ کے قاضی ہیں، اور دار العلوم لطیفیہ میں درس و تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

۳) جناب سید محمد بدر عالم قادری یم اے، ایم۔کام جو مولوی سید شہاب الدین قادری لطیفی کے فرزند ہیں، سر سید کالج کیرالا میں پرنسپل کے حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۴) مولانا مولوی سید عبد الجبار قادری، مدرسہ باقیات صالحات ویلور کے فاضل ہیں اور اپنی مادر علمی میں منصب نظارات پر فائز ہیں۔

۵) مولانا مولوی سید برہان الدین طنطری جزری مدرسہ باقیات صالحات ویلور کے فاضل ہیں۔ اور عربی زبان کے بہترین صاحب قلم اور شاعر ہیں، دار السلام ہوڈے کی درسگاہ میں ناظم ہیں۔

۶) مولانا مولوی شبیر احمد اکرمی لطیفی بھٹکلی

دار العلوم لطیفیہ کے فاضل ہیں، اور بھٹکل میں منصبِ قضاؤت پر جلوہ افروز ہیں۔

۷) مولانا مولوی حافظ سید یوسف بغدادی کڈپوی دار العلوم لطیفیہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ واعظ خوش بیان اور مدرسہ اسلامیہ کڈپہ کے نائب ناظر ہیں۔

۸) مولانا مولوی پی کے موسیٰ کٹی کلفرم مدرسہ باقیات صالحات ویلور کے فاضل ہیں۔ عربی زبان کے اچھے ادیب وشاعر ہیں۔ تروندرم کی ایک دینی درسگاہ میں مدرس ہیں۔

۹) جناب سید میراں قادری عرف مرشد مدراسی یہ مولانا شاہ حسین قادری المشہور میلا پور کے پیر کے پوتے ہیں۔

۱۰) سماحۃ الشیخ عبد اللہ ھزیم،

بحرین کے صاحبِ نسبت عالم وفاضل اور مصنف ومحقق ہیں اور حکومتِ بحرین کے "ادارۃ الشئون الاسلامیۃ والاوقاف" میں جنرل سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں، بحرین کے علمی و دینی حلقہ میں معروف ومقبول ہیں۔

غرض اعلیٰحضرت مدظلہ خلوص وللٰہیت اور خوش اسلوبی کے ساتھ دار العلوم لطیفیہ، اور خانقاہ کی خدمات میں مصروفِ عمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کی سرپرستی میں دار العلوم ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے۔

آمین — !

فضیلت مآب

حضرت مولانا الحاج ابو صالح
عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قادری
مدظلہ العالی

قوتِ بازوئے سجادہ نشین
و دار العلوم لطیفیہ
مکانِ حضرت قطب ویلور

اس خانوادہ کی آٹھویں پُشت اور دسویں بزرگ حضرت مولانا الحاج ابوصالح

عماد الدین سیّد شاہ محمد ناصر صاحب

قادری المعروف بہ میراں پاشاہ صاحب مدظلہ ہیں۔

آپ شمس العلماء حضرت مولانا محی الدین سیّد شاہ عبداللطیف (رابع) قادری کے تیسرے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت مورخہ ۵ رذی الحجہ سنہ ۱۳۲۹ھ کو بمقام مکان حضرت قطبؒ ویلور ہوئی۔

آپ نے دارالعلوم لطیفیہ کے علمی و دینی ماحول میں پرورش پائی۔ حیدرآباد تشریف لے گئے تو وہاں کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ کے اساتذۂ کرام سے اکتسابِ علم فرمایا۔ آپ نے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور ان ہی کے زیر سایہ تربیت باطنی کی نعمت پائی۔

آپ کا قد متوسط، رنگ پختہ، سینہ عریض داڑھی گھنی دراز اور چہرہ بارعب ہے۔ آپ کا عقدِ مسعود اپنے عم محترم حضرت سید شاہ غوث پیر قادری کی چھوٹی صاحبزادی سے ۲۹ رذی الحجہ سنہ ۱۳۵۳ھ میں ہُوا۔

آپ صوفیانہ مزاج اور زاہدانہ طبیعت رکھتے ہیں۔ عاداتِ جمیلہ اور اوصافِ حسنہ سے آراستہ ہیں۔ آپ کے اندر اپنے بزرگوں کی خُو بُو پائی جاتی ہے۔ حافظہ اور یادداشت بڑی اچھی ہے۔ اپنے بزرگوں کے حالات و واقعات ایام و سنن کے ساتھ سُناتے ہیں۔ صاحب اوراد و وظائف ہیں۔ روزانہ ماثورات کی قرأت کا التزام رہتا ہے۔

سنہ ۱۴۰۰ء میں بیت العتیق و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ مقدسہ و متبرکہ سے شرفیاب ہوئے۔

حج بیت اللہ کی روانگی کے موقعہ پر آپ کی خدمت میں مختلف اشخاص نے سپاس نامے پیش کیا۔ مسجدِ حضرت سید شاہ علی سلطان چشتی قادری گاندھی روڈ ویلور کے اراکین نے بھی سپاس نامہ پیش کیا تھا جس کا کچھ حصہ ہدیۂ ناظرین ہے:-

نذرانۂ عقیدت

برموقع سفرِ سوئے حرم شریف

بزرگ محترم! آپ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ تقریباً تین صدیوں سے شہر ویلور میں آپ کا خانوادہ عالیہ دارالعلوم لطیفیہ دین و ملت کی خدمت انجام دیتا آرہا ہے۔ اور یہ صرف آپ کی خانقاہ کی خصوصیت ہے کہ اس کے افراد کو ایک سو اکانوے سلاسل میں بیعت و خلافت حاصل ہے اور اہلِ بصیرت پر یہ حقیقت منکشف ہو چکی ہے کہ اس کا ہر فرد جو مسندِ سجادگی پر فائز ہوتا ہے وہ ولایت سے مشرف ہُوا کرتا ہے۔ اور آپ کے آباء و

امداد کے روحانی تصرفات اور فیوض وبرکات
سے ایک عالم مستفیض ہورہا ہے" آپ کے جدامجد
قدوۃ السالکین حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ جب
بارگاہ مصطفوی میں پہنچے' دربانوں نے اندر جانے سے منع
کیا۔ یہ امتناع آپ سے سہا نہ گیا اور وہیں سے عرض کیا
السّلام علیك یا جدی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم
نے مزار اقدس سے آواز دی تعال یا ولدی (میرے
فرزند چلے آؤ) آپ کا مزار اقدس جنت البقیع میں حضرت
امام حسن علیہ السلام کے قدموں میں واقع ہے اور آپ کے
والد محترم اعلیٰ حضرت مکی قدس سرہٗ بھی بیت اللہ تشریف
لے گئے تھے اور آپ بھی جنت الماویٰ میں مدفون ہیں۔

آپ اور آپ کے برادران محترم اپنے اسلاف
کا بہترین نمونہ ہیں۔ آپ کے خانوادہ سے اہل محلہ اور جماعت
مسجد حضرت سید شاہ علی سلطان چشتی قادری کا تعلق
عقیدتمندانہ نوعیت کا حامل ہے اور انہوں نے ہمیشہ آپ
سادات کرام کی دعاؤں کو دارین کی فلاح کا ذریعہ
تصور کیا۔ چنانچہ اسی جذبہ کی کارفرمائی تھی کہ مسجد ہٰذا سے
متعلق صدور پذیر ہونے والے تعمیری کاموں کا آغاز
آپ کے برادر محترم سجادہ نشین کی پرخلوص دعاؤں سے
ہوا کرتا ہے اور اسی قلبی و روحانی رشتہ کا اثر ہے کہ
آج ہم سب کے لئے آپ کے سفر سوئے حرم کی خبر بے پایاں
مسرت کا باعث بنی۔ اس حسین وجمیل سفر کے موقعہ پہ
آپکی خدمت میں گلدستۂ تہنیت پیش کیا جارہا ہے' اور
بہ مؤدبانہ التماس ہے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
میں ہم مہجوروں کا نذرانۂ صلوٰۃ وسلام پیش کریں۔

پیشکش منجانب اراکین مسجد ہٰذا

۲۰ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ

آپ کی شخصیت سے متعلق صاحب انوار اقطاب ویلور لکھتے ہیں:
"کتب تصوف سے آپکو بہت زیادہ قلبی لگاؤ
ہے۔ جب بھی آپ کو موقع ملا تو ملفوظات یا کسی مسئلۂ
تصوف پر کوئی کتاب مطالعہ فرماتے رہتے ہیں۔ خلق سے بے
نیازی اور خصوصاً امراء طبقہ سے حد درجہ بے اعتنائی دیکھا۔
حتی الامکان یہی کوشش رہتی ہے کہ اپنی جانب سے کسی خلق خدا
کو کوئی ایذا نہ پہنچے' خواہ کوئی بھی کیسا ہی سلوک کرے ہمیشہ
خاروں کا جواب پھول سے دینے کی سعی فرماتے ہیں۔ جب
کبھی میں آپ کے نزدیک بیٹھتا ہوں تو یہی فرماتے کہ رزق
حلال اور اوامر ونواہی کی بجا آوری کے ساتھ خلق کے
ساتھ ہمیشہ رحم وکرم' عفو ودرگذر سے کام لینا چاہئے۔
ہمارا یہی شیوہ ہونا چاہئے کہ خود تکلیف اٹھا کر مخلوق خدا
کو آرام پہنچائیں۔ یہ نہیں کہ اوروں کی تکلیف نظرانداز کرکے
اپنے آرام میں محو ہو جائیں۔ یہ شیوہ بندگی نہیں' بندگی
کا شیوہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے کو تخلقوا
باخلاق اللہ کے زیور سے آراستہ کرے۔

دارالعلوم لطیفیہ کے امور اور کاروبار میں

آپ بھی اپنے دونوں بھائیوں کی طرح دلچسپی اور جاں فشانی سے کام لیتے ہیں۔ خصوصاً کتب خانہ کی حفاظت ونگرانی کا خاص خیال رکھتے ہیں، اور پوری وسعتِ قلبی کے ساتھ اساتذہ، طلباء اور دیگر ذی علم حضرات وارباب تحقیق کو کتابیں عنایت فرماتے ہیں، اور دارالاقامہ میں رہائش پذیر طلباء کی دیکھ بھال اور ان کی اخلاقی تربیت کی جانب توجہ منعطف رکھتے ہیں۔

اللہ کرے کہ آپ صحت وسلامتی کے ساتھ رہیں اور اسی طرح دارالعلوم کی خدمات میں مصروفِ عمل رہیں۔

عزت مآب

حضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین سید شاہ
محمد طاہر صاحب
قادری بی اے دام برکاتہم
ناظم
دارالعلوم لطیفیہ مکانِ حضرت قطب ویلور

اس خانوادہ کی آٹھویں پشت اور گیارھویں بزرگ حضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری ہیں، جو شمس العلماء حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔

آپ کی ولادت روز چہارشنبہ ۵ ا جمادی الاول سنہ ۱۳۳۶ھ کو مکان حضرت قطب ویلور میں ہوئی۔ ۱۲ جمادی الاول کو آپ کے والد ماجد نے آپ کو اپنے خاندانی گنبد میں حضرت قربی علیہ الرحمہ کے مزار کے پائیں رکھا اور دعا فرمائی، اور آپ ہی کا نام ابوالحسن تجویز فرمایا۔

آپ نے خانقاہ کی روح پرور فضا اور دار العلوم لطیفیہ کے علمی و دینی ماحول میں پرورش پائی۔ آپ کے اندر انگریزی تعلیم کا ذوق اور رجحان دیکھتے ہوئے، ہوئے اعلیحضرت قدس سرہ نے آپ کو گورنمنٹ محمڈن ہائی سکول ویلور میں داخل کیا۔ ایس ایس ۔ ایل سی کے بعد محمڈن کالج مدراس سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کا خاص موضوع اسلامی تاریخ و تمدن رہا۔ بی اے کا امتحان کامیاب کرنے کے بعد لا کالج مدراس میں داخلہ لے لیا۔

آپ انگریزی تعلیم سے آراستہ ہونے کے باوجود اسلامی ذہن و فکر اور دینی مزاج رکھتے ہیں۔ یہ دراصل فیضان ہے اس مرد باصفا اعلیحضرت قدس سرہ کا جنھوں نے یہ حقیقت آپ کے ذہن نشین فرمائی کہ زندگی ناپائیدار اور چند روزہ ہے۔ دائمی زندگی سنوارنا ہے تو دین کی خدمت انجام دو' اور یہ دار العلوم اور خانقاہ ہمارے بزرگوں کی امانت ہے اور ہمیں ان چیزوں کے امین و محافظ بن کر زندگی گذارنا ہے اور آخرت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بزرگوں کے سامنے اس امانت کی حفاظت و صیانت کا ثبوت دینا ہے۔

برادر محترم کی زبان مبارک سے صدور پذیر یہ کلمات آپ کے دل کی گہرائیوں کو چھو گئے اور یہ عزم صمیم کرلیا کہ تا دم زیست اپنے آباء و اجداد کے چمنستان علم و ادب کی آبیاری میں مصروف رہوں گا۔ چنانچہ تعلیم ختم ہونے کے بعد پورے انہماک و لگن کے ساتھ دار العلوم لطیفیہ کی تنظیم و تنسیق کی طرف متوجہ ہو گئے۔

آپ نے اعلیحضرت قدس سرہ کے زیر سایہ تربیت باطنی کی نعمت پائی۔ اور ان ہی کے ہاتھوں پر بیعت و خلافت اور ایک سو اکانوے سلاسل میں اجازت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کا قد متوسط، رنگ گندمی مائل جسم قوی، پیشانی عریض، سینہ وسیع، چہرہ وجیہہ، اور ہنس مکھ ہے۔

آپ کا عقدِ مسنون حقیقی بڑی پھوپی کی نواسی بنتِ حضرت سید شاہ میراں محی الدین قادری ورنگل سے ۱۱؍ فروری ۱۹۵۱ء مطابق ۴؍ جمادی الاول ۱۳۷۰ھ کو منعقد ہوا۔ آپ کی دو صاحبزادیاں ہیں۔ بڑی صاحبزادی جناب سید عثمان قادری عرف فصیح پاشاہ بی کام حیدرآبادی ابن جناب سید دستگیر پاشاہ صاحب قادری مرحوم سے منسوب ہے۔

آپ کی ذاتِ گرامی متعدد اوصاف و کمالات کی حامل ہے۔ عہد طفولیت ہی سے شریفانہ اخلاق اور کریمانہ عادات و اطوار کا ظہور ہوتا رہا اور طالب علمانہ زندگی بھی بڑی ہی پاک وصاف اور نیک تھی۔ بقول صاحب "انوار اقطاب ویلور" :۔

"قدرت نے آپ کے اندر بہت سی خوبیاں ودلیعت فرمائی ہے۔ جو نوادرات میں سے ہے۔ کالج و یونیورسٹی کی زندگی کچھ ایسی ہوتی ہے' جہاں طلباء اپنے آپ کو بچائے رکھنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ خواہ کیسا ہی طالب العلم ہو' وہ ماحول سے ضرور متاثر ہوتا ہے' اور اپنے کو اس سوسائٹی میں شامل کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ لیکن آپ کی وہ ذات ہے' جہاں ایسے ماحول کے باوجود اپنے آپ کو اس طرح بچا کر نکلے' جیسے ایک ہیرا ہزاروں پتھروں میں رہ کر بھی آبدار ہیرا ہی رہتا ہے۔ ایسے ہی آپ ہما ہمی کی دنیا میں رہ کر تحصیل علم فرماتے رہے اور گوہرِ آبدار ہی رہے۔"

آپ بہت ہی خلیق و نرم مزاج اور متواضع و رقیق القلب واقع ہوئے ہیں۔ دوسروں کے دکھ درد' اور تکلیف کو دیکھ کر آب دیدہ ہو جاتے ہیں۔ ضرورتمندوں اور غریبوں ضعیفوں کی امداد و اعانت پوشیدہ طور پر کرتے رہتے ہیں۔ رشتہ داروں اور دوستوں کا خاص خیال اور انکا بہت پاس و لحاظ رکھتے ہیں۔ بڑوں کے ساتھ احترام و اکرام اور چھوٹوں پر شفقت و الفت فرماتے ہیں طبیعت کے اندر حلم و بردباری اور صبر و تحمل اور عفو و درگذر کا مادہ بہت ہے' بہت ہی فہیم اور صاحب فراست ہیں۔

آپ کی ذاتِ گرامی سے دار العلوم لطیفیہ کی ترقی کی جو بلند توقعات اور امیدیں وابستہ تھیں' وہ ایک ایک کرکے پوری ہوئیں۔ آپ کے منصب نظامت پر فائز ہونے کے بعد اس قدیم ترین خانقاہی درسگاہ کی شان اور آب و تاب میں اضافہ ہوا۔ آپنے درسِ نظامیہ کی تعلیم و تدریس کے ساتھ طلباء کو مدراس یونیورسٹی کے امتحانات افضل العلماء' منشی فاضل اور ادیب فاضل میں شرکت کے لئے یونیورسٹی سے دار العلوم کا الحاق کیا۔ جس کی وجہ سے طلباء' دار العلوم سے فراغت کے بعد انگریزی اسکول و کالج میں ملازمت کے مستحق قرار پا رہے ہیں۔

طلباء کی تقریری و تحریری صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے اور بروئے کار لانے کے خیال سے آپ نے دائرۃ المعارف کے نام سے ایک انجمن قائم کی اور ہر طالب علم کو ہفتہ وار اجلاس میں کسی موضوع پر تقریر کرنے کا مکلف ٹھہرایا۔ اور ہر

جمعہ مقررہ موضوع پر مقالہ لکھنے کا پابند کردیا اور اس کے علاوہ عربی، فارسی اور اردو میں چھ چھ صفحات لکھنے کو لازمی قرار دیا جس کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کے دورِ نظامت میں ایسے بہت سے طلباء فارغ ہوئے جن کے اندر تقریر و خطابت کی اچھی خاصی قابلیت اور استعداد پیدا ہوئی اور ہفتہ وار پابندی کے ساتھ مقالہ نویسی و مضمون نگاری اور کاپی لکھنے کی مشق سے اصحابِ قلم کے اسلوب اور طرزِ نگارش کو سمجھنے کی صلاحیت اور تحریر و تصنیف کا سلیقہ اور کتابت میں صفائی و پاکیزگی جیسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو موجودہ دور میں علماء کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ آپ نے اپنے دور میں ایک نئی چیز گیمس و اسپورٹس کا بھی نفاذ فرمایا تاکہ طلباء کی جسمانی صحت اور دماغی تازگی بہتر اور عمدہ رہ سکے۔ اور بعدِ نمازِ عصر تا مغرب شہر میں گھومنے سے محفوظ رہ سکیں۔

نیز طلباء کے اندر وسعتِ فکری اور وسیع النظری اور ان کی معلومات میں اضافہ کے لئے مختلف مکاتبِ فکر کے صاحبانِ علم و معرفت کو دعوت دے کر سالانہ جلسہ وغیرہ میں طلباء کے سامنے ان کی تقریریں کرواتے ہیں۔

حضرتِ موصوف بھی بذاتِ خود تحریر کا اچھا ذوق رکھتے ہیں اور اساتذہ و طلباء کے سامنے ہمیشہ تحریر کی اہمیت بیان کرتے ہیں۔ اور اس اہم کام کی جانب توجہ مبذول فرماتے ہیں۔

آپ کے دورِ نظامت کا ایک اور تاریخی علمی کارنامہ سالنامہ "**اللطیف**" کا اجراء ہے جس کو آپ نے پچیس ۲۵ سال قبل جاری فرمایا، جس میں اساتذہ و طلباء کے مضامین کے علاوہ دیگر علماء، فضلاء، اور ادباء و شعراء کی تخلیقات بھی شائع ہوتی ہیں۔

آپ کے اندر اپنے آباء و اجداد کی تصانیف کی حفاظت اور ان کی اشاعت کا ذوق بدرجۂ اتم موجود ہے۔ بزرگانِ حضرت مکان کے اکثر و بیشتر قلمی نسخے و مخطوطات آپ کے پاس صحیح و سالم محفوظ ہیں۔ آپ نے ان کی اشاعت کے لئے دار التصنیف والاشاعت کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے۔ چنانچہ اس ادارے کی جانب سے اب تک جو علمی و مذہبی کتابیں اور رسالے شائع ہوئے وہ درج ذیل ہیں:۔

۱) خانوادۂ اقطابِ ویلور ———
۲) انوارِ اقطابِ ویلور ———
۳) رسائلِ حضرت قربی رح علیہ الرحمہ ———
۴) رسالۂ بیعت غائب و حاضر ———
۵) میزان العقائد ———
۶) انشائے عقائدِ ذوقی ———
۷) جواہر السلوک (ابتدائی دس فوائد) ———

اللہ تعالیٰ آپکی عمر دراز فرمائے اور دار العلوم لطیفیہ آپ کی نظامت میں ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے۔ آمین

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے عاجز راقم السطور کے قلب کو خانوادۂ مذکور کے روحانی فیوض و برکات سے مستفیض فرمایا اور اسکی نوکِ قلم سے یہ تذکرہ معرضِ وجود میں لایا۔ تمنا ہے کہ اس خانوادہ پر عنایات و نوازشات الٰہی کا سلسلہ جاری و ساری رہے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخزن السلاسل

چودھویں قسط

تصنیف انیف

قدوۃ السالکین عمدۃ الکاملین سراج العارفین حضرت مولنا
سید شاہ ابو الحسن ثانی قادری قدس سرہٗ

مترجم :-

مولانا محمد حسین صاحب یم اے
استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

مخزن السلاسل سے ابو العباس الخضرتہ کے آٹھ خرقے ترجمہ کے ساتھ حاضر ہے۔ صاحب مخزن السلاسل نے ایک سو اکانوے سلاسل میں اپنے نبیرہ خاص حضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری ثم ویلوری کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

الحمدللہ آپ کی اولاد امجاد (الثانیہ) کاشانہ مکان حضرت قطبیہ ویلور میں ابھی تک ایک سو اکانوے سلاسل کے اندر اجازت و خلافت کا سلسلہ جاری ہے۔

محمد حسین عفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما خرقة ابی العباس الخضریة فثمانیة

احدہما البسہا الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید عبد الغفور و ھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من ابیہ السید ناصر الدین محمود وھو من ابیہ السید جلال الدین الحسینی الحسنی البخاری مخدوم جہانیان وھو من السید حمید الدین السمرقندی وھو من الشیخ شہاب الدین ابی سعید زفر بن محمود الکرمانی الشافعی وھو من نقیب الاولیاء العظام ابی العباس خضر علیہ السلام وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین

خرقہائے ابی العباس الخضریہ آٹھ ہیں :-

ان میں سے پہلا وہ ہے جس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبد الغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی طرف سے شاہ عالم ہے اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم مشہور ہیں اور انہوں نے اپنے والد سید ناصر الدین محمود سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال الدین حسینی الحسنی البخاری مخدوم جہانیان سے اور انہوں نے سید حمید الدین سمرقندی سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین ابی سعید زفر بن محمود الکرمانی الشافعی سے اور انہوں نے نقیب اولیاء عظام خضر علیہ السلام سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے امر ذی النور المبین سے بواسطہ روح الامین ۔

الثانیه

لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امه السید نوراللہ وھو من ابیه السید علی محمد وھو من السید محمد و ھو من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جده السید عرب شاہ وھو من ابیه السید محمد زاھد وھو من اخیه السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عنداللہ وھو من ابیه السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من اخ جده السید صدرالدین ابی الفضل محمد وھو من اخیه السید جلال الدین الحسین الحسنی البخاری مخدوم جھانیان وھو من الشیخ شھاب الدین ابی سعید بن زفر بن محمود بن محمد الکرمانی وادرکه فی مکة المبارکة وھو من نقیب الاولیاء العظام ابی العباس الخضر علیه السلام وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیه وعلی آله و اصحابه وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

دوسرا خرقہ

اس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نوراللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبداللہ سے جو اللہ کی طرف سے ملقب بشاہ عالم ہیں اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللہ سے جو قطب عالم مشہور ہیں اور انہوں نے اپنے دادا کے بھائی سید صدرالدین ابوالفضل محمد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید جلال الدین الحسین الحسنی البخاری مخدوم جہانیان سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین ابی سعید بن زفر بن محمود بن محمد الکرمانی سے جن سے مکہ مبارکہ میں ملے، اور انہوں نے نقیب الاولیاء عظام ابی العباس خضر علیہ السلام سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور انہوں نے امر ذی النور المبین سے بواسطۂ روح الامین۔

الثالثة

لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن
عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ السید
علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ
السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید
حسن وھو من ابیہ السید عبدالغفور وھو
من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید
راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب
بشاہ عالم من عنداللہ وھو من ابیہ السید
برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب
العالم وھو من اخیہ السید شمس الدین الحسین
البخاری وھو من جدہ السید جلال الدین
الحسین الحسنی البخاری مخدوم جھانیان وھو
من الشیخ عبداللہ المطری وھو من نقیب
الاولیاء العظام ابی العباس خضر علیہ السلام
وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ
وعلی آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور
المبین بواسطۃ الروح الامین۔

الرابعۃ

لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من
ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ
السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من

تیسرا خرقہ

اسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے
چچیرے بھائی سید نوراللہ سے پہنا اور انہوں نے
اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد
سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے
اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے اپنے
والد سید عبدالغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد
سے اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے
والد سید محمد بن عبداللہ سے جن کا لقب شاہ عالم اللہ کی
طرف سے اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللہ
سے جو قطب عالم مشہور ہیں اور انہوں نے اپنے بھائی سید
شمس الدین الحسین البخاری سے اور انہوں نے اپنے والد
سید جلال الدین الحسین الحسنی البخاری مخدوم جہانیاں سے اور
انہوں نے شیخ عبداللہ المطری سے اور انہوں نے نقیب
اولیاء عظام ابی العباس خضر علیہ السلام سے، اور
انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے امر ذی النور المبین
سے بواسطۂ روح الامین۔

چوتھا خرقہ

اسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے
چچیرے بھائی سید نوراللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے
والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور

ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من
السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ
السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد
زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبداللہ
الملقب بشاہ عالم من عنداللہ وھو من ابیہ
السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور
بقطب العالم وھو من الشیخ تاج الدین
البھکری وھو من السید جلال الدین
الحسین الحسنی البخاری مخدوم جہانیان
وھو من نقیب الاولیاء المعظام ابی العباس
خضر علیہ السلام وھو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ
الروح الامین۔

انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے
سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا
سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد
زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبداللہ
سے جو ملقب بشاہ عالم ہیں اللہ کی طرف سے اور انہوں نے
اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللہ سے جو قطب
عالم مشہور ہیں اور انہوں نے شیخ تاج الدین البھکری
سے اور انہوں نے سید جلال الدین الحسین الحسنی
البخاری مخدوم جہانیان سے اور انہوں نے
نقیب الاولیاء عظام ابی العباس خضر علیہ السلام سے
اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ
وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے امر ذی
النور المبین سے بواسطۂ روح الامین۔

الخامسہ

لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من
ابیہ السید علی محمد وھو من السید
محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم
وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من
جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید
محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن

پانچواں خرقہ

اس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ
کے چچیرے بھائی سید نوراللہ سے پہنا اور انہوں
نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے
سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم
سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں
نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے
والد سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد

عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ
وھو من ابیہ السید برہان الدین ابی محمد
عبداللہ المشہور بقطب العالم وھو من
الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی
وھو من جدہ السید رکن الدین ابی الفتح
عرب شاہ وھو من السید تاج الدین جعفر
وھو من ابیہ السید روح الدین منصور
وھو من ابیہ السید عزالدین اسحٰق وھو
من ابیہ السید ضیاء الدین ابی عبداللہ المعروف
بکردویہ وھو من نقیب الاولیاء العظام
ابی العباس خضر علیہ السلام وھو من خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ و
اصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین
بواسطۃ روح الامین۔

السادسۃ

لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن
عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید
علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ
السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید
حسن وھو من ابیہ السید عبدالغفور و
ھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید
راجو وھو من السید محمد بن عبداللہ الملقب

بن عبداللہ جو ملقب بشاہ عالم ہیں اللہ کی طرف سے
اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللہ
سے جو قطب عالم مشہور ہیں اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح
احمد بن عبداللہ الشیرازی سے اور انہوں نے اپنے
دادا سید رکن الدین ابی الفتح عرب شاہ سے
اور انہوں نے سید تاج الدین جعفر سے اور انہوں نے
اپنے والد سید روح الدین منصور سے اور انہوں نے
اپنے والد سید عزالدین اسحٰق سے اور انہوں نے اپنے
والد سید ضیاء الدین ابی عبداللہ المعروف بکردویہ سے
اور انہوں نے نقیب الاولیاء عظام ابی العباس
خضر علیہ السلام سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور آپ
نے ذی النور المبین کے امر سے بواسطہ
روح الامین۔

چھٹواں خرقہ

اسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے
چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے
اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے
اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں
نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد
سید عبدالغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے
اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے سید محمد بن

بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح ظھیر الدین عبد الرحمٰن وعمہ صدر الدین ابی اسحٰق وھو من السید حمید الدین ابی الوقت محمود الموسوی وھو من الشیخ شہاب الدین ابی سعید زفر بن محمود بن محمد الکرمانی وھو من نقیب الاولیاء العظام ابی العباس خضر علیہ السلام وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

السابعۃ

لبسھا الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید عبد الغفور وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو من السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من.

عبد اللہ سے جو ملقب بشاہ عالم ہیں اللہ کی طرف سے اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم مشہور ہیں اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح ظہیر الدین عبد الرحمٰن اور اپنے چچا صدر الدین ابی اسحٰق سے اور انہوں نے سید حمید الدین ابی الوقت محمود الموسوی سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین ابی سعید زفر بن محمود بن محمد الکرمانی سے اور انہوں نے نقیب الاولیاء العظام ابی العباس خضر علیہ السلام سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین، شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے ذی النور المبین کے امر سے بواسطہ روح الامین۔

ساتواں خرقہ

اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبد الغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے، اور انہوں نے سید محمد بن عبد اللہ سے جو ملقب بشاہ عالم ہیں

عند الله وهو من ابیه السید برهان
الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب
العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن
عبد الله الشیرازی وهو من السید
شرف الدین الحسین المشهدی وهو من
السید جلال الدین الحسین الحسنی البخاری
مخدوم جهانیان وهو من السید حمید الدین
ابی الوقت وهو من الشیخ شهاب الدین
الکرمانی وهو من نقیب الاولیاء العظام
ابی العباس خضر علیه السلام وهو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد الامین صلی الله علیه
وعلیٰ اٰله واصحابه وسلم وهو من امر
ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

الثامنة

لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من
ابن عم امه السید نور الله وهو من
ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد
وهو من ابیه السید جلال ماہ عالم
وهو من السید شیر محمد بن احمد وهو
من جده السید عرب شاہ وهو من ابیه
السید محمد زاهد و[illegible] من اخیه السید
محمد بن عبد الله الملقب بشاہ عالم من

اللہ کی طرف سے اور انہوں نے اپنے والد سید برہان
الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم مشہور ہیں۔
اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ
الشیرازی سے اور انہوں نے سید شرف الدین
الحسین المشہدی سے اور انہوں نے سید
جلال الدین الحسین الحسنی البخاری مخدوم
جہانیاں سے اور انہوں نے سید حمید الدین
ابی الوقت سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین
الکرمانی سے اور انہوں نے نقیب الاولیاء العظام
ابی العباس خضر علیہ السلام سے اور انہوں نے
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہ و اصحابہ وسلم اور آپ نے امر ذی النور المبین سے
بواسطۂ الروح الامین۔

آٹھواں خرقہ

اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے
چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے
والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے
اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے
اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے
اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے
والد سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی
سید محمد بن عبد اللہ سے جو ملقب بشاہ عالم ہیں

عند الله وهو من ابيه السيد برهان
الدين ابى محمّد عبد الله المشهور بقطب
العالم وهو من الشيخ ابى الفتوح احمد
بن عبد الله الشيرازى وهو من الشيخ
صفى الدين المروسى وهو من الشيخ
نظام الدين عبد الكريم وهو من ابيه
الشيخ زين الدين عبد الصمد وهو من
ابيه ناصر الدين قاضى عبد الله بن
عمر البيضاوى وهو من نقيب الاولياء
العظام ابى العباس خضر عليه السلام وهو
من خاتم النبيين رسول رب العالمين
شفيع المذنبين محمّد الامين صلى الله
عليه وعلى اٰله واصحابه وسلم وهو من
امر ذى النور المبين بواسطة الروح الامين۔

اللہ کی طرف سے اور انہوں نے اپنے والد سید برہان
الدین ابی محمّد عبداللہ سے جو قطب عالم مشہور ہیں،
اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ
الشیرازی سے اور انہوں نے شیخ صفی الدین
المروسی سے اور انہوں نے شیخ نظام الدین
عبدالکریم سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ
زین الدین عبدالصمد سے اور انہوں نے اپنے
والد ناصر الدین قاضی عبداللہ بن عمر البیضاوی
سے اور انہوں نے نقیب اولیاء عظام ابی
العباس خضر علیہ السلام سے اور انہوں نے
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ
وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم اور آپ نے امر ذی
النور المبین سے بواسطۂ روح الامین۔

غایۃ التحقیق

تصنیف

قدوۃ السالکین حضرت مولانا مولوی حافظ سید شاہ عبد اللطیف المعروف بہ شاہ محی الدین صاحب

قادری نقوی المشہور بہ قطب ویلور قدس سرہ

ترجمہ و تلخیص:

مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق قریشی لطیفی اوھونی

استاذ دار العلوم لطیفیہ

غایۃ التحقیق کی تیسری قسط ہدیۂ ناظرین ہے جو دو سوال کے جوابات پر مشتمل ہے۔

۱ کیا صوفیائے کرام کے اکثر مسائل ظاہری شریعت کے خلاف ہیں۔؟

۲ کیا اسرار و رموز اور ان کے دقیق معانی عوام الناس سے چھپائے رکھنا ضروری ہے؟

مترجم

(بسلسلۂ گذشتہ)

سوال ۷

اکثر مسائل صوفیہ صافیہ برخلاف ظاہر شریعت اند یا نہ؟

جواب ۷

سوال ہفتم انکہ مسائل باطن شریعت باظاہر شریعت مخالفت ندارند، چہ اہل باطن باوجود تسلیم معانی ظاہر معانی دیگر دارند کہ ظاہر شریعت رد آنہا نمی کنند ولیکن افہام عوام از فہم انہا قاصر اند۔

حق جل مجدہٗ می فرماید انی جاعل فی الارض خلیفۃ ونیز می فرماید وعلم آدم الاسماء کلھا ودر اخبار وآثار وباب اول دفتر اول توراۃ ان اللہ خلق آدم صورتہٖ آمدہ۔ ونیز در اخبار ودر صحف انبیاء گذشتہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ وارد گردیدہ، ونیز بندہ من بمن تقرب می کند تا اورا دوست گیرم، چون اورا دوست گرفتم سمع وے باشم، وبصر وے باشم، وزبان وے باشم ورود یافتہ۔ ونیز مرضت فلم تعدنی یعنی بیمار شدم وبعیادت من نیامدی، فلاں بندۂ من بیمار بود، اگر اورا عیادت کردی مرا عیادت کردہ بودی۔

سوال ۷

صوفیائے کرام کے اکثر مسائل ظاہری شریعت کے خلاف ہیں یا نہیں۔؟

جواب ۷

ساتویں سوال کا جواب یہ ہے کہ شریعت کے باطنی مسائل ظاہری شریعت سے اختلاف نہیں رکھتے، کیونکہ اہلِ باطن ظاہری معنوں کو قبول کر لینے کے ساتھ ساتھ دوسرے معانی رکھتے ہیں، جن کی تردید ظاہری شریعت نہیں کرتی، لیکن ان معانی کو عوام الناس کی عقلیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انی جاعل فی الارض خلیفۃ نیز فرماتا ہے وعلم آدم الاسماء کلھا۔ اور اخبار وآثار اور توراۃ کے دفتر اول باب اول میں ان اللہ خلق آدم علی صورتہٖ وارد ہے۔

نیز اخبار اور انبیائے سابقین کے صحیفوں میں من عرف نفسہ فقد عرف ربہ آیا ہوا ہے۔ نیز میرا بندہ مجھ سے تقرب حاصل کر لیتا ہے تو میں اسکو دوست بنا لیتا ہوں اور جب اسکو دوست بنا لیتا ہوں تو اسکا کان ہو جاتا ہوں اور اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں اور اسکی زبان بن جاتا ہوں۔ نیز میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہیں کی، میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اسکی عیادت کرتا تو گویا میری عیادت کیا ہوتا۔

واامثال اینہا واگذشتہ است،
حل صحت ایں مقدمات موقوف برکشفِ معانی
آیت کریمہ واخبار مذکور ہست ۔ بیشتر زیرکان
تاب وطاقت سماعت آں ندارند و در فہم
معنی خلافت وتعلیم اسماء قاصر ماندند ۔
و در معنی صورت بہ تشبیہ افتادہ پنداشتہ اند ۔
کہ صورت جز صورتِ ظاہر نباشد و بعضے
بحلول واتحاد افتادہ اند ۔ پس حالِ
غیر زیرکاں در فہمِ آں چہ باشد ۔
حدیث کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم
و دعوا مما ینکرون اترید ون ان
یکذب اللہ ورسولہ ۔

از اعلان آں مانع می آید وشریعت
باظہار آں رخصت نمی دہد وکشف
آں موقوف برسلوک صحیح وجذبۂ الہٰی
بود ۔ کذا فی الکیمیا للامام
محمد الغزالی ۔

و نیز چند آیات واحادیث دیگر
کہ اہلِ ظاہر بشبہات بے ثبات وحدۃ الوجود
وحلول وغیرہما تاویلہا کردہ اند ۔
در جواب پنجم حوالۂ قلم کردیدہ اند بلکہ
قاصران معانی قرآن را منحصر بر ظاہر

اور بھی اس جیسی بہت سی مثالیں وارد ہوئی ہیں
ان نصوص ومقدمات کا صحیح حل مذکورہ اخبار واحادیث
کے ایسے (باطنی) معانی کے انکشاف پر موقوف ومبنی
ہے کہ اکثر ارباب فہم ان معانی کے سننے کی تاب وطاقت
نہیں رکھتے (چنانچہ یہی وجہ ہے کہ) وہ تعلیم اسماء اور معنیٔ
خلافت سمجھنے سے قاصر رہ گئے ۔ اور لفظ صورت کے معنی
کے تعلق سے تشبیہ میں پھنس کر یہ سمجھے ہوئے ہیں، کہ
صورت سے مراد' ظاہری صورت ہی ہوسکتی ہے' اور
بعض حلول واتحاد کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں ۔ ان
معانی کے سمجھنے میں جب عقلمند افراد کا یہ حال ہو تو ناسمجھ
لوگوں کا حال کیا ہوگا ۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ لوگوں سے انکی عقل و
فہم کے مطابق گفتگو کیا کرو ۔ نیز یہ ارشاد ہے کہ ان امور کو چھوڑ دو
جن سے لوگ نامانوس ہیں ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اسکے رسول
کی تکذیب کی جائے ۔

یہ حدیثیں مذکورہ حقائق ومعانی کے اعلان واظہار
کے حق میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں اور شریعت ان کے اظہار کی اجازت
نہیں دیتی ہے ۔ در اصل ان حقائق ومعانی کا انکشاف صحیح سلوک
وتربیت اور جذبۂ معرفت الٰہی پر موقوف ہے جیساکہ حجۃ الاسلام
امام محمد الغزالی کی تصنیف کیمیائے سعادت میں اسی طرح لکھا ہوا ہے

نیز اہل ظاہر نے وحدۃ الوجود اور حلول وغیرہ کے بے بنیاد شکوک
وشبہات سے بچنے کے لئے چند دوسری آیتوں اور حدیثوں کی تاویلات
کی ہیں جن کی تفصیل پانچویں جواب میں سپرد قلم ہو چکی ہے ۔

کوتاہ بیں افراد قرآن کریم کے معانی ومطالب کو ظاہری

تفسیر می پندارند، و معانی اہل باطن را
تحریف قرآنی می انگارند۔

صاحب امحاض النصیحہ فقیہ علی مہایمی گجراتی در حق طاعن شیخ ابن عربی می فرماید وماله یصوت فی هذا الباب صوت حمار ویصرخ صراخ الثکلی و یقول انه (شیخ) یحرف القرآن و هو (شیخ) یقرر ظاهره علی حاله و یستخرج بطریق الاشارة اسراره التی تنفد البحار دون نفادها ولا ینفی بذلک ظاهر التفسیر ابدا بل ینکر ذلک قوله تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شیئ مع انه لیس فی ظاهره کثیر من الاشیاء وقوله عزوجل قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی الآیه وقوله علیه السلام ان للقرآن ظهرا وبطنا وحدا ومطلعا۔ انتہیٰ۔

از یں بیان ہویدا گردید کہ موافق شرع شریف و معانی چند آیات و احادیث

تفسیر میں منحصر سمجھتے ہیں اور اہل باطن کے بیان کردہ معانی وحقائق کو تحریف قرآنی تصور کرتے ہیں۔

صاحب محاض النصیحہ فقیہ علی مہایمی گجراتی، شیخ ابن عربی پر تنقید اور طعن وتشنیع کرنے والے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس معاملہ میں گدھے کی طرح رینک رہا ہے اور اس عورت کی طرح بیخ و پکار کر رہا ہے، جس کا بچہ مر چکا ہو۔ اور وہ یہ کہتے پھر رہا ہے کہ شیخ قرآن میں تحریف کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ تو قرآن کے ظاہری معانی کو بدستور برقرار رکھتے ہوئے بطریق اشارہ ان اسرار وحقائق کا استخراج کرتے ہیں، جن کے سمندر کبھی پایاب نہیں ہوتے اور شیخ نے کبھی اس تفسیر باطنی کے ذریعہ تفسیر ظاہری کی نفی نہیں کی بلکہ خود طعن وتشنیع کرنے والے کا مذکورہ اعتراض اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تردید کر رہا ہے ما فرطنا فی الکتاب من شیئ باوجودیکہ ظاہری اعتبار سے قرآن کریم میں بہت سے اور نہیں ہیں حالانکہ منزل قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے قرآن کے اندر کوئی چیز نہیں چھوڑی بلکہ ہم نے تمام چیزوں کا احاطہ کیا ہے۔ نیز اس ارشاد خداوندی کی بھی تردید ہو جاتی ہے قل لو کان البحر مدادا لکلمات الآیہ۔ اور حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک کی نفی لازم آتی ہے، بے شک قرآن کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور اس کے لئے حدود ہیں اور ان حدود کے لئے ایک مطلع بھی ہے۔ اس بیان سے واضح ہوا کہ چند آیات واحادیث کے دوسرے معنی جو اہل باطن کے

از مکشوفات اہل باطن دیگراند کہ افہام اہل ظاہر از انہا قاصراند وقاصران آنہا را تحریف می انگارند۔

سوال ۸

اخفاء غوامض ودقائق آنہا از عوام الناس لازم است یانہ ؟

جواب ۸

سوال ہشتم آنکہ اخفاء غوامض از عوام لازم است تامفضی بریب وانکار و تضلیل وتکفیر علماء وعرفاء کبار نگردد۔ حدیث شریف کلموا الناس علی قدر عقولھم ودعوا ممایِنکرون اشعار ازاں می نماید۔

مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی در تفسیر سورۃ تساءل می فرماید۔

منظور درین سورہ بیان آن است کہ سوال بسیار کردن از حقائق امور اخرویہ ومباحث ذات وصفات ومسئلہ قضاء وقدر وجبر واختیار و توحید وجودی وشہودی ومشاجرات صحابہ و حکمتہا واحکام شرعیہ کہ از افہام عوام برتر است

کشف وتحقیق سے ماخوذ ہیں، جو شریعت سے ہم آہنگ اور اس کے موافق ہیں۔ البتہ ان معانی کے سمجھنے سے اہل ظاہر کی عقلیں قاصر ہیں اور کوتاہ نظر ان معانی کو تحریف تصور کرتے ہیں۔

سوال ۸

اسرار وحقائق اور ان کے دقیق معانی عوام سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے یا نہیں ؟

جواب ۸

آٹھویں سوال کا جواب یہ ہے کہ اسرار وحقائق کے دقیق معانی عوام سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے تاکہ یہ چیزیں انہیں تشکیک وانکار اور علماء وصوفیاء کی تکفیر وتضلیل تک نہ پہنچا دیں۔ چنانچہ کلموا الناس الخ اور دعوا ممایِنکرون کی حدیثیں اسی حقیقت کی نشان دہی کر رہی ہیں۔

مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی سورۃ التساءل کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

اس سورۃ میں مقصود بیان یہ ہے کہ حقائق امور اخرویہ، مباحث ذات وصفات، مسئلہ قضا وقدر، جبر واختیار، توحید وجودی، توحید شہودی، مشاجرات صحابہ اور احکام شرعیہ کی حکمتیں جو لوگوں کی عقل وفہم سے بالاتر اور ان کی سمجھ بوجھ سے باہر ہے۔ ان مسائل کے

و در عقل ایشاں گنجائش نمی کنند۔
بسیار قبیح و مذموم است زیراکہ غالباً
مفضی بانکاران حقائق می شود ولا اقل
موجب تشکیک دراکثر اذہان می گردد۔
وحالانکہ ایمان باں چیزہا موقوف بر تفتیش
زاید واطلاع بر تفاصیل کیفیات وکمیات
آں امور نیست وہمیں داءِ عضال است
یعنی مرض صعب کہ دریں امت موجب فسادِ عقائد
وافتراق فرقِ ضالہ گشتہ وایمان عالمی را بباد دادہ
حق تعالیٰ دریں سورۃ قبح ایں امر بیان فرمودہ تا
مردم ازاں احتراز نمایند و در ورطۂ ضلالت
نیفتند۔ انتہی۔

وھو لاناشیخ ابراہیم کردی کہ شیخ شیخ مولانا
شاہ ولی اللہ دہلوی است دراجلۃ التایید
فی شرح ادلۃ التوحید می فرماید۔

دانما یقولون افشاء سر الربوبیۃ
کفر نظرا الی العامۃ اذ یتصورون بہ لا لحیث
لایبلغ فہمہم وقد قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

بارے میں زیادہ سوالات کرنا نہایت قبیح اور مذموم
ہے۔ اس لئے کہ لوگ (ان حقائق کے دقیق معانی نہ سمجھنے
کی بنا پر) انکار کر بیٹھتے ہیں، ورنہ کم از کم (یہ مسائل و
مباحث) اکثر کے ذہن میں تشکیک کا باعث ہوتے
ہیں۔ حالانکہ ایمان ان چیزوں سے متعلق زیادہ تحقیق
و تفتیش کرنے اور ان امور و مسائل کی کمیات
و کیفیات کی تفصیلاً نہ جاننے پر موقوف نہیں ہے۔
اور یہی وہ خطرناک مرض ہے جو اس امت میں گمراہ
فرقہ بندی اور عقائد میں بگاڑ کا باعث بن کر ایک عالم کے
ایمان کو ہوا میں اڑا دیا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے
مذکورہ سورہ میں اس صورتِ حال (مذکور الصدر مسائل و امور
میں تحقیق و تفتیش اور کثرت سوال و مباحثہ) کی قباحت
بیان کی ہے، تاکہ لوگ اس قسم کے مسائل میں الجھنے سے
احتراز کریں اور گمراہی و ضلالت کے بھنور میں نہ پھنس
جائیں۔

مولانا شیخ ابراہیم کردی جو مولانا شاہ ولی اللہ
کے پیر و مرشد ہیں "اجلۃ التایید فی شرح
ادلۃ التوحید" میں فرماتے ہیں:۔

اہل باطن کا یہ فرمان کہ اسرارِ ربوبیت کا
افشاء اور اظہار کفر ہے۔ اس خیال کو پیش نظر
رکھتے ہوئے کہا گیا کہ ان معانی و حقائق اور دقائق
تک عوام کے فہم کی رسائی نہیں ہو سکے گی۔ اور حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ

من حدث على قوم بحديث لا يبلغه
افهامهم الا كان فتنة على بعضهم فهو
يصير سببا لانكارهم على الاولياء و
تكفيرهم اياهم وقد قال عليه الصلوٰة
والسلام ان من العلم كهيئة المكنون
لا يعلمه الا العلماء بالله فاذا نطقوا به
لا ينكره الا اهل الغرة بالله فكان
السلف يرشدون الاهل به ويمنعونه عن
غير اهله ويقولون من منح الجهال علما
اضاعه ومن منع المستوجبين فقد ظلم
ووجه التضرر العامة اذا لم يفهموه
من وجوه اما ان لا يقبلوا وينكرون على
علمائه وربما يجترؤن على قتلهم و
تكفيرهم واهانتهم وهم الاكثرون واما
ان يقبلوه ولا يفهمونه فيدعون الربوبية
لانفسهم تارة ويبيحون اخرى اعمالهم
بدعوى ان لهم الربوبية وبان هذه
الامور لا تؤثر فيهم بالاظلام في الاغلب
وكل ذلك باطل وضلال وانى لهم
الالهية وهم موجودون بالغير لا

کسی نے لوگوں کے روبرو ایسی شئ اور نامانوس بات
کہہ دی جسے ان کا فہم اخذ نہ کر سکا تو یہ صورت حال بعض
لوگوں کے لئے فتنہ ہو گی اور یہی چیز اولیائے کرام کے
انکار اور بالخصوص ان کی تکفیر کا باعث ہو گی۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا "بے شک بعضے علوم پوشیدہ
صورت میں جن سے عارف باللہ نفوس ہی واقف
ہوتے ہیں اور جب وہ ان علوم و معارف اور حقائق کو
اپنی زبانوں پر لاتے ہیں تو وہی لوگ ان علوم کا انکار
کرتے ہیں جو اللہ کے تعلق سے مبتلائے فریب ہیں۔ چنانچہ
یہی وجہ ہے کہ علمائے سلف اہل استعداد ہی کو ان حقائق
و معارف کی طرف رہنمائی کرتے تھے اور نااہل کو ان
چیزوں سے باز رکھتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے، جس نے
یہ دولت علم کسی نااہل کو عطا کی تو گویا اس نے یہ نعمت
ضائع کر دی۔ اور جس نے کسی صاحب استعداد سے
اس نعمت کو چھپایا تو ظلم کیا۔ اور اس علم کے باب میں عوام کے
نقصان اٹھانے کا سبب یہ ہے کہ جب وہ کسی حیثیت اور
جہت سے سمجھ نہیں پا رہے ہیں تو وہ ان حقائق کو یا تو قبول
کریں گے یا قبول نہیں کریں گے۔ اگر قبول نہ کریں تو اس علم
کے عارفین کا انکار کریں گے اور بعض اوقات ان کے
قتل اور ان کی تکفیر و اہانت پر جری و بے باک ہو جائیں گے۔
بیشتر عوام اسی نوع کے ہیں۔ اگر قبول کریں تو اس علم
کی پہنائیوں کو سمجھ نہ سکیں گے اور کبھی اپنے لئے ربوبیت
کا دعوی کریں گے اور کبھی اپنی ربوبیت کے زعم میں،

بانفسهم ولیسوا نفسا لوجود ولا یصیرون خالقی انفسهم وخالقی السموات والارضین وکیف لا یؤثر فیهم اعمالهم الخبیثة فی الظاهر وهم انما اختاروها عن ظلمة نفوسهم وان لم یشعروا بها فلذلک قال المحققون کل حقیقة ردتها الشریعة فهی باطلة وکل شریعة لم یلتفت عاملها الی ما فیها من سر الحقیقة فهی عاطلة - انتهیٰ۔

وامام ربّانی در کتمان اسرارِ الٰہیہ در مکتوب نود و پنجم جلد ثالث می فرماید

اگر شمۂ ازاں کاروبار کہ بایں ولایت مربوط است، اظہار نماید و باشارتی ازاں معاملات کہ بآں ولایت مخفوط است ظاہر سازد قَطعَ البلعوم و ذبح الحلقوم ہرگاہ ابوہریرہ در اظہار بعضی علوم کہ

اباحیتِ اعمال کے مرتکب ہونگے۔ اس دعوے کے ساتھ کہ ان کے لئے ربوبیت حاصل ہے، نیز اس ادعاء کے ساتھ کہ یہ امور ان کے اندر عموماً ظلمت و تاریکی کا باعث نہیں ہوتے۔ حالانکہ یہ تمام دعوے اور مزعومات بے سروپا اور گمراہی و باطل ہیں۔ بھلا انہیں الوہیت کیونکر حاصل ہوسکتی ہے جبکہ وہ اپنی ذات سے موجود نہیں ہیں بلکہ ان کا وجود غیر کا رہینِ منت ہے، اسی طرح وہ نفس وجود ہی نہیں ہیں۔ غرض وہ نہ تو اپنی شخصیتوں اور نفوس کے خالق ہوسکتے ہیں نہ زمین و آسمان کی تخلیق کے مالک بن سکتے ہیں۔ پھر بھلا ان کے اندر بظاہر جو جو اعمال قبیح اور شنیع ہیں کیونکر اثر انداز نہیں ہوسکتے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے ان اعمالِ شنیعہ کو اپنے نفس کی ظلمت و کثافت کے سبب اختیار کرلیا ہے۔ اگرچہ کہ انہیں اس کا احساس و شعور نہیں ہے، اسی لئے محققین نے فرمایا، ہر وہ حقیقت جسکو شریعت نے رد کردیا ہو، وہ باطل ہے اور ہر وہ شریعت جو اپنے عامل کو اپنے اسرارِ حقیقت کی طرف مائل نہ کرے وہ معطل اور بے ہودہ ہے۔

اور امام ربانی مکتوبات کی جلد ثالث مکتوب ۹۵ میں اسرار الٰہیہ کے اخفاء سے متعلق فرماتے ہیں:

اگر اس نظام کا تھوڑا سا حصہ جو اس بارگاہ سے مربوط ہے، ظاہر کیا جائے یا ایک اشارہ بھی جو ان معاملات سے، جو اس کارخانہ سے وابستہ ہے، ظاہر کیا جائے تو شہ رگ کاٹ دی جائے اور گردن اڑا دی جائے۔ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ان بعض علوم و معارف کے اظہار کے سلسلہ میں جو انہوں نے

از حضرت پیغمبر گرفته است علیه وعلی آله الصلوٰة والسلام قطع البلعوم گو بید از دیگران چه گفته اید، غوامض اسرار الٰہی است جل سلطانه که با خص خواص عباد خود درمیان می دارد و نامحرمی را در حوالی آں نمی گذارد۔ حضرت خاتم الرسل علیه وعلیهم الصلوات والتسلیمات که رحمت عالمیان ہست از کمال معرفت و وفور قدرت ان اسرار را با بوہریرہؓ وغیرہ درمیان آورد، و قابلیت مستمعان دانسته آں درہائے مکنونہ را بایشاں ایثار فرمود۔ انتہیٰ۔

و شیخ شرف الدین یحییٰ منیری در مکتوبات خود می نگارد۔

زنہار مگوی بر سر جمع
گر عاشق صادقی تو اسرار
دیدی که بسکر عشق رمزی
حلاج بگفت و رفت بر دار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کئے تھے قطع البلعوم کہتے ہیں تو دوسروں کے تعلق سے کیا کہا جاسکتا ہے حقائق و غوامض اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ اپنے نہایت خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے اور نااہل اشخاص کو اس کے آس پاس بھی پھٹکنے نہیں دیتا۔ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت و التسلیمات نے جو سارے عالموں کے لئے رحمت ہیں۔ اپنے کمال معرفت اور وفورِ قدرت کی بناء پر یہ اسرار و رموز ابوہریرہ وغیرہ کو عنایت فرمایا، اور فیض حاصل کرنے والوں کی استعداد اور قابلیت کا اندازہ کرتے ہوئے ان پوشیدہ موتیوں کو ان پر نچھاور کیا۔

اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔

اگر تو واقعی عاشق صادق ہے تو ان اسرار و رموز کو بر سرِ عام بیان نہ کر۔ کیا نہیں دیکھا غلبۂ سکر اور مستیٔ عشق سے سرشار ہو کر حلاج نے ایک راز فاش کیا جس کے سبب سولی پہ چڑھایا گیا

(جاری)

توبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون

از: جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب ایم۔ اے
استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

پچھلی اشاعت کے آخر بیان کیا گیا تھا کہ ابوطالب مکی نے جن کبائر کا ذکر کیا ان میں سے محصنہ عورتوں پر زنا کا الزام شراب خواری، سحر و جادوگری اور میدان قتال سے بھاگ جانا اور والدین کی نافرمانی باقی رہ جاتے ہیں، اب ان کی تفصیل بیان کی جاتی ہے :۔

شراب سے عقل میں خلل پیدا ہوتا ہے الخمر ما خامر العقل اس لئے شراب خواری کبائر میں شمار کئے جانے کے قابل ہے۔ شریعت کی سختیاں اسی پر دلالت کرتی ہیں نظری اعتبار اور براہین عقلیہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، جس طرح جان (زندگی) کی حفاظت ضروری ہے عقل کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اگر عقل سالم نہ رہے تو زندگی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لحاظ سے عقل میں فساد اور خلل کبائر میں داخل ہے لیکن یہ اثر شراب کے ایک قطرہ میں نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی شخص ایسا پانی پیئے جس میں شراب کا ایک قطرہ شامل ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا فعل گناہ کبیرہ ہے۔ صرف یہ ثابت ہوگا کہ اس نے نجس پانی پیا۔ اس اعتبار سے ایک قطرہ سے حد کا ثابت ہونا مشکوک ہے لیکن شریعت نے ایسے کے لئے بھی حد واجب کی ہے۔ اس سے شریعت کی نظر میں اس فعل کی قباحت کی شدت واضح ہوتی ہے اور وہ کبائر میں شامل ہے کسی انسان کے بس کی یہ بات نہیں کہ وہ شریعت کے تمام اسرار اور مصالح سے آگاہ ہووے۔ اگر اجماع سے یہ ثابت ہو کہ شراب کا ایک قطرہ پینا بھی کبائر میں داخل ہے۔ قلیلہ وکثیرہ حرام تو اجماع کا یہ فیصلہ واجب الاتباع ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو شراب کا ایک قطرہ پینے والے کا معاملہ محل توقف میں ہوتا۔

قذف یعنی پاکباز عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے کا تعلق لوگوں کے ننگ و ناموس اور عزت کی ہتک سے ہے، ننگ و ناموس کی حرمت اور حفاظت کا درجہ مال کی حفاظت و حرمت کے بعد ہے۔ انما دماءکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم (تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے پر حرام ہیں) آبرو ریزی، اور ہتک حرمت کے کئی مراتب اور درجے ہیں، ان میں شدید

ترین درجہ قذف کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا والذین یرموں المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولئک ھم الفسقون ○ (جو لوگ پاکباز عورتوں پر زنا کا الزام لگاتے ہیں اور پھر اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ انہوں نے نہیں پیش کئے تو ان کو اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ ہیں جو فاسق ہیں) اس سے شریعت کی نظر میں اس کی شدتِ قباحت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ نظری اعتبار سے بھی یہ جرم اس وجہ سے اس قدر سنگین ہے کہ جس مظلوم کے خلاف الزام لگایا گیا وہ اپنی براءت اور معصومیت کو بظاہر ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی براءت اور معصومیت صرف وہ مظلوم جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ اس کی براءت اور معصومیت کے اثبات کا صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ وحی الٰہی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کا کوئی امکان نہیں رہا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وتحسبونہ ھینا وھو عند اللہ عظیم یعنی اس تہمت لگانے کو تم ہلکا جرم سمجھتے ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جرم عظیم ہے۔ چور، شراب خوار، ڈاکو اور زانی پر حد جاری ہونے کے بعد اگر وہ ان جرائم سے باز آ جائیں تو ان کی گواہی اور شہادت قبول کی جا سکتی ہے لیکن قاذف کی شہادت حد جاری کئے جانے کے بعد توبہ سے بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

صحابۂ کرام ہر اس گناہ کو جس پر حد لازم ہو کبائر میں شامل کرتے تھے، اس لحاظ سے پنجوقتہ نمازیں اس گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتے اور اس مبحث میں گناہ کبیرہ سے وہی گناہ مراد ہیں جن کا نمازوں سے کفارہ نہیں ہوتا، اس اعتبار سے کہ اس باب میں شرائع مختلف ہو سکتے ہیں۔ صرف قیاس سے اسکا گناہ کبیرہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی شریعت میں یہ حکم ہو، اگر کوئی ایک عادل شخص کسی انسان کو زنا کرتے دیکھے تو اس کو یہ اختیار ہو کہ اس شخص کے زنا کی گواہی دے۔ ایسے زانی کو صرف اسکی ایک شہادت کی بنا پر کوڑوں کی سزا دی جائے۔ اور اگر اس ایک شخص کی گواہی قبول نہ کی جائے تو دنیوی مصلحتوں کے لحاظ سے یہ ضروری نہ ہوگا کہ اس پر قذف کی حد جاری کی جائے بعض ظاہری مصلحتیں جو اگرچہ ضروریات سے متعلق نہیں لیکن انسانی زندگی کی حاجتوں سے ان کا تعلق ہے، اس بات کی مقتضی ہیں کہ اس شخص کے حق میں جو حکمِ شرع سے واقف ہے کبیرہ میں شمار کیا جائے! لیکن وہ شخص جو حکمِ شرع سے ناواقف ہے، یا یہ گمان کرتا ہے کہ وہ دوسرے گواہوں کی شہادت کی تائید کرتا ہے، تو یہ لازمی نہیں کہ اس کے حق میں یہ امر گناہِ کبیرہ سمجھا جائے۔

سحر میں اگر کفر بنتا جائے تو یقیناً گناہِ کبیرہ ہے۔ اگر کفر نہ بنتا جائے تو سحر کے گناہ کی شدت اس سے پیدا ہونے والے ضرر جیسے مرض یا ہلاکِ نفس پر موقوف ہے۔

فرار من الزحف یعنی میدانِ جنگ سے اس حالت میں بھاگ جانا جبکہ دشمن کی تعداد دگنی یا دگنی سے کم ہو۔

اور عقوق والدین یعنی ماں باپ کی نافرمانی یہ دونوں گناہ بھی باعتبار قیاس و نظر محل توقف میں ہیں اور یہ قطعی طور پر نہیں کہا سکتا کہ گناہ کبیرہ ہیں یقینی طور پر یہ معلوم ہے کہ بجز زنا کے الزام کے دوسرے طریقوں سے لوگوں کی آبرو ریزی کرنا۔ گالی دینا۔ مارپیٹ کرنا۔ ظلم کرنا۔ زبردستی مال چھین لینا۔ انہیں ان کے گھروں سے نکالنا۔ ان کو جلاوطن کرنا اُن سترہ کبائر میں شامل نہیں۔ تو فرار عن الزحف اور عقوق الوالدین کے گناہِ کبیرہ ہونے میں توقف کرنا بعید نہیں لیکن حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کبیرہ کہا ہے تو ان کو بھی کبائر کے ساتھ ملحق کرنا واجب ہے۔

بیان کیا گیا کہ کبیرہ سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا پنجوقتہ نمازیں بحکم شرع کفارہ نہیں بعض گناہوں کے متعلق یہ معلوم ہے کہ نماز ان کا کفارہ ہے اور بعض گناہوں کے متعلق ہمیں قطعی علم حاصل ہے کہ نماز ان کا کفارہ نہیں۔ بعض کے متعلق کفارہ ہونے یا نہ ہونے کا گمان غالب ہے۔ اور بعض کے متعلق شک ہے یعنی کفارہ ہونے یا نہ ہونے کے باب میں کسی کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ یہ شک صرف نص کتاب یا سنت سے دور ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ ایسی کوئی نص وارد نہیں شک کا دُور ہونا محال ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبیرہ کی جامع و مانع تعریف محال ہے تو پھر اللہ نے کیونکر کبیرہ کے اجتناب کا حکم دیا جبکہ کبیرہ کی معرفت محال ہے۔

جن امور کے متعلق دنیا میں جاری کئے جانے والا حکم نہیں ان کا مبہم اور غیر صریح ہونا ممکن ہے۔ دنیا دارِ تکلیف ہے اور دنیا میں خاص طور پر کبیرہ کے لئے کبیرہ ہونے کی حیثیت سے کوئی حکم نہیں۔ تمام اسباب موجبات حدود جیسے سرقہ اور زنا وغیرہ معلوم اور معین ہیں لیکن کبیرہ کا یہ حکم کہ پنجوقتہ نمازیں ان کا کفارہ نہیں ہوتیں تو اس کا تعلق آخرت سے ہے اور آخرت کے امور میں ابہام ہی زیادہ مناسب ہے کہ لوگ گناہوں سے پرہیز کریں اور پنجوقتہ نمازوں کے کفارہ ہونے کی بنا پر ارتکاب صغائر کی جرأت نہ کریں۔

جس طرح نماز صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہے اسی طرح کبائر سے اجتناب بھی صغائر کا کفارہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جن بڑی بڑی برائیوں یعنی کبائر سے تمہیں روکا گیا اگر تم اس سے بچتے رہو گے تو ہم تمہاری لغزشوں اور غلطیوں کے اثرات تم سے محو کر دیں گے اور ایک ایسے مقام پر پہنچا دیں گے جو عزت و خوبی کا مقام ہوگا۔ ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم وندخلکم مدخلا کریما (النساء: ۳۱) یہ بھی فرمایا کہ جو بڑے بڑے گناہوں اور فواحش سے بچتے رہتے ہیں اور ان سے صغیرہ گناہ لمم صادر ہوتے ہیں وہ یقین رکھیں کہ تیرا رب واسع المغفرۃ ہے الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ (النجم: ۳۲)۔

لیکن اجتناب کبائر اسی وقت گناہِ صغیرہ کا کفارہ ہوتا ہے جبکہ کبیرہ سے بچنے والے کو اس گناہ پر قدرت اور اس کا ارادہ ہوا اور وہ پھر اس سے پرہیز کرے۔ جیسے وہ

شخص جسکو کسی عورت سے زنا کرنے کا ارادہ ہوا اور وہ قدرت بھی رکھتا ہو تو وہ اسکو صرف دیکھ لینے یا چھو لینے پر اکتفا کرتا ہے۔ زنا سے رُکنے میں نفس کی مخالفت اور اس سے مجاہدہ کرنے سے دل کو نورانی کرنے کی جو تاثیر ہوتی ہے وہ اس تاریکی کو دُور کر دیتی ہے جو اجنبی عورت کو دیکھ لینے یا چھو لینے سے پیدا ہوتی ہے۔ اجتناب کبائر سے صغائر کا کفارہ ہونے کی یہی مراد ہے۔ اگر کسی کو زنا کا موقع حاصل نہ ہو یا کسی خوف کے باعث اس سے رُک جاتا ہو تو یہ اجتناب اسی اجنبی عورت کو دیکھ لینے یا چھو لینے کا کفارہ نہیں ہوتا۔ اگر کسی شخص کو شراب سے بالطبع کراہت ہو اور اگر شراب حلال بھی ہوتی تو وہ شراب نہ پیتا تو ایسے شخص کا شراب نہ پینا اس کے حق میں ان صغائر کا کفارہ نہ ہوگا جو میخواری کے لوازم و مقدمات ہوتے ہیں جیسے لہو ولعب اور رقص و سرود کی محفلوں میں شرکت۔ اگر کوئی شخص باوجود خواہش شراب اور اسکی دستیابی کے اپنے نفس کو شراب نوشی سے روکتا اور صرف نغمہ و سرود اور دیگر لہو ولعب میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس سے جو تاریکی دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو شراب نوشی سے اپنے نفس کو روکنے اور اس سے مجاہدہ کرنے میں ایسا نور پیدا ہوتا ہے جو اس تاریکی پہ غالب آجاتا ہے۔

یہ تمام احکام آخرت سے متعلق ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض احکام محل شک میں ہوں اور متشابہات کی قسم سے ہوں جن کی تفصیل صرف نص کتاب سنت سے معلوم کی جاسکتی ہے اور ایسی کوئی نص وارد نہیں۔ نیز گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی کوئی جامع و مانع تعریف موجود نہیں ہے۔ ابوہریرہ نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الصلوٰة الی الصلوٰة کفارة ورمضان الی رمضان کفارة الامن ثلاث الاشراك بالله وترك السنة ونكث الصفقة قيل ماترك السنة قيل الخروج عن الجماعة ونكث الصفقة ان يبايع رجلا ثم يخرج عليه بالسيف يقاتله۔ نماز دوسری نماز تک کے گناہوں کا کفارہ ہے اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ ہے بجز تین گناہوں کے۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ سنت کا ترک کرنا اور نقض عقد کرنا۔ کہا گیا ترک سنت کیا ہے تو فرمایا جماعت سے خارج ہونا اور نقض عقد یہ کہ کسی سے بیعت کرے اور پھر اس سے قتال کے لئے تلوار لے کر نکلے۔ غرض یہ اس جیسی عبارتیں نہ تو کسی عدد کا احاطہ کرتی ہیں اور نہ کوئی جامع مانع تعریف کرتی ہیں تو لازمی طور پر ابہام باقی رہ جاتا ہے۔

اگر چہ کہا جائے کہ قبول شہادت کا حکم امور دنیا سے متعلق ہے اور شہادت اسی کی قبول کی جاتی ہے جو کبائر سے اجتناب کرتا ہے صغائر سے پرہیز قبول شہادت کی شرط نہیں ہے۔ تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ رد شہادت کبائر کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو رقص و سرود کی محفلوں میں شرکت کا عادی ہے۔ لیکن

لباس پہنا کرتا ہے، سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہے تو اس کی بھی شہادت قبول نہیں کی جاتی لیکن کسی نے بھی ان میں سے کسی امر کو کبیرہ نہیں کہا۔ امام شافعی نے فرمایا کہ اگر کوئی حنفی نبیذ پیئے تو میں اس پر حد لازم قرار دونگا۔ لیکن اسکی گواہی رد نہیں کرونگا۔ انہوں نے نبیذ پینے پر حد کو واجب کہہ کر اس کو کبیرہ قرار دیا لیکن گواہی رد نہیں کی۔ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ شہادت کا قبول کرنا یا رد کرنا صغائر و کبائر پہ موقوف نہیں۔ بلکہ تمام گناہ صفتِ عدل میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ بجز ان گناہوں کے جن سے ضروریات و احوال کے اقتضاء سے کوئی انسان عموماً محفوظ نہیں، جیسے بدگمانی، لوگوں کے احوال کا تحسس و تجسس، بعض اقوال میں جھوٹ، غیبت سننا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک، حلال وحرام کے باب میں مشتبہ اشیاء کا کھالینا، حالتِ غضب میں اپنے نوکروں کو مارنا، گالیاں دینا، والدین سے ناراضگی ظاہر کرنا، ظالم حکام کی تعظیم و اکرام، اپنے اہل وعیال کی ضروری امور دین کی تعلیم و تربیت میں سستی اور کاہلی۔ یہ اور اس جیسے اور گناہ ہیں۔ جن کے ارتکاب سے کم و بیش کوئی شاہد اور گواہ محفوظ نہیں ہے۔ البتہ وہ شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو لوگوں سے دور رہ کر صرف امور آخرت کی طرف مشغول ہو جاتا ہے اور ایک مدت تک اس حد تک نفس کشی کرتا ہے کہ وہ اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے اور پھر لوگوں میں آملے تو ان کی صحبت کا کوئی اثر قبول نہ کرے۔ اگر ایسے ہی شخص کی گواہی قبول کرنی ہو تو ایسا شخص نادر الوجود اور کبریت احمر ہوگا اور تمام احکام شہادت معطل ہو کر رہ جائیں گے۔ ریشم کا پہننا، محفل رقص و سرود میں شرکت کو اپنا مشغلہ بنالینا۔ فساق و فجار کی دوستی اور ہم نشینی اسی قسم کے صغائر نہیں ہیں۔

پس قبول شہادت، یا رد شہادت صغیرہ یا کبیرہ گناہوں پر موقوف نہیں۔ پھر یہ بھی یاد رہنا چاہیئے کہ بعض وہ صغائر جن کی بنا پر شہادت رد نہیں کی جاتی اگر ان پہ مداومت کی جائے تو رد شہادت میں مؤثر ہو جاتے ہیں جیسے وہ شخص جو لوگوں کی غیبت اور عیب جوئی کو اپنی عادت بنالیتا ہے۔ صغیرہ گناہ اصرار سے کبیرہ بن جاتا ہے اور اسی طرح بعض مباحات مداومت اور مواظبت سے صغیرہ گناہ ہو جاتے ہیں، جیسے شطرنج کی بازی یا ترنم سے گانا کہ یہ باعثِ لہو اور غفلت ہو جاتے ہیں۔

گناہوں کے درجات بیان کئے گئے تو یہ بھی مناسب سمجھا گیا کہ ان کی آخرت میں سزا کے مراتب بھی واضح کئے جائیں۔

دنیوی زندگی کے حسنات اور سیئات کے مطابق آخرت میں درجات و درکات کی تقسیم

دنیا عالم ملک و شہادت ہے اور آخرت عالم غیب و ملکوت ہے۔ دنیا سے مراد موت سے پہلے کی حالت اور آخرت سے موت کے بعد کی حالت۔ اس اعتبار سے دنیا و آخرت بندے کے صفات اور احوال ہیں جو قریب اور نزدیک ہے، وہ دنیا ہے جو بعید اور متأخر ہے وہ آخرت ہے۔ اس دنیا میں جو عالم ملک و شہادت ہے اگر ہم عالم غیب و ملکوت آخرۃ

کی کچھ شرح بیان کرنا چاہیں تو مثالوں کے ذریعہ ہی سے کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون (العنکبوت ۴۳) ہم یہ مثال لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں لیکن ان کو صرف علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا لوگ سوئے ہوئے ہیں جب وہ مریں گے تو جاگیں گے۔" احوال بیداری کا بیان حالتِ خواب میں مثالوں کے بغیر واضح نہیں کیا جا سکتا اور یہ مثالیں تعبیر کی محتاج ہوتی ہیں۔ آخرت کی بیداری کے احوال بھی اس دنیا میں جو حالتِ خواب ہے بغیر مثالوں کے بیان نہیں کئے جا سکتے ایسی مثالیں تاویل کی محتاج ہوتی ہیں۔

ایک شخص امام ابن سیرینؒ کے پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ اس کے ہاتھ میں ایک مہر تھی جس سے وہ لوگوں کے منہ اور شرمگاہوں پر مہر لگا رہا تھا۔ ابن سیرین نے اس سے کہا کہ تو ایسا مؤذن ہے جو طلوع فجر سے پہلے اذان دیا کرتا ہے تو اس نے اس تعبیر کی تصدیق کی۔ ایک دوسرے شخص نے اپنا خواب بیان کیا کہ وہ زیتون میں تیل ڈال رہا تھا تو امام نے کہا کہ اگر تو نے لونڈی خریدی ہے تو اس کے احوال کی تفتیش کر۔ وہ تیری ماں ہوگی جو تیرے بچپن میں قید ہو کر لونڈی بنا دی گئی تھی کیونکہ زیتون اصل ہے اور تیل اسی سے نکلتا ہے۔ پھر اس شخص نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ لونڈی اس کی ماں تھی جو اس کے بچپن میں گرفتار ہو گئی تھی۔ ایک تیسرے شخص نے خواب دیکھا کہ وہ خنزیروں کو موتیوں کی مالا پہنا رہا تھا۔ امام نے فرمایا کہ تو نا اہلوں کو حکمت سکھلاتا ہے۔ واقعہ ہے اسکی تصدیق ہوئی۔ یہ تعبیریں تمام تر امثال ہیں جن سے امثال میں تصرف کے طریقے معلوم ہو سکتے ہیں۔ ان مثالوں میں معنیٔ مراد اس صورت سے ادا کئے جاتے ہیں کہ اگر صرف صورت کا لحاظ کیا جائے تو غلط اور خلافِ واقعہ ہے اور اگر معنی کا اعتبار کیا جائے تو صحیح اور مطابق واقعہ ہے۔ مؤذن نے جب مہر اور اس سے منہ اور شرمگاہوں پہ مہر کرتے دیکھا تو اس کو تعجب ہوا کہ اس نے کبھی بیداری میں ایسا نہیں کیا تھا۔ اگر وہ اس کے معنیٔ مراد کا لحاظ کرتا تو اس کو صحیح پاتا کیونکہ مہر کرنے سے مقصود منع کرنا ہوتا ہے طلوع فجر سے پہلے اذان دینے سے اس نے لوگوں کو کھانے پینے اور صحبت کرنے سے قبل از وقت منع کیا ہے۔

انبیاء کرام لوگوں سے مخاطبات میں مثالوں کا عموماً استعمال کرتے ہیں کیونکہ لوگوں سے ان کی عقل و فہم کے مطابق کلام کرنا ان کا طریق کار تھا اور ان کی عقلوں کا اندازہ اس امر سے کیا جاتا ہے کہ وہ ہنوز نیند میں ہیں اور ایسوں کو مثالوں کے ذریعہ ہی سمجھایا جاتا ہے۔ جب ان پر موت عارض ہوگی تو وہ بیدار ہوں گے تو وہ جان لیں گے کہ وہ مثالیں صحیح اور صادق تھیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمٰن (بندۂ مومن کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔)

یہ ان مثالوں میں سے ہے جن کو صرف جاننے والے ہی سمجھ سکتے ہیں لا یعقلھا الا العالمون اور جو نادان بے علم ہیں وہ اس کے ظاہر اور صورت سے تجاوز نہیں کرتے کیوں کہ اسکی اس تفسیر سے آگاہ نہیں جس کو تاویل کہا جاتا ہے جس طرح عالم خواب میں جو مثالیں دیکھی جاتی ہیں ان کی تفسیر کو تعبیر کہا جاتا ہے۔ ناواقف شخص نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ اور انگلیاں ثابت کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ منزہ ہے۔ اسی طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول بھی ہے ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پہ پیدا کیا۔) نادان لفظ صورت سے رنگ اور شکل اور ہیئت ہی جانتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ امور ثابت کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ منزہ ہے۔ اسی باعث بعض لوگوں سے صفات باری تعالیٰ کے متعلق لغزش ہوئی یہاں تک کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو حروف و اصوات قرار دیا۔ آخرت کے معاملہ میں بھی مثالیں مذکور ہوئی ہیں، جن کا صرف ظاہر مثال کی بناء پر منکرین و ملحدین انکار کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یؤتی بالموت یوم القیامۃ فی صورۃ کبش املح فیذبح۔ (قیامت کے دن موت ایک خوبصورت مینڈھے کی شکل میں لائی جائیگی اور ذبح کی جائے گی) نادان ملحد اس کو جھٹلاتا اور اس سے انبیائے کرام کے کذب پر استدلال کرتا ہے کہ موت ایک عرض ہے اور مینڈھا ایک جسم و جوہر ہے۔ عرض کا جسم و جوہر ہونا محال ہے۔ اگر کوئی شخص یہ خواب دیکھے کہ ایک مینڈھا لایا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ شہر میں پھیلی ہوئی وبا ہے اور اس کو ذبح کیا گیا تو تعبیر کرنے والے نے یہ بیان کیا کہ تیرا خواب سچا ہے اور یہ پھیلی ہوئی وبا ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کے ذبح ہو جانے سے اس کا خوف دور ہو جائے گا۔ خواب بھی سچا تھا اور اسکی تعبیر بھی صحیح۔ حقیقت یہ ہے کہ خوابوں پر مؤکل فرشتہ بعض لوگوں پر حالت خواب میں لوح محفوظ کے بعض امور غیبی منکشف کرتا ہے۔ سو یا ہوا شخص مثالوں ہی کی برداشت کر سکتا ہے۔

اللہ کے رسول بھی لوگوں کو دنیا میں مخاطب کرتے ہیں۔ دنیا کی زندگی بہ نسبت آخرت' نیند ہے تو وہ لوگوں کو اپنے معانی سمجھانے کے لئے مثالیں پیش کرتے ہیں۔ یہ حکمت الٰہی کا تقاضا ہے اور اپنے بندوں پر اس کا لطف و کرم کہ جن معانی اور حقائق کے ادراک سے وہ عاجز ہیں مثالوں کے ذریعہ ان کا ادراک آسان ہو جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ قیامت کے دن موت مینڈھے کی شکل میں لا کر ذبح کر دی جائے گی' یہ واضح کرتا ہے کہ اس دن موت سے مایوسی ہو جائیگی اور معذبین کے لئے یہ امکان نہ رہے گا کہ مر کر عذاب سے نجات پا لیں گے اور مفلحین اور ناجین اور اہل جنت کو یہ اندیشہ نہ رہے گا کہ موت کی وجہ سے ان کی نعمتیں زائل ہو جائیگی۔ انسان فطرۃً مثالوں سے متاثر ہوتا ہے اور ان کے ذریعہ معانی دل نشین ہو جاتے ہیں' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے

اپنی انتہائی قدرۃ علی التخلیق کو کُن فیکون سے تعبیر کیا۔

دنیوی زندگی کے حسنات اور سیئات کے مطابق آخرت میں درجات و درکات کی تقسیم بھی بغیر مثال کے آسانی سے مفہوم نہ ہوگی۔ دنیا میں لوگ مختلف قسم کے ہیں، آخرت میں بھی مختلف قسم کے ہونگے۔ سعادتمندوں کے درجات میں باہم بہت تفاوت ہوگا اور اسی طرح اشقیاء کے درکات میں بھی تفاوت ہوگا جیسا کہ اس دنیوی زندگی میں خوش نصیبوں کی خوش نصیبی میں تفاوت ہوتا ہے، اور بدبختوں کی بدبختیوں میں تفاوت ہوتا ہے، اس اعتبار سے آخرت دنیا سے مختلف نہیں، اس لئے کہ دنیا و آخرت دونوں کا خالق اور مدبر الملک والملکوت واحد لاشریک لہ ہے۔ دنیا میں اور آخرت میں بھی اسی کی قدرت اور ارادہ کارفرما ہے۔ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

دنیا میں نیک بختوں کے درجات اور اسی طرح بدبختوں کے درکات کا شمار اور احصاء ناممکن ہے۔ اسی طرح آخرت میں درجات و درکات کا شمار ناممکن ہے، البتہ ان درجات و درکات کے اجناس کا شمار ممکن ہے۔ پس آخرت میں لازمی طور پر تمام انسان، یا ہالکین یا معذبین یا ناجین یا فائزین ہیں۔

اسکی دنیوی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ جب کوئی سلطان کسی ملک پر مسلط ہو جاتا ہے تو وہ بعض لوگوں کو قتل کر دیتا ہے اور یہ ہالکین ہوتے ہیں اور بعض کو سزائیں دیتا ہے قتل نہیں کرتا۔ یہ معذبین ہیں۔ بعض سے تعرض نہیں کرتا انہیں یوں ہی چھوڑ دیتا ہے۔ یہ ناجین ہیں اور بعض کو خلعت و انعام سے سرفراز کرتا ہے۔ یہ فائزین ہیں۔ اگر سلطان عادل ہے تو وہ بغیر استحقاق ایسی تقسیم نہیں کرتا، وہ صرف ان کو قتل کرتا ہے جو اس کے استحقاقِ سلطنت کے منکر ہیں اور اسکی دولت سے عناد رکھتے ہیں۔ وہ سزائیں ان لوگوں کو دیتا ہے جو اسکے استحقاقِ سلطنت کے مقر ہیں لیکن اسکی خدمت میں کوتاہی کرتے ہیں۔ وہ ان لوگوں سے تعرض نہیں کرتا جو اسکے استحقاق سلطنت کے مقر ہیں اور اسکی خدمت میں کوتاہی سرزد نہیں ہوئی کہ انہیں سزا دی جائے اور نہ انہوں نے ایسی خدمت کی کہ انہیں خلعت و انعام سے سرفراز کیا جائے۔ وہ صرف انہیں کو خلعت اور انعام و اکرام سے سرفراز کرتا ہے جنہوں نے ایک طویل مدت خدمت اور مدد و نصرت کی اور وفاداری کی آزمائش میں پورے اترے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ خلعت اور انعام پانے والوں کے درجات میں خدمت کی نوعیت اور درجات کے مطابق کمی بیشی ہو۔ ان رتبوں میں سے ہر رتبہ اتنے درجوں میں منقسم ہوتا ہے کہ ان کا شمار اور احاطہ ممکن نہیں۔ آخرت میں بھی لوگ یا ہالکین ہیں یا معذبین یا ناجین یا فائزین ہیں۔ ہالکین وہ ہیں جو دائمی عذاب میں مبتلا اور خالدین فی النار ابداً ہیں۔ معذبین وہ ہیں جو ایک مدت تک عذاب میں رہتے ہیں اور اس مدت کے بعد عذاب سے نجات پا کر جنت میں داخل کئے جاتے ہیں۔ ناجین وہ ہیں جو صراط

پر سے اپنی نیکیوں کے طفیل بآسانی گذر جاتے ہیں، اور جنت میں اصحاب الیمین میں شامل ہوتے ہیں۔ اور فائزین میں بعض جنات عدن میں، بعض جنات الماویٰ میں، اور بعض جنات الفردوس میں مقیم ہوتے ہیں۔ معذبین کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ بعض کو تھوڑی مدت، بعض کو ہزار سال اور بعض کو سات ہزار سال عذاب ہوتا ہے۔ سات ہزار سال عذاب پانے والے سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والے ہوں گے۔

ہالکین کے درکات میں بھی جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں کہ انہوں نے اپنی دنیوی زندگی میں کفر و انکار کو اپنا شعار بنا لیا تھا، تفاوت ہوگا۔ درجات کا اختلاف ہو یا درکات کا یہ سب طاعات اور معاصی کے اختلاف کی بناء پر ہوتا ہے۔

اب ہم ان چاروں رتبوں کے احوال مختصراً بیان کرتے ہیں۔

رتبۂ ہالکین

ہالکین سے ہماری مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت سے قطعاً مایوس ہو چکے ہیں۔ ہم نے جو مثال پیش کی اس میں سلطان جس کو قتل کرتا ہے کہ وہ سلطان کو راضی کرنے سے اور اس کے انعام سے مایوس ہو چکے ہیں۔ یہ رتبہ صرف ان لوگوں کا ہوتا ہے جو اللہ اور اسکے رسولوں اور اسکی کتابوں اور یوم آخر میں حساب کے منکر، ان سے اعراض کرنے والے اور صرف اس دنیا کو سب کچھ سمجھنے والے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سعادتِ اخروی قربِ الٰہی اور دیدارِ الٰہی ہے اور اس کا حصول اس معرفت کے بغیر ناممکن ہے جس کو ایمان و تصدیق کہتے ہیں۔ منکرین و معذبین جو ابدالآباد تک اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ کا انکار اور اسکے انبیاء و رسل کی تکذیب کی پاداش میں ہمیشہ اپنے رب سے محجوب رہیں گے انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون (اس دن وہ اپنے رب سے محجوب ہیں)۔ اس محجوبی سے زیادہ کوئی عذاب نہیں۔ جو شخص اپنے محبوب سے محجوب ہوگا اسکے اور اسکی خواہشوں اور آرزوؤں کے درمیان لازمی طور پر رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں۔ انکار و تکذیب کی وجہ سے نارِ جہنم اور اپنے رب سے حجاب کی وجہ سے نارِ فراق اس کو دوگونہ رنج و عذاب ہے۔

عارفوں کی نظر میں نارِ فراق نارِ جہنم سے زیادہ شدید ہے۔ ایک عارف نے کہا کہ ہمارا خوف نارِ جہنم سے نہیں اور نہ ہماری امیدیں حور العین سے وابستہ ہیں۔ اس لئے ہماری طلب دیدارِ الٰہی ہے اور ہم اللہ سے محجوب ہونے سے گریز کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں وہ شخص لئیم ہے جو معاوضہ کے لئے عبادت کرتا ہے، جنت کی طلب کے لئے یا دوزخ کے خوف سے۔ بلکہ عارف تو وہ ہے جو اللہ کی ذات کے لئے عبادت کرتا ہے۔ صرف اس کی ذات مطلوب ہے۔ حور العین یا فواکہ جنت کی خواہش نہیں۔ دوزخ سے بچنے کی کوشش نہیں کیونکہ اگر نارِ فراق اس پر چھا جائے تو جسموں کو جلانے والی آگ پر غلبہ پا لیتی ہے۔ نارِ فراق نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ ہے۔

وفی فؤاد المحب نار جوی   احر نار الجحیم

ابرد ھا۔ محب کے دل میں غمِ عشق کی آگ ہے۔ جہنم کی شدید ترین سوزش بھی دل کی آگ کے مقابلہ میں بہت سرد ہے۔

آخرت میں اس امر کے انکار کی کوئی وجہ نہیں، اس لئے کہ دنیا میں اسکی نظیریں دیکھی جاتی ہیں۔ جس شخص پر عشق کا غلبہ ہو جاتا ہے، وہ دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑتا ہے، خاردار جھاڑیوں میں سے گذر جاتا ہے ع بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

میدان قتال میں مغضوب الغضب کو اپنے جراحات کا احساس نہیں ہوتا۔ غضب بھی دل میں دہکنے والی ایک آگ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الغضب قطعۃ من النار۔ آگ اور تلوار سے ہلاکت صرف اس لئے ہلاکت ہے کہ وہ ان دو اجزاء میں جدائی کر دیتے ہیں، جو اجسام کی ترکیب میں باہم ایک دوسرے سے مرتبط ہیں۔ اس رابطہ کو قطع کرنا ہی ہلاک کرنا ہے۔ جو چیز دل، اور دل کے محبوب کے درمیان رابطہ کو قطع کر دیتی وہ سب سے بڑی ہلاکت ہے۔ یہ حقیقت صرف ارباب بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس الم کا وہ شخص ادراک ہی نہیں کر سکتا جس کے دل نہیں۔ وہ صرف جسم کے درد و الم کو جانتا ہے۔ جس پر صفات بہائم چھائے ہوتے ہیں، وہ صرف جسمانی لذت اور الم کو محسوس کرتا ہے۔ جس پر صفات ملکی غالب ہوتے ہیں، اس کو قرب رب العالمین سے لذت اور اس سے دوری اور محجوب ہونے سے ہی الم ہوتا ہے۔ ذائقہ زبان میں اور سماعت کا ذریعہ کان ہے۔ صفات ملکی کا ظہور دل میں ہوتا ہے۔ جس کے دل نہیں اس کو یہ حس حاصل نہیں ہوتی۔ جس میں سماعت اور بصارت نہیں اس کو خوش آوازی اور خوبصورتی سے کوئی لذت نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ سب انسانوں میں دل نہیں ہوتا ورنہ اللہ تعالےٰ کا یہ قول صحیح نہیں ہوتا۔ ان فی ذلك ذکری لمن کان له قلب اس شخص کو جو قرآن کریم سے نصیحت نہیں حاصل کرتا اس کو دل سے محروم قرار دیا۔ یہاں دل سے وہ مضغۂ گوشت مراد نہیں جس کا تعلق عالم خلق سے ہے اور جو سینہ میں ہے بلکہ دل سے مراد وہ سِرِّ لطیف ہے جس کا تعلق عالم امر سے ہے۔ عالم خلق ہو یا عالم امر دونوں اللہ ہی کے بنائے ہوئے ہیں ولله الخلق والامر جمیعا، لیکن یہ وہ سِر ہے جس کے متعلق فرمایا قل الروح من امر ربي عالم امر اور عالم خلق میں ایک ترتیب ہے عالم امر عالم خلق کا حاکم ہے اور قلب انسانی ایسا سِرِّ لطیف ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ جو اس کو جان لیتا ہے وہ اپنے نفس کو جان لیتا ہے۔ جو اپنے نفس کو جان لیتا ہے وہ اپنے رب کو جان لیتا ہے، اس وقت ان اللہ خلق آدم علی صورته میں جو معانی اور حقائق مستور ہیں بندہ ان کا کچھ سراغ پالیتا ہے ورحقیقت امر کا علم تو اللہ کا فضل ہے اور وہ جس کو چاہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

افسانہ از افسانہ می خیزد۔ بات سے بات پیدا ہوئی۔ ذکر تھا منکرین و جاحدین کی دائمی و ابدی ہلاکت کا۔ عارفین

کے نظریۂ ہلاکت کا ذکر استطراداً آگیا۔ اب اصل موضوع کے متعلق یہ کہنا ہے کہ ہالکین صرف وہ منکرین و مکذبین ہیں جو اپنے انکار و تکذیب انبیاء و رسل کی وجہ سے رحمت الٰہی سے قطعاً مایوس ہو چکے ہیں۔ قرآن و سنت میں اس کی بے شمار شہادتیں ہیں جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔

دوسرا رتبہ معذبین کا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اصل ایمان کے حامل ہیں۔ لیکن تقاضائے ایمان کے پورا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اصل ایمان توحید ہے جس کے معنی یہ ہیں' کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے جس نے اپنی خواہش نفس کا اتباع کیا تو گویا اس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا' ارأیت من اتخذ الٰهه هواه (الفرقان: ۴۳)۔ وہ شخص زبان سے مؤمن ہے حقیقت میں مومن نہیں' لا الٰہ الا اللہ جو کلمۂ توحید ہے اس سے مقصود' قولہ تعالےٰ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون (الانعام ۹۱) تم کہو اللہ پھر انہیں ان کی کاوشوں اور کج بحثیوں میں چھوڑ دو کہ وہ کھیلتے ہیں۔ اس سے مراد بالکل غیر اللہ کا ترک کر دینا ہے۔ نیز فرمایا: ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا (احقاف: ۱۳) جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے صراط مستقیم پر۔ پوری استقامت کے بغیر توحید کامل نہیں ہوتی۔ صراط مستقیم بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ آخرت کی صراط کا بھی یہی وصف ہے۔ بجز ان لوگوں کے جن پر اللہ نے اپنا خاص فضل کیا۔ بہت کم لوگ صراط مستقیم پر پوری استقامت کے ساتھ قائم رہ سکتے ہیں اور اس سے رتی بھر انحراف نہیں کرتے یعنی خواہش نفس کے اتباع سے خالی ہوں۔ جس قدر صراط مستقیم سے عدول و انحراف ہوگا اسی قدر اس کے کمال توحید میں نقص ہوگا اور اسی قدر لازمی طور پر درجات قرب الٰہی میں کمی ہو جائے گی۔ اور ایسی ہر کمی سے اس کو دو آتشوں کا عذاب ہوگا، آتش جہنم جس کا وصف قرآن میں مذکور ہے اور اپنے محبوب اور مقصود سے جدائی اور محرومی کی آتش۔ پس صراطِ مستقیم سے جو بھی منحرف ہوگا دوہرے عذاب میں مبتلا ہوگا۔

عذاب کی شدت یا تخفیف اور مدت عذاب میں کمی بیشی کے دو سبب ہیں۔ ایک سبب تو ایمان میں قوت و ضعف اور دوسرا سبب خواہش نفس کی پیروی میں کثرت و قلت ہے اور ان دو امور میں سے کسی ایک سے بھی کوئی انسان غالباً محفوظ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیھا جثیا (مریم: ۷۲-۷۱) تم میں سے کوئی نہیں جو اس منزل جہنم سے گذرنے والا نہ ہو۔ ایسا کرنا تمہارے پروردگار نے ضروری ٹھہرالیا۔ یہ ایک طے شدہ فیصلہ ہے پھر ہم ایسا کریں گے کہ جو متقی ہیں انہیں نجات دے دیں۔ جو ظالم ہیں انہیں جہنم میں چھوڑ دیں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے۔ اسی لئے اسلاف میں سے ایک خائف نے کہا کہ ہمارا خوف اس وجہ سے ہے کہ ہم کو اس بات کا یقین ہے کہ ہم دوزخ پر وارد ہوں گے اور نہیں اپنی نجات کے

باب میں شک ہے۔

جب حسن بصریؒ نے اس شخص کے متعلق، جو ایک ہزار سال کے بعد دوزخ سے نکلیگا، یہ روایت سنی کہ وہ ندا کریگا یا حنان یا منان تو کہا کہ کاش میں وہ شخص ہوتا۔ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے آخر، جو دوزخ سے نکلیگا وہ سات ہزار سال بعد نکلیگا۔ معذبین کی مدت ایک لحظہ سے سات ہزار سال تک ہے بعض لوگ ایسے ہوں گے جو بجلی کی طرح دوزخ پر سے گذر جائیں گے۔ ایک لحظہ اور سات ہزار سال کے درمیان لحظوں گھنٹوں دنوں، ہفتوں مہینوں برسوں کے اعتبار سے مدت عذاب میں کمی بیشی ہوگی۔ شدت عذاب میں بھی ایسا ہی تفاوت ہوگا۔ شدید ترین عذاب کی کوئی حد نہیں اور کمتر ین عذاب حساب اور پرسش ہے ستر ہزار مؤمن تو ایسے ہیں جن کا حساب نہ ہوگا وہ پرسش کے کمترین عذاب سے بھی محفوظ رہیں گے۔

عذاب میں شدت و تخفیف اور مدت عذاب کی کمی بیشی کے علاوہ ایک تیسرا اختلاف نوعیت عذاب کا ہے۔ شدت عذاب سیئات کی قباحت اور کثرت کی وجہ سے اور زمانِ عذاب کی زیادتی کثرت سیئات کے باعث، اور نوعیت عذاب کا اختلاف انواع سیئات کے اختلاف کے سبب سے ہے۔ قرآن کریم کے شواہد سے یہ بات ثابت ہے اور ارباب قلوب اور اہل بصیرت پر یہ کیفیت نورِ ایمان کے ذریعہ منکشف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذلك بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید (آل عمران ۱۸۲) تم جو کچھ اپنے ہاتھوں اپنے لئے مہیا کر چکے ہو، یہ اسی کا نتیجہ ہے ورنہ اللہ کے لئے تو یہ بات کبھی نہیں ہوسکتی کہ اپنے بندوں کے لئے ظلم کرنے والا ہو۔ نیز فرمایا الیوم تجزی کل نفس بما کسبت لاظلم الیوم (غافر: ۱۷)

آج کے دن ہر نفس کو اسی (عمل) کی جزاء دی جائیگی جو اس نے کمایا آج کوئی ظلم نہیں۔ نیز فرمایا وان لیس للانسان الا ما سعیٰ (النجم: ۳۹) اور یہ کہ انسان کے لئے صرف وہ ہے جس کے لئے اس نے سعی کی۔ فرمایا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ○ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ○ (الزلزلہ: ۸-۷) جو رتی بھر عمل کرے گا نیکی کا وہ اس کو پائے گا اور جو رتی بھر برائی کا عمل کرے گا وہ اس کو پائے گا۔

قرآن وسنّت کے نصوص سے یہ واضح ہے کہ ثواب عقاب اعمال کی جزاء ہے اور یہ جزا مقتضائے عدل کے مطابق ہے لیکن عفو و رحمت کا پلہ بھاری ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے روایت کی سبقت رحمتی غضبی میری رحمت میرے غضب سے بڑھ گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ۔ وان تک حسنۃ یضاعفھا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما (النساء: ۴۰) اللہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اگر ذرہ برابر بھی کسی نے نیکی کی ہے تو وہ اسے دوگنا کر دے گا اور پھر اپنے پاس سے ایسا بدلہ بھی عطا فرمائیگا

جو بہت بڑا بدلہ ہوگا۔ پس یہ امور کلیہ کہ درجات و درکات کا حسنات و سیئات سے گہرا اور قوی ارتباط ہے نصوص قطعیۂ شرعیہ سے معلوم اور ثابت ہیں لیکن ان کی تفصیل صرف بطریق ظن غالب معلوم ہے اور اس کی دلیل صرف اخبار آحاد ہیں۔

جس شخص کی اصل تصدیق و ایمان محکم اور قوی ہے اور اس نے تمام کبائر سے اجتناب کیا اور تمام فرائض بطریق احسن ادا کئے اور اس سے صرف متفرق صغائر صادر ہوئے جن پر اس نے اصرار نہیں کیا تو ممکن ہے کہ اسکا عقاب صرف مناقشۃ فی الحساب ہو۔ جب اس کا حساب لیا جائے تو اس کی نیکیوں کا پلہ اس کی برائیوں سے بھاری ہوگا۔ اس لئے احادیث میں وارد ہے کہ پنجوقتہ نمازیں، جمعہ اور رمضان ان کے درمیان صادر ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح کبائر سے اجتناب بھی صغائر ذنوب کا کفارہ ہوتے ہیں۔ اور کفارہ کا ادنیٰ درجہ یہ ہوگا کہ عذاب دفع ہو جائیگا، اگرچہ حساب سے استثناء نہ ہو۔ جس کسی کا یہ حال ہو کہ اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہے اور وہ حساب سے فارغ ہو گیا تو اس کی بقیہ زندگی راضیۃ مرضیہ ہو جائے گی۔ اصحاب الیمین یا مقربین کے ساتھ ملحق اور جنات عدن یا فردوس اعلیٰ میں مقیم ہو جائے گا۔

ایمان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایمان تقلیدی اور ایمان کشفی۔

ایمانِ تقلیدی جیسے عوام کا ایمان ہے کہ جو کچھ انہوں نے سنا اس کی تصدیق کی اور اس پر قائم رہے۔

ایمانِ کشفی ان لوگوں کا ایمان ہے جن کا سینہ انوارِ الٰہی کی جلوہ گاہ ہونے کے لئے کھول دیا گیا **افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ** (الزمر: ۲۲) پس کیا وہ جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا پس وہ اپنے رب کی طرف سے نور میں ہے، ان کے دلوں پر کائنات کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ہر شئی کا مصیر اور مرجع اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بجز اللہ تعالیٰ اس کی ذات صفات، اور افعال کے کوئی وجود نہیں، جن کا ایمان کشفی ہے، وہ مقربین، ملاء اعلیٰ سے نہایت قریب فردوس اعلیٰ کے مقیمین ہیں۔ ان کی بھی کئی قسمیں ہیں، ان میں سابقین ہیں۔ اور جو سابقین سے کمتر ہیں، ان کے ان درجات کا تفاوت ان کی معرفت باللہ کے تفاوت کے مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں عارفین کے درجات کا شمار نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کا احصاء اور احاطہ ناممکن ہے۔ بحر معرفت کا نہ کوئی ساحل ہے، نہ اسکی گہرائی کی کوئی حد۔ ہر غواص بحر معرفت اپنی اپنی قوت کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ازل میں مقدر کر دی ہے، شناوری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ کے منازل لانہایت ہیں اسی لئے اس راہ کے سالکین کے منازل و درجات بھی لانہایت ہیں۔

جس کا ایمان تقلیدی ہے وہ اصحاب الیمین ہیں، جن کا مرتبہ مقربین سے کم ہے ان کے بھی درجات متفاوت ہیں۔ اصحاب الیمین میں جو بلند ترین درجہ پر فائز ہیں، وہ مقربین کے ادنیٰ درجہ والوں سے ملحق ہوتے ہیں۔ یہ اس شخص کا حال ہے جس نے تمام کبائر سے اجتناب کیا اور تمام فرائض ادا کئے لیکن جس نے ایک یا کئی گناہ کبیرہ کئے، یا بعض فرائض ترک کر دئے، اگر موت سے پہلے اس نے توبۃ النصوح کی تو ان لوگوں میں اس کا شمار ہوگا جنہوں نے گناہ نہیں کئے، کیونکہ التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔ اگر وہ توبہ سے پہلے مر جائے تو یہ خطرناک امر ہے۔ ممکن ہے گناہ پر اصرار کی حالت میں اس کا مرنا اس کے ایمان میں تزلزل کا باعث ہو اور اس کا خاتمہ برا ہو۔ خصوصاً اس حالت میں کہ اس کا ایمان تقلیدی ہے اور اس کے یقین کے زوال پذیر ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ اہل بصیرت اور ایمان کشفی والوں میں اغلب احوال میں سوء خاتمہ کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ دونوں فریق اگر حالت ایمان میں مریں تو انہیں عذاب ہوگا۔ ممکن ہے کہ یہ عذاب مناقشۃ فی الحساب تک محدود ہو، اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے عذاب سے درگذر کرے۔ اگر دوزخ میں عذاب بھی ہوا تو مدت عذاب کے بعد وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے، جہاں وہ اصحاب الیمین کے ساتھ ہوں گے، یا پھر اعلیٰ علیین میں مقربین، کے ساتھ۔

حدیث شریف میں مذکور ہے: آخر من یخرج من النار یعطی مثل الدنیا کلها عشرة اضعاف (متفق علیه) جو سب سے آخر دوزخ سے نکالا جائے گا اسکو دنیا کے مانند دس گنا بخشا جائے گا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ پیمائش کے لحاظ سے اس کو دس گنا دنیا بخشی جائے گی۔ ایک میل کے مقابلہ میں دس میل یا دس کے مقابلہ میں سو عدد دئے جائیں گے۔ اگر ایسا سمجھا جائے، تو ضرب الامثال سے اپنی ناواقفیت کا اظہار ہوگا۔ اگر کسی نے کسی سے دس ہزار روپیہ کی قیمت والا ہاتھی لیکر ایک لاکھ روپیہ معاوضہ دیا اور یہ کہا کہ اس نے اس ہاتھی کا دس گنا معاوضہ دیا۔ اگر اس مثال سے ہاتھی کا وزن اور حجم کا خیال کرے تو ظاہر ہے کہ ایک لاکھ روپیہ کا وزن دس ہاتھی تو کجا ایک ہاتھی کا وزن بھی نہیں بلکہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ یہاں لاکھ روپیہ سے ہاتھی کے جسم و حجم کا موازنہ نہیں، بلکہ ہاتھی کی مالیت کا موازنہ ہے۔ اس شخص کی نظر میں جو ہاتھی کی قیمت اور مالیت سے آگاہ ہے لاکھ روپیہ اس ہاتھی کا دس گنا معاوضہ ہے۔

فرض کرو کہ اس نے لاکھ روپیہ نہیں بلکہ ایک قیمتی ہیرا ہاتھی کے معاوضہ میں دیا اور یہ کہا کہ اس نے دس گنا معاوضہ دیا تو گنوار اور ناداں جو ہیرے کو صرف ایک پتھر سمجھتا ہے اس دعوے کو جھٹلائے گا اور صرف جوہری اس کی تصدیق کر سکیگا اور جوہری اس گنوار کو ہیرے کی قدر و قیمت نہیں سمجھا سکتا۔

اسی طرح کوئی عالم یا عارف عامیوں اور مقلدین کو

نہیں سمجھا سکتا کہ جنت جو آسمانوں میں ہے اور آسمان اسی دنیا میں ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ جنت دس گنا ہے۔ جس طرح جوہری کی حالت قابل رحم ہے کہ وہ گنوار کو سمجھانے سے عاجز ہے اسی طرح عارف و عالم بھی کند ذہن اغبیاء اور نادانوں کو دنیا کے برابر دس گنا جنت کے سمجھانے سے عاجز ہیں، وہ قابل رحم ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگوں پہ رحم کرو کہ وہ قابل رحم ہیں:۔ جاہلوں کے درمیان عالم۔ جو قوم میں غنی تھا اور اب فقیر ہو گیا۔ جو قوم میں باعزت تھا اور اب ذلیل ہو گیا ارحموا ثلاثة عالما بین الجهال غنی قوم افتقر۔ عزیز قوم ذل۔

انبیاء کرام کی مشقت بھی اپنی اپنی امت کی بے عقلی اور بے بصری کی وجہ سے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا' ای پیغمبر جب لوگ یہ واضح بات بھی نہ مانیں تو عجب نہیں کہ ان کی ہدایت کے پیچھے پیارے افسوس کے آپ اپنی جان ہلاکت میں ڈالے فلعلك باخع نفسك علی آثارهم ان لم یؤمنوا بهذا الحدیث اسفا (الکہف: ۶)۔

سورہ طٰہٰ میں فرمایا ہم نے آپ پہ قرآن اس لئے نہیں نازل کیا کہ آپ رنج و محنت میں پڑیں (طٰہٰ ۲) یہ اللہ کی طرف سے انبیاء کرام کی آزمائش و ابتلا ہے' اور یہی معنی ہیں ترمذی کی اس حدیث کے البلاء موکل بالانبیاء ثم الاولیاء ثم الامثل فالامثل

اس سے یہ گمان نہ کیا جائے کہ بلاء سے مراد بلاء ایوب علیہ السلام ہے' وہ تو بدن پہ نازل ہوئی تھی۔ بلاء نوح بھی' بلاء عظیم تھی کیونکہ وہ ایسے گروہ سے آزمائے گئے جن کو اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو وہ اور زیادہ نفرت سے بھاگ جاتے تھے۔ جب رسول کریم کو بعض لوگوں کی زبان درازی سے اذیت ہوئی تو فرمایا رحم اللہ اخی موسی لقد اوذی باکثر من هذا فصبر اللہ تعالیٰ بھائی موسیٰ پہ رحم کرے کہ اس سے زیادہ انہیں اذیت دی گئی' اور انہوں نے صبر کیا۔ تمام انبیاء کو منکرین کے ہاتھوں بلا کا سامنا کرنا پڑا اسی طرح اولیاء اور علماء بھی جاہلوں کے ہاتھوں اذیت پاتے ہیں۔

الغرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پہ ایمان رکھنا چاہئے کہ جو سب سے آخر دوزخ سے نکالا جائیگا اس کو دس گنا دنیا کے مانند بخشا جائے گا۔ صرف ان امور کی تصدیق پر اکتفا نہ کیا جائے جو حواس سے ادراک کئے جاتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ دو پاؤں والے گدھے کے مانند ہوگا جس میں بھی حواس خمسہ ہیں۔ انسان گدھے اور دیگر حیوانات سے اس سر لطیف کی بنا پہ مختلف ہے جس کو قرآن نے لفظ امانت سے تعبیر کیا۔ جس کو آسمانوں' زمین' اور پہاڑوں پہ پیش کیا گیا تو اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ پس جو کچھ حس خمسہ کے ادراک سے خارج ہے وہ صرف اس عالم سر میں ادراک کیا جا سکتا ہے جو انسان اور دیگر حیوانات میں ما بہ الامتیاز ہے۔ جو شخص حواس خمسہ کے محسوسات سے تجاوز

نہیں کرتا اور درجۂ بہائم پہ قانع ہے۔ اس عالم سر کو بھول جاتا ہے اس سے اعراض کرتا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کو بھلادیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس عالم میں حواس سے ادراک نہیں کی جاسکتی اس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہیں ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فأنساھم انفسھم (الحشر: ۱۹) اس نے اس امانت میں خیانت کی جو اس کے سپرد کی گئی تھی اور جس کو اس کی فطرت نے قبول کر لیا تھا۔ یہ امانت نعمتِ الٰہی ہے جو اس کا حق ادا نہیں کرتا وہ کافر نعمت اور مستوجب عذاب ہے۔ اس کا حال بہائم کے حال سے بدتر ہے ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا (الفرقان: ۴۴) وہ چوپایوں کے مانند ہی ہیں بلکہ گمراہی میں ان سے زیادہ گئے گذرے۔

چوپائے مکلف نہیں اور مر کر نجات پا لیتے ہیں۔ انسان کا حال اس سے مختلف ہے۔ اللہ کی امانت اس میں ودیعت ہے اور یہ امانت جوں کا توں واپس ہونی چاہئیے۔ یہ امانت ایک روشن آفتاب تھی جو اس فانی قالب انسانی میں ودیعت کی گئی تھی۔ قالب انسانی پہ اگر نفس اور صفات بہائم کا غلبہ ہو تو اس آفتاب پہ تاریکی چھا جاتی ہے۔ اگر صفاتِ ملکی کا غلبہ ہے تو وہ اور روشن ہوتا ہے۔ جب قالب انسانی ہلاک ہو جاتا ہے تو وہ آفتاب اپنے اصل کی طرف رجوع ہوتا ہے جو روشن ہو گا وہ اپنے رب کے حضور میں محبوب ہو گا۔ اور جو تاریک ہو گا وہ بھی حق کی طرف رجوع ہو گا۔ اس لئے کہ سب کا مرجع وہی ہے لیکن اس کا سر ذلت سے جھکا ہوا ہو گا۔ اس کی نظر میں افق اعلیٰ کی طرف نہیں بلکہ اسفل سافلین کی طرف ہوں گی ولو ترى اذ المجرمون ناکسوا رؤوسھم عند ربھم (السجدہ: ۱۲) جو توفیق الٰہی سے محروم اور سبیل ہدایت سے دُور ہیں۔ ان کے متعلق یہ اللہ کا فیصلہ ہے نعوذ باللہ من الضلال۔

غرض جو دوزخ سے نکالے جائیں گے انہیں دنیا کے مانند دس گنا دیا جائے گا لیکن دوزخ سے صرف وہی نکالے جائیں گے جو موحد ہوں گے۔ توحید سے مراد صرف زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہنا نہیں ہے کیونکہ زبان کا تعلق عالم ملک و شہادت سے ہے۔ اس کا فائدہ بھی عالم ملک شہادت ہی میں ہو گا یعنی انہیں مومنین کے جیسے دنیاوی حقوق حاصل ہوں گے۔ یہ حقوق صرف دنیوی زندگی تک محدود ہوں گے۔ آخرت میں صرف توحید کی تصدیق قلبی کام آئیگی۔

توحید کا کمال یہ ہے کہ تمام امور کو اللہ کی طرف سے یقین کرے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ ان امور میں جو اس پہ گذریں اور وہ اسے ناگوار ہوں تو مخلوق میں سے کسی پر غضبناک نہ ہو۔ ہر معاملہ میں مسبب الاسباب پہ نظر ہو۔ یہ بھی صحیح ہے کہ تصدیق قلبی یعنی ایمان کے مراتب میں بھی تفاوت ہے بعض وہ لوگ ہیں جن کا ایمان پہاڑ کے مانند ہے۔ پہاڑوں میں بھی تفاوت ہے۔ بعض وہ ہیں جن کا ایمان دینار کی مقدار ہے۔ بعض وہ ہیں جن کا ایمان رائی برابر۔ بعض وہ ہیں جن کا ایمان بمقدار ذرہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شفاعت کی

(جس کے نقل کرنے کی یہاں گنجائش نہیں) بعض روایتوں میں آیا ہے اخرجوا من النار من فی قلبہ مثقال دینار من ایمان یعنی جن کے دل میں دینار کے وزن کے برابر ایمان ہے انہیں دوزخ سے نکالو۔ اور یہ بھی مروی ہے آخر من یخرج من النار من فی قلبہ مثقال ذرۃ من ایمان سب سے آخر دوزخ سے وہ نکلیگا یا نکالا جائیگا، جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہے۔ ذرہ اور دینار کا موازنہ ضرب الامثال کے اسلوب پر ہے جس کی کچھ تفصیل، بیان کی جا چکی ہے۔ یہ بھی احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ دوزخ سے نکالے جانے کے بعد جنت میں داخل کئے جانے سے پہلے ماء الحیا کے چشمہ میں غسل دیکر پاک صاف بنایا جائیگا۔

اکثر موحدین کے دوزخ میں داخل ہونے کا سبب مظالم عباد ہے اور یہ وہ دیوان ہے جس کا حساب ترک نہیں کیا جاتا، دیگر گناہ عفو الٰہی اور تکفیر کی وجہ سے مٹ جاتے ہیں۔ احادیث اور آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ جب بندہ اللہ کے حضور کھڑا ہوتا ہے اور اسکی نیکیاں پہاڑ کی طرح ہیں۔ اگر وہ مظالم عباد کا مرتکب نہیں ہے، تو وہ بلا تاخیر اہل جنت میں سے ہوگا، ورنہ اصحاب مظالم فریاد کریں گے کہ اس نے کسی کی آبرو ریزی کی۔ کسی کا مال ناحق لے لیا کسی کو مار پیٹ کی تو اس کی نیکیاں بمقدار مظالم اصحاب مظالم کو دے دی جائینگی، یہاں تک کہ اب اسکی کوئی نیکی باقی نہ رہے گی تو فرشتے اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ اس کی تمام نیکیاں ختم ہوگئیں اور فریادی ہنوز باقی ہیں تو حکم ہوگا کہ ان فریادیوں کے گناہوں کو اس کے گناہوں میں شامل کر دو اور اس کو دوزخ کی طرف ہانک دو۔ جس طرح وہ دوسروں کے گناہوں کے بوجھ سے بطریق قصاص ہلاک ہوگا مظلوم فریادی ظالم کی نیکیوں کے باعث نجات پائے گا۔

آخرت میں درجات سعادت و شقاوت کے باب میں جو کہا گیا وہ ظاہر اسباب کی بناء پر ہے۔ اسکی نظیر کسی طبیب کا کسی ایک مریض کے متعلق یہ کہنا کہ وہ مرجائے گا اور علاج مفید نہ ہوگا۔ کسی اور بیمار کے متعلق یہ کہنا کہ مرض خفیف ہے اور اس کا علاج سہل ہے طبیب کا یہ فیصلہ اس کے گمان غالب کی بناء پر ہے جو اکثر اوقات صحیح ثابت ہوتا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس کے اس مرض سے مر جانے کی خبر دی وہ تندرست ہو جاتا ہے اور جس کے مرض کو ہلکا اور علاج کو آسان بتایا وہ مر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ اسرار خفیہ ہیں جو انسانوں کی موت و حیات میں کارفرما ہیں اور مسبب الاسباب نے موت و حیات کے جو اسباب مقرر کئے ہیں ان تمام کا احاطہ امکان بشری سے خارج ہے۔ یہی حال آخرت میں فوز و ہلاکت کا بھی ہے۔ فوز و ہلاکت کے تمام اسباب خفیہ و غیبیہ کا علم انسانی دسترس سے باہر ہے۔ اس سبب خفی کو جو نجاۃ اور فوز فی الآخرۃ کا باعث ہے، عفو اور رضا سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو ہلاکت و عذاب کا باعث ہے اس کو غضب اور انتقام سے۔ اس کے علاوہ مشیت ازلیۂ الٰہیہ بھی کارفرما ہے جس سے کوئی مخلوق

آگاہ نہیں۔ پس یہ ضروری ہے کہ ایسے گناہ گار کے لئے جس کے ظاہری گناہ بے شمار ہیں ہم عفو کو جائز اور ممکن قرار دیں اور ایسے مطیع کے لئے جس کی بہت طاعتیں ہیں غضب الٰہی کو جائز اور ممکن سمجھیں اس لئے کہ طاعت کی قبولیت تقویٰ پر منحصر ہے اور تقویٰ کا تعلق دل سے ہے اور وہ اس قدر غامض اور پوشیدہ ہے کہ خود صاحب تقویٰ کو اس کا یقین نہیں ہو سکتا کیونکہ اپنے تقویٰ کا احساس کہیں۔ اس میں اللہ کے عذاب سے مامون ہونے کا شعور نہ پیدا کر دے۔ لیکن ارباب بصائر پر یہ امر منکشف ہے کہ عفو بغیر اس سبب خفی کے جو اس کا مقتضی ہے ممکن نہیں۔ اسی طرح غضب بھی بغیر اس کے سبب خفی کے جو اللہ سے دوری کا باعث ہے ممکن نہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو عفو و غضب اعمال و اوصاف کی جزاء نہ ہوتے۔ اگر جزاء نہ ہوتے تو عدل نہ ہوتا۔ اگر عدل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ قول صحیح نہ ہوتا ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ (النساء: ۴۰) اور نہ یہ قول وما ربک بظلام للعبید (فصلت: ۴۶) قال تعالیٰ: وان لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ نیز فرمایا کل نفس بما کسبت رھینۃ (مدثر: ۳۸) ہر ایک نفس اپنے کمائے ہوئے کے ساتھ گروی ہے اور فرمایا فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم (الصف: ۵) جب انہوں نے کجروی کی تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو کجرو بنا دیا۔ جب خود انہوں نے اپنے تئیں بدل دیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے احوال بدل دئیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لہ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم واذا اراد اللہ بقوم سوءا فلا مرد لہ وما لھم من دونہ من وال (الرعد: ۱۱) انسان کے آگے اور پیچھے ایک کے بعد ایک آنے والی (قوتیں) ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتی ہیں، اللہ کبھی اس حالت کو نہیں بدلتا جو کسی گروہ کو حاصل ہوتی ہے جب تک کہ وہ خود ہی اپنی صلاحیت نہ بدل ڈالے اور پھر جب اللہ چاہتا ہے کسی گروہ کو (اس کی تغیر صلاحیت کی پاداش میں) مصیبت پہنچے تو مصیبت پہنچ کر ہی رہتی ہے، وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی۔ اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جو اس کا کارساز ہو۔ یہ ساری باتیں اہل بصیرت پر منکشف ہیں۔ اور یہ انکشاف چشم دید مشاہدہ سے بھی زیادہ یقینی ہے۔ کیونکہ آنکھوں کے دیکھنے میں غلطی ہو سکتی ہے، لیکن دل کی بصیرت کے انکشاف میں امکان غلط نہیں ما کذب الفؤاد ما رایٰ۔

تیسرا رتبہ نجات پانے والوں کا رتبہ ہے۔ نجات سے مراد صرف سلامتی ہے۔ سعادت و فیروز مندی نہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کوئی خدمت نہیں کی کہ انہیں خلعت و اکرام سے سرفراز کیا جائے نہ ان سے کوئی نافرمانی سرزد ہوئی، کہ انہیں سزا دی جائے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ کافروں کے بچے ہوں اور ان میں مجنون اور معتوہ لوگ بھی شامل ہوں اور ان کے ساتھ ممکن ہے وہ لوگ بھی ہوں، جن تک دعوت ایمان و اسلام نہیں پہنچی، اس لئے عدم معرفت میں زندگی بسر کی ہو۔ نہ انہیں معرفت حاصل ہوئی اور نہ انہوں نے

انکار کیا۔ نہ ان کی کوئی معصیت ہے، نہ طاعت، نہ اللہ سے قربت کا کوئی وسیلہ ہے اور نہ اللہ سے دوری کا کوئی باعث، نہ وہ جنتی ہیں نہ دوزخی۔ امام شافعی کے پاس جب تک دعوتِ ایمان واسلام نہیں پہنچتی وہ مکلف نہیں ہوتے۔ مکلف بالایمان بتوحید اللہ بھی نہیں ہوتے۔ امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی کو دعوت ایمان و اسلام نہ پہنچی ہو تو اپنی عقل کے ذریعہ وہ اللہ وحدہٗ لا شریک پر ایمان لائے۔ وہ مکلف بالایمان بتوحید اللہ ہے۔

باقی تفصیلات امورِ ایمانیہ جو صرف وحی کے ذریعہ معلوم ہو سکتے ہیں ان پر ایمان لانا اس کے لئے واجب نہیں، وہ شرعی احکام فرعیہ کا مکلف نہیں۔ وہ جو نہ جنت کا حق رکھتے ہیں، اور نہ مستوجب دوزخ، تو ان کے لئے جنت و دوزخ کے مابین ایسی منزل میں جس کو شریعت نے اعراف سے تعبیر کیا ہے مقام ہوگا۔ آیات واحادیث سے ایک گروہ کا اہل اعراف ہونا قطعی طور پر ثابت ہے، لیکن وہ کون لوگ ہیں اس کا ثبوت قطعی نہیں۔ یہ امر ظنی ہے اسکی تحقیقی اطلاع عالم نبوت سے متعلق ہے۔ کسی ولی یا عالم کا یہ منصب نہیں۔ بچوں کے متعلق بھی روایات متعارض ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ مشرکین کی اولاد مشرکین کے ساتھ ہوگی۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب ایک بچہ مرا تو انہوں نے کہا عصفور من عصافیر الجنۃ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو کیسے معلوم ہوا۔ مومنین کی اولاد کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ ہوں گے۔

یہ جو تھا رتبہ فائزین کا ہے، وہ عارفین ہیں مقلدین نہیں۔ وہ مقربین اور سابقین ہیں، کیونکہ مقلد اگر فائز المرام ہو تو اس کو جنت میں سکونت اور اصحاب یمین میں شمولیت حاصل ہوگی۔ لیکن ان مقربین کو ایسا کچھ دیا جائیگا، جو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جو کچھ بھی کہا جا سکتا ہے اس کو قرآن نے بیان کر دیا ہے۔ قرآن کے بیان کے بعد کوئی اور شافی و کافی بیان ممکن نہیں۔ سورۂ واقعہ میں السابقین المقربین کی جزاء آیت نمبر ۱ سے نمبر ۲۶ تک اصحاب الیمین کی آیت نمبر ۷، اسے آیت نمبر ۴۰ تک اور اصحاب الشمال کی جزاء آیت نمبر ۴۱ سے آیت نمبر ۵۶ تک مذکور ہے۔ سورہ السجدہ میں اجمالی طور پر فرمایا کہ کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ ان مومنین کے لئے جو راتوں میں اپنے بستروں سے اپنے پہلوؤں کو دور رکھتے اور اپنے رب سے خوف ورجا کے ساتھ دعائیں کرتے ہیں اور اپنی روزیوں میں سے خرچ کرتے ہیں، ان کے اعمال کی جزاء میں کیا آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا ومما رزقنھم ینفقون ۞ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون ۞ (۱۶-۱۷)

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے صالح بندوں کے لئے ایسا کچھ تیار کیا ہے، جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا

خیال بھی آیا۔

عارفوں کی طلب بھی کچھ ایسی ہی ہے کہ اس دنیا میں کسی انسان کے دل میں اس کا خیال بھی نہ گذرے۔ حور و قصور، فواکہ، دودھ، شہد اور شراب کی نہریں، سنہری زیور، دیبا و استبرق کے لباس، ان میں سے کوئی چیز ان کا مقصود و نہیں، وہ صرف دیدار و قرب الٰہی کے طالب ہیں۔ یہی انتہائی سعادت اور سب سے بڑی لذت ہے۔ رابعہ عدویہ رح سے جنت کی رغبت کا سوال کیا تو کہا الجار ثم الدار میرا مطلوب گھر والا ہے۔ گھر کا رتبہ بعد کا ہے۔ گھر کے مکین کی محبت نے ان کو گھر (ت) سے بلکہ ہر چیز سے، حتیٰ کہ اپنے نفسوں سے غافل کر دیا ہے ؎

امرعلی جدار دیار لیلی اقبل ذالجدار و ذالجدارا
وماحب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا

("میں لیلیٰ کے گھر کی دیواریں سے گزرتا ہوں، اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں، اور اس دیوار کو، گھر کی محبت نے مجھے فریفتہ نہیں بنایا لیکن اسکی محبت نے جو اس گھر میں مکیں ہے")

ان کی نظر میں بجز اپنے محبوب کے کوئی موجود نہیں۔ وہ اپنے محبوب کے تصور میں ایسے کھوئے گئے ہیں کہ ہر چیز میں محبوب ہی کا جلوہ نظر آتا ہے ؎

بسا میری نظروں میں تو اسقدر ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

جس کا یہ حال ہو وہی آخرت میں اس قرۃ العین کو حاصل کر سکتا ہے جس کے متعلق اس دنیا میں کسی قلب انسانی پر اس کا خطرہ نہیں گزرتا۔ کوئی یہ گمان نہیں کر سکتا کہ کوئی بہرا یا اندھا آوازوں اور رنگوں کا تصور بھی کر سکتا ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب اسکی سماعت اور بصارت کے مانع حجابات دور کر دئے جائیں۔ جب یہ حجابات دور ہو جائیں تو وہ آوازوں اور رنگوں کا ادراک کر سکتا ہے، اور یہ بھی ادراک کر سکتا ہے کہ حجابات کے دور ہونے سے پہلے اس کے دل میں ان کا خیال بھی نہیں گزر سکتا تھا۔ دنیا خود ایک حجاب ہے۔ لوگ سوئے ہوئے ہیں، جب مریں گے تو بیدار ہوں گے اور سارے حجابات دور ہو جائیں گے لقد کنت فی غفلۃ من ھذا فکشفنا عنك غطاءك فبصرك الیوم حدید (ق: ۲۲)۔

(تو اس امر سے غفلت میں تھا پھر ہم نے تجھ سے تیرا پردہ دور کر دیا، اس لئے آج تیری بصارت تیز ہے۔)

آئندہ اشاعت میں وہ اسباب بیان کئے جائیں گے جن سے صغیرہ گناہ کبیرہ بن جاتے ہیں۔ انشاءاللہ المستعان۔

علمائے حق بخشائش امت ہیں

فضیلت مآب حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین،
سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری مدظلہم ناظم دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان قطبیہ ویلور

علم دین کی عظمت و فضیلت اور عالم دین کے بلند مقام و مرتبہ سے متعلق حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک شخص کو لایا جائے گا جو اس کے گناہ کا پلہ اس کی نیکیوں پر بھاری رہے گا۔ حکم ہوگا کہ اس کو دوزخ میں داخل کریں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا۔ اے جبرئیل! جاؤ میرے بندے سے دریافت کرو کہ وہ دنیا میں کسی عالم کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ حضرت جبرئیل کے دریافت کرنے پر معلوم ہوگا کہ نہیں، پھر جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے فرمائیں گے۔ یا الٰہ العالمین! تیرا بندہ انکار کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جبرئیل جاؤ، میرے بندے سے دریافت کرو کہ وہ کسی عالم کے دسترخوان پر کھایا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام کے دریافت کرنے پر معلوم ہوگا نہیں۔

جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے فرمائیں گے یا الٰہ العالمین، تیرا بندہ انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جبرئیل میرے بندے سے دریافت کرو کہ آیا وہ کسی عالم کے کوچہ اور محلہ میں رہا کرتا تھا، جبرئیل کے دریافت کرنے پر معلوم ہوگا کہ نہیں۔ جبرئیل فرمائیں گے یا الٰہ العالمین! تیرا بندہ انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جبرئیل! جاؤ میرے بندے سے دریافت کرو کہ اس کا نام و نسب کسی عالم سے ملتا تھا۔ جبرئیل کے دریافت کرنے پر معلوم ہوگا کہ نہیں۔ جبرئیل فرمائیں گے۔ یا الٰہ العالمین تیرا بندہ انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے جبرئیل جاؤ میرے بندے سے دریافت کرو کہ وہ کسی ایسے شخص سے دوستی رکھتا تھا جو

کسی عالم کو محبوب رکھتا ہو۔ حضرت جبرئیلؑ کے دریافت کرنے پر معلوم ہوگا کہ ہاں۔

حضرت جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ سے فرمائیں گے یا اللہ العالمین! تیرا بندہ اثبات میں جواب دے رہا ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اسی ایک بات پر میں اس کے گناہوں کی بخشش کرتا ہوں۔ جاؤ، اسے جنت میں داخل کرو۔

ایک عالمِ حقانی کے بلند مقام و مرتبہ کی کیا شان ہے کہ کوئی شخص دنیا میں کسی عالم کی صحبت میں رہا ہو یا اس کی مجلس میں بیٹھا ہو، یا اس کے دسترخوان پر کھانا کھایا ہو۔ یا اس کے محلہ و کوچہ میں رہا ہو۔ یا اس کے نام و نسب سے نسبت رکھتا ہو، یا کسی ایسے شخص سے دوستی رکھتا ہو، جو کسی عالم کو محبوب رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ کسی ایک حیلہ سے اسکی بخشائش فرماتا ہے اور اس کو جنت میں داخل کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علمائے سلف علم دین کے حاصل کرنے کے لئے زبردست مالی قربانی دیتے تھے، اور یہ سینکڑوں اور ہزاروں میل طلب علم میں پیادہ پا سفر کرتے تھے اور اپنے علم کی تکمیل کرتے تھے۔

علی بن عاصم جب علم حدیث پڑھنے جا رہے تھے تو ان کے والد نے انہیں ایک لاکھ درہم دیتے ہوئے فرمایا، بیٹا یہ ایک لاکھ درہم لے لو اور طلب علم پر خرچ کرو، لیکن یاد رکھو ان لاکھ کا معاوضہ یہ ہے کہ تم ایک لاکھ حدیثیں یاد کر کے مجھے اپنا منہ دکھانا۔

اطاعت گذار قابل فرزند نے ایک لاکھ سے زیادہ حدیثیں یاد کر کے اپنے سینہ میں محفوظ کر لیں، اور اپنی علمائے و محدثانہ کمالات کی بدولت مسند العراق کے معزز خطاب سے سرفراز کئے گئے۔

ہشام بن عبداللہ طلب علم کے خاطر بڑے لمبے لمبے سفر طے کئے اور محدثین کی درسگاہوں کے چکر لگائے اور علم حدیث کی طلب میں سات لاکھ درہم خرچ کئے اور حافظ کبیر الدین طلب علم پر نو ہزار اشرفیاں خرچ کئے اور حافظ ابن رستم طلب علم پر تین لاکھ درہم خرچ کئے۔ اور علامہ ذہبی طلب علم پر ڈیڑھ لاکھ درہم خرچ کئے۔

حافظ الحدیث حجاج بغدادی جب شبابہ محدث کے پاس علم حدیث پڑھنے جا رہے تھے تو ان کی پونجی کی کل کائنات ایک سو کلوچے تھے جو ان کی والدہ نے تیار کر کے دیا تھا۔ اور یہ ان کلچوں کو ایک مٹی کے گھڑے میں بھر کر اپنے ساتھ لے گئے، اور روزانہ ایک کلچہ دریائے دجلہ کے پانی میں بھگو کر کھا لیا کرتے تھے اور شبانہ روز حصول علم میں مصروف و منہمک رہتے۔

امام طبرانی، علامہ ابن المقری اور علامہ ابو شیخ درسگاہ مدینہ منورہ میں حدیث کی تعلیم

حاصل کرتے تھے۔ ان کے دورانِ تعلیم ایک ایسا دور آیا کہ فاقہ پہ فاقہ اور روزہ پہ روزہ رکھنے کی نوبت آئی۔ اور شدتِ بھوک سے بے تاب ہوکر ایک روز دربارِ رسول ﷺ میں پہنچ کر ان تینوں حضرات نے فریاد کی۔ یارسول اللہ ہم بھوکے ہیں۔ ہمیں کھانا بھیجو' یہ فریاد پیش کرکے ابن المقری اور علامہ ابوشیخ دونوں اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔ امام طبرانی یہ کہتے ہوئے دربارِ رسول ﷺ ہی میں ٹھہر گئے کہ روزی آئے گی یا موت۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ کسی نے دروازہ پہ دستک دی۔ دروازہ کھول کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک علوی خاندان کے برگزیدہ بزرگ اپنے دو خادموں کے ساتھ کچھ لئے ہوئے کھڑے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ کیا آپ نے دربارِ رسول ﷺ میں بھوک کی شکایت کی تھی؟ ابھی ابھی میں نے حضور پر اکرم ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں جو بھی موجود ہو کھانے کے لئے وہ آپ کے پاس پیش کردوں' لہٰذا فوری طور پر جو بھی موجود تھا وہ کھانے کے لئے حاضر ہے' قبول کیجیئے۔ یہ تینوں علم وادب کے شاہکار سیراب ہوکر کھائے۔ پھر بعد ازاں ان کے کھانے کا مسئلہ حل ہوگیا۔

علم وہنر کے پیکر تحصیلِ علم میں مردانہ وار جدوجہد کرتے اور فقر وفاقہ اور بھوک وپیاس کی مصیبتیں ان کے پائے استقلال کو کبھی متزلزل نہیں کرتیں۔ [illegible] جذبۂ شوق میں سرشار ہوکر محدثین کی درسگاہوں کے چکر لگاتے۔ حدیثیں لکھتے، اور حدیثیں یاد کرتے اور اس طرح اپنے علم کی تکمیل کرتے اور منزلِ مقصود کو پاتے۔ اور پھر مزید یہ کہ عبادت وریاضت، تقویٰ وپرہیزگاری، درس وتدریس اور تقریر وتحریر کی بدولت بامِ عروج پر پہنچ جاتے۔ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ حافظ الحدیث بھی ہوتے تھے۔ علم حدیث پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ اور حافظ الحدیث کی زیادہ قدر ومنزلت ہوتی تھی۔

یہ علم وادب کے شاہکار اپنی علمی اور محدثانہ کمالات کی بدولت دنیائے اسلام میں کوئی آفتاب اور کوئی ماہتاب بن کر چمکتے اور اپنی ضیا پاش کرنوں سے دنیائے اسلام کو منور کرتے اور ان کے یہ زریں کارنامے رہتی دنیا تک زندۂ جاوید رہیں گے اور انہیں حیاتِ جاودانی حاصل ہوگی۔

علمائے حق وارث انبیاء ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے برگذیدہ ہستیاں جو صحیح معنوں میں وارث انبیاء ہوتے ہیں، یہی وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں جو علم وعمل کے پیکر اور علم وادب کے شاہکار، عالم باعمل، فاضل بے بدل بن کی عبادت وریاضت، درس وتدریس تقریر وتحریر، تقویٰ وپرہیزگاری، فرائض تو فرض اولین، شب بیداری ونوافل کی ادائیگی بادشاہوں وحاکموں اور دولت مندوں سے

بے نیازی اور توکل علی اللہ پہ ثابت قدم رہے
ہیں اور ان ہی خصوصیات کی بدولت اللہ تعالےٰ
انہیں عظیم ترین مقام اور بلند ترین مرتبہ پہ فائز فرمایا
ہے مثلاً حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی
رضی اللہ عنہ، حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین
چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بندہ نواز
گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ الحمید گنج سوائی
ناگوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو الحسن خرقانی، حضرت
جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، ایسے ہزاروں سینکڑوں
علمائے حق جو حق و صداقت کے علمبردار تھے،
اعلائے کلمۃ اللہ، و اشاعتِ علم دین میں کوشاں اور
مصروفِ عمل رہے ہیں، یہ تمام نفوسِ قدسیہ
فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کے مقام پہ پہنچے ہوئے
ہیں، اور یہی وہ علماء ہیں جن کی بدولت روزِ
قیامت لاکھوں انسانوں کی نجات و بخشش ہوگی۔

اس زمانہ میں بھی طالبانِ علومِ دین اسی
والہانہ جذبۂ شوق سے تحصیلِ علم میں پروانہ وار
جد و جہد اور سعیٔ بلیغ کریں تو کیا عجب ہے کہ تاریخ پھر
سے دہرائی جائے اور انہیں بھی وہ بلند مقام حاصل
ہو جائے اور انکے علمی کمالات کی بدولت ان کے کارنامے
بھی زندۂ جاوید بنے رہیں گے اور انہیں حیاتِ جاودانی
حاصل ہوگی، اور نہ معلوم روزِ قیامت کتنے لوگوں
کی بخشائش ہوگی۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی

حیات اور اردو خدمات

از جناب
ڈاکٹر افضل الدین اقبال حیدرآباد
یم اے۔ پی ایچ ڈی۔
(عثمانیہ یونیورسٹی)

حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقیؒ کی ہستی خاندانِ اقطابؒ ویلور کی، وہ جامع الصفات شخصیت ہے جس کے نقش قدسی کی برکت اور علم و اخلاق کی عظمت سے جنوبی ہند میں اسلام اور اسلامی تعلیمات کو بڑا فروغ ہوا۔

حضرت ذوقی ۱۱۵۱ھ سنہ۱۷۳۷ء کو شہر ویلور میں پیدا ہوئے۔ درخشاں ۱۱۵۱ آپ کی تاریخ ولادت ہے۔ آپ نے ابتداءً اپنے والد بزرگوار حضرت سید شاہ ابوالحسن قربیؒ کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت قربیؒ ہی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور آپ کے زیر سایہ جملہ منازلِ سلوک طے فرمائے اور مختلف سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل کی۔ مؤلف "انوار اقطاب ویلور" کا بیان ہے کہ حضرت ذوقی نے اپنے والد بزرگوار ہی کے اسلوب پر سلسلۂ تدریس جاری فرمایا تھا۔

حضرت ذوقی ایک بلند پایہ صوفی اور اپنے وقت کے قطب تھے۔ امیروں اور تونگروں کی بالکل پروا نہ کرتے تھے۔ آخر وقت تک طالبانِ حق کی تعلیم اور راہ نمائی میں مصروف رہے۔ ہمیشہ آپ کا دستر خوان وسیع رہا۔ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہیں گیا۔ ہر روز اپنے لنگر خانے سے ایک سو بیس ۱۲۰ سیر چاول تقسیم فرماتے تھے [۱]۔

حضرت ذوقی کا انتقال ۱۳ ربیع الاول؟ ۱۱۹۴ھ سنہ۱۷۸۰ء کو ویلور میں ہوا۔ اور حضرت قربیؒ ہی کے بازو ان ہی کی گنبد میں سپرد خاک ہوئے۔

نواب محمد علی خان والاجاہ اور ان کے صاحبزادوں نواب عمدۃ الامراء غلام حسین خان ممتازؔ اور نواب امیر الامراء حافظ محمد منور خاں امیرؔ کو حضرت ذوقی سے بڑی عقیدت تھی۔ آپ ہی کی اجازت سے انہوں نے تنجاور کے زبردست راجہ پر حملہ کیا تھا اور فتح پائی تھی۔ کیونکہ تنجاور کا راجہ فرانسیسوں کی شہ پہ اکثر حملہ کرتا رہتا تھا۔ حضرت ذوقی نے اس حملہ کی اجازت اس بناء پر دی تھی کہ خواب میں آپ کو قلعۂ تنجاور کی کنجیاں حوالے

---

[۱] انوار اقطاب ویلور ص ۱۰ مطبوعہ بنگلور سنہ۱۳۸۳ھ

کی گئی تھیں۔ اس فتح کی خوشی میں نواب والا جاہ نے آپ کے نام جاگیر کا پروانہ پیش کیا تو درویشانہ شان بے نیازی سے حضرت ذوقیؔ نے اس پروانہ کو آگ کی نذر کردیا۔ نواب محمد علی خاں والاجاہ نے اس پر حیرت کا اظہار کیا تو کہا اس میں حیرت کی کیا بات ہے، پروانہ تھا آگ کی نذر ہو گیا۔ مولانا شاہ عبد الحی اپنی مشہور مثنوی "مطلع النور" میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

اور نواب جو تھا والا جاہ — صاحب تخت و ملک و فوج و سپاہ
لا کیا نذر اس کے اے دانا — ایک جاگیر کا ہے پروانا
اس کو وہ شمع پر جلایا ہے — اور سخن یہ زباں پہ لایا ہے
ہووے پروانہ شمع پر سوزاں — ہوا نواب دیکھ یہ حیراں

حضرت ذوقیؔ درس و تدریس اور دیگر امور سے فارغ ہونے کے بعد بقیہ اوقات تصنیفات میں صرف فرماتے۔ نواب والاجاہ خامس محمد غوث خاں اعظمؔ "تذکرۂ گلزار اعظم" میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ذوقیؔ نے نہایت قلیل عرصہ میں علم فرائض، حساب، بیان و معانی، منطق، اور تصوف وغیرہ میں متعدد رسائل تحریر فرمائے۔ اس کے علاوہ قصائد کے دو کثیر الحجم دیوان، غزلیات کا ایک دیوان اور متعدد مثنویاں اپنی یادگار چھوڑی

حضرت ذوقیؔ کی تصانیف ڈیڑھ سو بیان کی جاتی ہیں، لیکن شاہ عبد الحی کا بیان ہے کہ حضرت ساٹھ سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں ؎

ساٹھ سے بھی زیادہ ہیں رکھ یاد
اور تصانیف اس کے در تعداد

حضرت ذوقیؔ کو شعر و شاعری سے بڑا لگاؤ تھا، آپ نے بہت ہی کم عمری سے شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ آپ بڑے فصیح اللسان شاعر تھے۔ آپ کی فکر غیر معمولی تھی۔ آپ کے ہم عصر شعراء آپ کے کلام کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتے تھے۔

جنوبی ہند کے بلند پایہ شاعر اور مشہور استادِ سخن مولوی باقر آگاہؔ اور نواب محمد غوث خاں اعظمؔ کا بیان ہے کہ آپ کو قادر الکلامی اس درجہ حاصل تھی کہ ایک مرتبہ شعر لکھنے بیٹھتے تو سات سو اشعار ایک ہی نشست میں لکھ دیتے۔ ایک مرتبہ ایک ہزار اشعار تحریر فرمائے اور اکثر ایسا ہوا کرتا تھا[۱]

مولانا شاہ عبد الحی کا بیان ہے کہ حضرت ذوقیؔ کے نوکِ قلم سے تقریباً تین لاکھ سے زیادہ ابیات معرضِ تحریر میں آئے ؎

ان کے ابیات نظم و نثر
تین لاک سے زیادہ ہیں اے ہمام

حضرت ذوقیؔ کی نظم و نثر میں بلا کی روانی ہے، ان کی تحریروں میں رد و بدل اور کانٹ چھانٹ نہیں ہوتی تھی۔ وہ پہلی دفعہ اس طرح لکھتے تھے جیسے کوئی اپنی

[۱] و [۲] "تذکرۂ گلزار اعظم" ص ۱۹۲ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۲۷۲ھ

آخری تحریر لکھ رہا ہو۔

حضرت ذوقی نے جملہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی فرمائی ہے جس سے آپ کی قادر الکلامی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ کا ذوقِ ادب آپ کی تاریخی اور ادبی مثنویوں میں پوری طرح نمایاں ہے۔ آپ کی دو تاریخی مثنویاں "دُرِ بے بہا" اور "نجیب نامہ" جنوبی ہند کی سیاسی اور ثقافتی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ اول الذکر مثنوی تنجاور کی فتح سے متعلق ہے۔ اس میں جنگ کا بہترین نقشہ کھینچا گیا ہے۔ یہ مثنوی غالباً ۱۱۸۲ھم ۱۷۶۸ء میں قلمبند ہوئی۔ ثانی الذکر مثنوی "نجیب نامہ" محمد نجیب خان شہید کے حالات پر لکھی گئی ہے جو نواب انور الدین خان کے رفیق کار اور مصاحب تھے اور ۱۱۶۲ھم ۱۷۴۹ء کی آمبور گڈھ کی جنگ میں نواب انور الدین خان کے ساتھ شہید ہوئے۔ یہ مثنوی ۱۱۸۵ھم ۱۷۷۱ء میں لکھی گئی ڈیڑھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے، یہ مثنوی صرف سات دن کے اندر نظم کی تھی۔

حضرت ذوقی کا ایک نادر کارنامہ ان کا شاہ نامۂ اسلام ہے۔ جو "معجز مصطفےٰ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس مثنوی میں آنحضرت صلعم کی ابتدائے خلقت نورِ محمدی سے لے کر زمانۂ وفات تک کے حالات نظم کئے گئے ہیں۔ یہ فارسی مثنوی جو تقریباً ساڑھے سات ہزار اشعار پر مشتمل ہے ۱۱۸۱ھم ۱۷۶۷ء میں جبکہ آپ تیس سال کے تھے، ڈیڑھ ماہ میں مکمل ہوئی تھی۔ یہ مثنوی بڑی مقبول ہوئی۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ برسوں بعد ۱۲۴۷ھم ۱۸۳۱ء میں حاجی غلام محمود مہاجر حسرت نے "ریاض سیر" کے نام سے اس کا منظوم اردو ترجمہ کیا تھا۔ اس مثنوی کے مخطوطے کتب خانۂ مدرسۂ محمدی مدراس اور کتب خانۂ نواب سالار جنگ حیدرآباد میں موجود ہیں۔

یہ ضخیم اردو مثنوی ۱۲۷۰ھم ۱۸۵۳ء میں مطبع شرفیہ مدراس سے بھی شائع ہو چکی ہے لیکن اب نایاب ہے۔ صرف ایک نسخہ کتب خانۂ لطیفیہ عربیہ ویلور میں نظر آیا۔

حضرت ذوقی کو عربی و فارسی میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ ان دونوں زبانوں میں نظم و نثر کے متعدد تصانیف موجود ہیں۔ آپ کا کلام فارسی اساتذۂ سخن کے کلام کے ہم پایہ مانا جاتا ہے۔ باقر آگاہ نے حضرت ذوقی کو مثنوی میں نظامی کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ مولانا شاہ عبد الحی نے بھی آپ کو ثانیٔ جامی و نظامی کہا ہے۔ یوں تو حضرت ذوقی کا زیادہ تر کلام فارسی میں ہے لیکن اردو زبان میں بھی آپ نے طبع آزمائی کی ہے اور مسائل دینیہ کو عام فرمایا ہے۔ آپ کا جو بھی اردو کلام دستیاب ہوا ہے اس سے آپ کی قادر الکلامی مضمون آفرینی، جدتِ طبع اور تخیل کی بلندی آشکار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ کلام میں سلاست اور روانی

بہت نمایاں ہے۔ ابتک کی تحقیق کے بموجب آپ کا اردو کلام دو مثنویوں اور ایک قصیدے پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بھی یقیناً اور اردو کلام ہوگا لیکن افسوس ابتک وہ دستیاب نہیں ہوا ہے۔ حضرت ذوقی کی اردو مثنویوں میں "عقائدِ ذوقی" اور "غوث نامہ" قابلِ ذکر ہیں۔

"مثنوی عقائدِ ذوقی" جیساکہ نام سے ظاہر ہے عقائد سے متعلق ہے۔ اس میں حضرت ذوقی نے قرآن کی آیتوں اور احادیث کی شرح دکنی زبان میں منظوم کی ہے اور سہل الحصول طریقہ سے مسائل کو بیان فرمایا ہے تاکہ عام لوگ بھی مسائل دینیہ سے واقف ہوں۔ یہ مثنوی جو ایک سو نو اشعار پر مشتمل ہے ۱۰ صفر ۱۱۹۰ھ م ۱۷۷۶ء یکشنبہ کی رات کو مکمل ہوئی تھی۔ دارالعلوم لطیفیہ ویلور کے رسالہ "اللطیف" ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں یہ مثنوی حل لغت اور عربی متن کے ترجمہ کے ساتھ شائع بھی ہو چکی ہے۔

حضرت ذوقی کی دوسری مثنوی "غوث نامہ" ہے۔ اس میں حضرت غوث اعظم دستگیر کی کرامات کا تذکرہ ہے۔ یہ مثنوی چار سو آٹھ ابیات پر مشتمل ہے، اور صرف دو دن میں لکھی گئی۔ حضرت ذوقی کو حضرت غوث اعظمؓ سے والہانہ عقیدت تھی، یہ مثنوی آپ کے جذبات و احساسات کا ایک شاہکار ہے۔ اس مثنوی کے کئی ایک نسخے کتب خانۂ لطیفیہ ویلور میں محفوظ ہیں۔

حضرت ذوقی کا ایک دکھنی قصیدہ بھی دستیاب ہوا ہے جو حضرت قربی کی ایک مشہور غزل جس کا مطلع ہے ؎

یک رات میں گیا تھا رنداں کی انجمن میں
بولے کہ اے ہوائی یو (یہ) نکتہ رکھ تو من میں

سے متاثر ہو کر اسی زمین میں لکھا گیا ہے۔ یہ قصیدہ جو حضرت قربی کی شان میں لکھا گیا ہے ترسٹھ ۶۳ ابیات پر مشتمل ہے۔ پورا قصیدہ "ماہ نامہ" سب رس" حیدرآباد کے جون ۱۹۶۵ء کے شمارے کے صفحہ ۱۱ تا ۱۳ پر شائع ہوا ہے۔ اس قصیدہ میں حضرت ذوقی نے خود کو "کشورِ دکن کا حسان" قرار دیا ہے۔ صحابی رسول حضرت حسان بن ثابت عربی کے بلند پایہ اور دربارِ رسالت مآب کے شاعر تھے۔ اسلامی ادب میں آپ کے قصائد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حضرت ذوقی نے اپنے قصیدے میں حضرت قربی کی بڑی مدح کی ہے اور انہیں اپنے وقت کا قطب اور غوث قرار دیا ہے۔ اس قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جس سے آپ کے رنگِ سخن کا اندازہ ہوگا ؎

لمو بے بدل ہے دائم ابرار پر سر آمد
او (وہ) قطب ہے زمیں کا او غوث ہے زمن میں
اسرار معرفت کے جو فہم سوں (سے) ہیں باہر
یا تھے ادا لحن میں یا ہیں ابوالحسن میں
ذوقی تو کیا کرے گا تعریف اس ولی کی
کرتے ہیں خسرواں جس تعریف جو کدن میں
بس کر اتا (اب نہیں) کدیں (چاروں طرف) ہے توصیف میں او (وہ) شہ کے

طاقت تری زباں میں، قدرت ترے سخن میں
ہرگز تو نا سکے گا کرنے کوں وصف اس کا
حساں اگرچہ تو ہے اس کشورِ دکن میں
جب لگ ہوئے گگن ہور جب لگ ہے چاند سورج
تک آسماں اور تک
رہے نام تس کا باقی خوبی سوں تربھون میں
جس سے

غرض حضرت ذوقی نے اپنی علمی، ادبی، مذہبی اور تبلیغی سرگرمیوں کے لئے عربی و فارسی کے علاوہ اُردو زبان کا بھی استعمال فرمایا ہے۔ آپ قدیم اُردو کے ایک خوش گو اور قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کی مختصر سی شعری تخلیقات دکنی زبان و ادب کا گراں مایہ سرمایہ ہیں۔ عمر اگر وفا کرتی تو آپ دکنی زبان کے بلند پایہ شعراء میں شمار ہوتے۔

فصل الخطاب

فی الفرق بین الخطاء والصواب

تصنیف انیف

سلطان المرشدین شیخ الشیوخ حافظ القرآن المبین حاج البلد الامین

حضرت مولانا مولوی شاہ عبد اللطیف القادری المعروف

شاہ محی الدین المشہور قطب ویلور

قدس سرہ العزیز

مترجمہ:

مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق قریشی ادھونی

استاذ دار العلوم لطیفیہ

کتاب مذکور الصدر کی موجودہ قسط

تفسیر اور تاویل کی بحث اور بدعت اور اسکی اقسام پر مشتمل ہے

(مترجم بشیر الحق غفرلہٗ)

آٹھواں مقدمہ

قرآن مجید کے معانی کی وضاحت تفسیر سے ہوگی یا تاویل سے

سند العلماء سورۃ القیامۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

کلام اللہ کی تفسیر سے مراد یہ ہے کہ اس میں تین چیزوں کا لحاظ رکھا جائے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ قرآن کریم کے کلمات میں سے ہر کلمہ کو معنیٰ حقیقی پر، یا اپنے مجاز متعارف پر محمول کریں۔ اور دوسری چیز یہ ہے کہ اس کلمہ کے سیاق و سباق کا لحاظ رکھیں اور شروع سے آخر تک نظم کلام کا خیال رکھیں کہ کہیں بے ترتیبی اور خلل پیدا نہ ہو۔ اور تیسری چیز یہ ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام جو نزول وحی کے شاھد ہیں ان کا سمجھنا اس کے خلاف نہ ہو۔ اور جب ان تینوں امور میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے اور دوسرے دو باقی رہیں تو اس کو تاویل کہتے ہیں۔

اور اگر پہلی چیز فوت ہو جائے اور دوسری اور تیسری باقی رہے تو تاویل قریب کہتے ہیں۔ اور اگر دوسری چیز فوت ہو جائے اور پہلی و تیسری باقی رہے تو اس کو تاویل بعید کہتے ہیں۔ اور جب ان تینوں امور کا مجموعہ ہی فوت ہو جائے تو تحریف اور مسخ کہتے ہیں — معاذ اللہ من ذالک۔

صاحب العوارف کہتے ہیں، یہ کہنا جائز ہے کہ اہل تفسیر کا کلام روح کے باب میں کلام اللہ، اور آیاتِ منزلہ کی تاویل ہے۔ اس لئے کہ اس کی تفسیر حرام لیکن تاویل جائز ہے۔ اس لئے کہ تفسیر کے معاملہ میں صرف منقول کی گنجائش ہے لیکن تاویل کے معاملہ میں معقول کے لئے بڑی وسعت اور گنجائش ہے اور تاویل نام ہے بغیر کسی جزم و یقین کے ساتھ آیت کے امکانی اور احتمالی معانی بیان کرنے کا۔ اور جب بات ایسی ہے تو روح کے معاملہ میں بحث اور کلام کے لئے کئی وجوہ اور اطلاقات ہیں۔

شیخ الہند "رسالۂ آیت النور" میں فرماتے ہیں قرآن کریم کے معانی کے بیان میں بحث کی دو صورتیں ہیں:

ایک تفسیر دوسری تاویل۔

تفسیر یہ ہے کہ یقین کریں کہ اس کے یہی معنی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مراد بھی یہی ہے۔ اور یہ بجز شارع علیہ السلام سے بروایت صحیح سننے اور نقل کرنے کے جائز نہیں۔ اور تاویل کا مفہوم یہ ہے کہ آیت کے امکانی اور احتمالی معانی کو بیان کریں اور بلا جزم و یقین کہیں کہ اس کی مراد یہی ہو سکتی ہے۔ اور اس طرح کہنا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے، ایک قانونِ شریعت کی موافقت اور دوسری شرط، قوانین عربیہ کی مطابقت۔ اسی قاعدہ کی بنیاد پر آیت النور کی جو تفسیرات اور تاویلات کی گئی ہیں، وہ اسی قسم کی ہیں۔

نیز اسی میں رقمطراز ہیں کہ اس مقام میں لغزش

کا محل اور زیغ و زلل کا مقام یہ ہے کہ ان آیات میں جو اشارات اور کنایات واقع ہوئے ہیں ان کے ظاہر و صورت کو ثابت نہ کریں اور صرف ان کے معانی و مضمرات کے وجود پر اکتفا کرلیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوئی نعلین نہیں تھے، کہ ان کے نکالنے کا حکم دیا جاتا بلکہ فاخلع نعلیک کے خطاب سے مقصود اور مطلوب یہ ہے کہ اپنے ارادے اور ہمت کی نظر سے دونوں جہاں کو ساقط کردینا ہے اور اس کے حضور میں حاضری ہے بلکہ اس مقام میں کوئی موسیٰ عصا اور فرعون بھی نہیں ہے۔ موسیٰ کنایہ ہے دل سے عصا کنایہ ہے برہان حقیقت سے اور فرعون کنایہ ہے نفس سے۔

یہ طرز فکر اور روش فرقۂ باطنیہ اور ملاحدہ کی ہے جو قرآن کریم کے ظواہر کو باطل قرار دیتے ہیں اور ایک ہی آنکھ سے اس عالم کو دیکھتے ہیں اور دوسرے عالم کو دیکھنے سے آنکھ بند کرلیتے ہیں۔

اس کے برخلاف فرقہ حشویہ کے افراد قرآن کریم کے اسرار کو باطل قرار دیتے ہیں اور حق کا انکار کرتے ہیں۔

غرض یہ دونوں گروہ مقام جامعیت کے درجۂ کمال سے ہٹے ہوئے ہیں۔

اور طریق حق یہ ہے کہ دونوں جانب نظر رہے اور دونوں خانے آباد و معمور اور صورت و معنی یعنی ظاہر و باطن دونوں ثابت رہیں اور حکمت و شریعت ایک دوسرے کے ساتھ مطابق رہیں۔ جیساکہ کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین نکالنے کا حکم ہوا۔ اور انہیں وادئ مقدس میں جو زمین کا ایک مخصوص حصہ ہے حاضری کا حکم ہوا تو حضرت موسیٰ نے اس حکم کی پیروی کی اور اس کے ساتھ ساتھ اسقاط کونین کا اشارہ بھی سمجھا۔ اور اس روش کو اعتبار کہتے ہیں، کیونکہ عبرت سے مراد، ظاہر سے باطن کی طرف اور صورت سے معنی کی طرف عبور کرنا ہے اور فاعتبروا یااولی الابصار کا حکم اس بات کو ثابت کررہا ہے۔

اور شیخ عبدالوہاب ذکراللہ بالخیر فرماتے ہیں، ظاہر پہ باطن کو مقدم نہ کیا جائے اور نہ باطن کو چھوڑ کر صرف ظاہر پہ اکتفا کیا جائے۔ نیز فرمایا:

علم باطن اور اس کی رعایت کو ظاہر پہ مقدم نہ رکھا جائے۔ کہیں رفتہ رفتہ اس سے الحاد کے بھنور میں نہ پڑ جائیں اور مذہب باطنیہ اختیار نہ کرلیں۔

نیز باطن کو چھوڑ کر ظاہر پہ اکتفا اور قناعت نہ کریں تاکہ مرتبۂ کمال کو پہنچنے اور اس کی طلب سے محروم نہ رہ جائیں۔

نیز اسی میں لکھتے ہیں، ایک شخص نے جو اسقاط عمل کا قائل تھا حضرت جنید بغدادی کے حضور میں کوئی بات کہی تو آپ نے فرمایا ہمارے نزدیک زنا کرنا، اور چوری کرنا ایسی باتوں سے زیادہ آسان ہے،

بزرگوں نے فرمایا ہے کامل وہ شخص ہے کہ اس کی معرفت کا نور اس کے تقویٰ اور ورع کے نور کو نہ چھپالے، اور نہ عمل ساقط ہو، ان باطنیوں سے جو حقائق و معانی میں مستغرق اور فنا ہوں اور جن پر ان کے حال اور حقیقت کا غلبہ ہو، اور محبت کے نشہ میں سرشار ہوں جیسا کہ مجذوبوں اور مستانوں کا حال ہے جو اپنے آپ میں نہیں ہوتے ہیں۔ اور غلبۂ حال کی وجہ سے انکے اختیار کی لگام ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی ہے۔ یہ حضرات بھی صحیح حال کے باوجود ناقص اور عقلاء کے مقام و مرتبہ سے کم ہیں۔ جیسا کہ ہمارے شیخ اور سردار غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ کے بندے جن میں مجنوں بھی ہیں اور عقلاء بھی ہیں اور عقلاء افضل ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ ان ملحدین کا مقصد حق کو جھٹلانا، اور عمل کو ساقط کرنا اور دین کا انکار کرنا ہے۔ پھر اس دور میں درویشوں کے روپ میں کچھ لوگ ظاہر ہوئے ہیں جن کا ظاہر درست ہے اور نہ باطن، اور حقیقت ہے نہ مجاز، اور بھولے بھالے سادہ لوح اشخاص جو دین میں بصیرت اور کمال نہیں رکھتے وہ ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں اور فریب کھا جاتے ہیں۔ دین میں اس سے بڑی مصیبت اور آفت کوئی نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا دہلوی "الطائف القدس" میں لکھتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فن اعتبار کو تدبر قرآن کے قریب رکھا ہے، جس کی بناء پر ایک دریا رواں ہوا۔ یہ علم اعتبار اس کتاب کا وظیفہ اور موضوع نہیں ہے۔ الغرض اعتبار ایک عمدہ اور عجیب فن ہے جس کے حدود وسیع ہیں۔ تفسیر عرائس، حقائق سلمی، شیخ اکبر اور شیخ الشیوخ سہروردی کا بہت سارا کلام اسی نوع کا ہے۔

جواہر القرآن کے اصل خامس میں امام حجۃ الاسلام نے جو کچھ کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بندے جو سب کچھ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہو گئے ہیں، وہ دو طرح محجوب ہیں۔ ان میں سے پہلا حجاب وہ وسواس جو نیت میں تفکر کی جانب دل کو مائل کرتا ہے۔ دوسرا حجاب قرآن کے ظاہری معنی کی تقلید اور اسی پر جم جانا اور قائم رہنا اور یہ فہم کی راہ میں بہت بڑا حجاب ہے۔ میری مراد اس سے تقلید باطل نہیں جیسے بدعتی کی تقلید ہے بلکہ حق کی تقلید ہے، اس لئے کہ جس حق کے اعتقاد کی بندوں کو تکلیف دی گئی ہے، اس کے کئی درجے ہیں، اس کا ایک ظاہری مبدأ ہے، اور وہ مثال میں چھلکے کے مانند ہے، اور اس کی ایک گہرائی باطن ہے، اور وہ مغز کے مانند ہے۔ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا، بے شک قرآن کا ایک ظاہر ہے اور اس کا ایک باطن ہے اور ایک حد ہے اور ایک مطلع ہے جو ظاہر پر جم جاتا ہے، وہ یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ اس مقام سے بلند تر کوئی مقام نہیں، جہاں وہ

پہنچ سکے، پھر وہ کیسے یہ تصور کر سکتا ہے کہ اس کے لئے اسرار منکشف ہوں گے۔

نیز جواہر القرآن کے دسویں فصل میں لکھتے ہیں

پس اگر تو قرآن کے معانی کو اس طرح سے نہیں سمجھا تو تیرے نصیب میں بجز قرآن کے پوست کے کچھ نہیں جیسا کہ بہائم کو گیہوں سے بجز اس کے چھلکے کے کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ قرآن تمام مخلوقات کی اُن اُن کے اصناف و اجناس کے اختلاف کے مطابق غذا ہے لیکن اُن اُن کی غذا اُن اُن کے درجات کے مطابق ہے، اور ہر غذا میں مغز، بھونسی اور چھلکے ہیں اور گدھا مغز سے بنی ہوئی روٹی کے مقابلے میں سوکھی گھاس کا زیادہ حریص ہے۔ اور تو بہیمیت کے درجہ سے جُدا نہ ہونے کا زیادہ حریص ہے۔ اور تو انسانیت کے درجہ تک ترقی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ملکیت کے درجہ اور قرآن کریم کے باغوں سے استفادہ، جس میں تمہارے لئے اور تمہارے چوپایوں کے لئے بھی فائدہ ہے۔

صاحب "المحاضی النصیحہ" فقیہہ علی مہائمی شیخ ابن عربی پر طعن و تشنیع کرنے والے کے بارے میں فرماتے ہیں، اس کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس معاملہ میں گدھے کی طرح رینک رہا ہے۔ اور اس عورت کی طرح چیخ و پکار کر رہا ہے جس کا بچہ مر چکا ہو۔ وہ یہ کہتا ہے کہ شیخ قرآن کریم میں تحریف کر رہے ہیں حالانکہ قرآن کے ظاہری معنی کو برقرار رکھتے ہوئے بطریق اشارہ ان اسرار و حقائق کا استخراج کرتے ہیں جن کے سمندر کبھی پایاب اور خشک نہیں ہوتے۔ اور انہوں نے کبھی ان اسرار کے انکشاف سے ظاہر تفسیر کی نفی نہیں کی، بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ما فرطنا فی الکتاب من شیئ اور قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر اس کا انکار کرتا ہے، حالانکہ بہت سارے اُمور ایسے ہیں جن کا بظاہر قرآن کریم میں ذکر نہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے قرآن کا ایک ظاہر، باطن حد اور مطلع ہے۔ اسی طرح احادیث نبوی کا بھی ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔

شیخ ابراہیم کردی "شرح تحفۃ المرسلۃ" میں فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم کا عطا کیا جانا اور یہ کہ وہ اپنی خواہش سے کسی بات کا نہ کہنا مگر یہ کہ وہ وحی ہو جو ان کی طرف وحی کی گئی اور یہ بھی کہ آپ علم اولین و آخرین جانتے تھے۔ یہ یقینی طور پر معلوم ہے۔ پس رسول کریم کا کلام اپنے مفہوم اول کے مطابق جو اہل لسان اور علمائے ظاہر پر واضح ہے۔ افادہ کرنے کے علاوہ ایسے حکم و اسرار پر مشتمل ہے جن کو محققین جانتے ہیں۔ اور حدیث کے لئے بھی قرآن کے مثل ظاہر اور باطن ہے جیسا کہ حجۃ الاسلام نے اس سے آگاہ کیا ہے۔

علامہ میبذی فواتح کے فاتحہ سادسہ میں فرماتے ہیں، بعض کا خیال ہے کہ اولیاء اور خواص قرآن و حدیث کی تاویل کے مکلف ہیں اور عوام ان دونوں کی تفسیر کے مکلف ہیں۔ اور حق بات یہ ہے کہ ہم تمام قرآن و حدیث کے ظاہر پر مکلف ہیں اور خواص تاویل کے بھی مکلف ہیں۔

اور تاویل میں بہت طبقات ہیں اور خواص کا ہر فرد ایسی تاویل کا مکلف ہے جو اس کے مرتبہ اور صفائے قلب کے مطابق ہے۔

ان دلائل سے واضح ہے کہ تفسیر دوسری چیز ہے اور تاویل دوسری اور تاویل سے تفسیر کی نفی لازم نہیں آتی۔ بلکہ تاویل کرنے والا تفسیر کے اثبات اور اقرار کے ساتھ قرآن و حدیث کے اسرار بطریق اشارہ استخراج و استنباط کرتا ہے۔ کم فہم اشخاص تفسیر اور تاویل میں فرق نہیں کرتے اور ظاہر تفسیر ہی میں قرآن و حدیث کے معنی کو منحصر جانتے ہیں اور صاحب تاویل کو ظاہر تفسیر کا انکار کرنے والا اور قرآن و حدیث کے معانی کی تحریف کرنے والا تصور کرتے ہیں مانند اس کیڑے کے جو پتھر میں پوشیدہ ہے جس کی زمین و آسمان وہی پتھر ہے۔

نواں مقدمہ

بدعت کے مفہوم میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بدعت ھدیٰ جس کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔ دوسری بدعتِ ضلالت جس کو بدعتِ سیئہ کہتے ہیں۔

"النھایہ" میں علامہ جزری کہتے ہیں۔ بدعت دو قسم کی ہے۔ ایک بدعتِ ھدیٰ، دوسری بدعتِ ضلالت، پس اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو حکم دیا ہے اس کے خلاف جو بدعت ہوگی وہ مقام مذمت میں ہے اور جس چیز کی طرف اللہ اور اس کے رسولؐ نے دعوت دی اور اس کی رغبت دلائی ہے، اس عموم میں جو بھی داخل ہے وہ مدح کے مقام میں ہے اور

کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے) کی حدیث عام ہے جس سے بعض مستثنیٰ ہیں اور ان عمومات میں استثناء دلیل شرعیہ یا عقلیہ کے ذریعہ سے ہے جو شرع شریف میں مشہور ہے اور کتب اصول میں مفصلاً مذکور ہیں۔ لہٰذا حدیث مذکور کا معنی یہ ہوگا کہ ہر وہ بدعت جو سیئہ ہے وہ ضلالت ہے، اور اس میں استثناء کرنے والی حدیثیں ہیں۔

(۱) من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الخ

جو شخص اسلام میں کوئی اچھا اور مفید طریقہ جاری کرے گا اس کو اس کا ثواب ملیگا اور ان لوگوں کا ثواب بھی جو اس پر عمل کرینگے بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔ اور جو شخص اسلام میں کوئی برا اور مضر طریقہ جاری کریگا اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جو اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے عذاب میں کوئی کمی ہو۔

(۲) من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ جو شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو دین سے نہیں ہے وہ مردود ہے۔

(۳) من ابتدع بدعۃ الخ جس کسی نے بھی بدعت ضلالت جاری کی اس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش ہوں گے۔

پہلی حدیث میں امر مستحدث (نئی پیدا کردہ چیز) کو احسن قرار دیا گیا ہے اور دوسری حدیث میں بدعت کا مردود ہونا "ما لیس منہ" کی قید سے مقید ہے، اور تیسری حدیث میں بدعت کی اضافت "ضلالت" کی طرف کی

گئی ہے، لہٰذا وہی بدعت مردود ہوگی جو ضلالت و گمراہی کا باعث ہو، نہ کہ نفسِ بدعت (نہ ہر کوئی نیا عمل)۔

اور شرح مصابیح میں حضورِ اکرم صلعم کی جو حدیث (کل بدعۃ ضلالۃ) ہے وہ عام و مخصص اور مستثنیٰ ہے اور امام نووی کی "شرح مسلم" میں ہے، حضور صلعم اکرم کا یہ ارشادِ گرامی "کل بدعۃ ضلالۃ" عام مخصوص ہے اور اس سے مراد اکثر بدعات ہیں۔

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ ایک واجبہ جیسے تفاسیر اور شروح احادیث کی تصنیف حدیث کے متون اور اسانید میں بحث، غرائب کتاب و سنت کا حفظ کرنا یعنی مشکل الفاظ کا حفظ کرنا، علم کلام، تصوف، فقہ کے اصول و فروع کی تدوین، نحو، صرف، لغت، اشتقاق، معانی، بیان، بدیع، عروض اور قوافی کے قواعد بیان کرنا اور وہ تمام چیزیں جو دین میں اصلاحِ معاش و معاد کے لئے ضروری ہوتی ہیں جیسے بقدرِ ضرورت فنون طب، حساب، نجوم، علمِ ہیئت، علم اسطرلاب اور منطق تاکہ اس کے ذریعہ دلائل کی ترتیب قائم کر سکیں اور علوم رسم الخط اور اعراب و نقاط قرآن کریم اور ان علومِ شرعیہ کا سیکھنا اور سکھانا اور بدعتی فرقوں کا رد کرنا۔

بدعت کی دوسری قسم مستحب ہے جیسے مدارس سرائے اور مسافر خانے وقف کرنا، اور سرورِ انام علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے یومِ ولادت پہ خوشی و مسرت کا اظہار کرنا اور نکو کاری کی وہ تمام قسمیں جو قرن اول میں نہیں تھیں، اور بعض کے قول کے مطابق علم تصوف۔

بدعت کی تیسری قسم مباح ہے جیسے نماز فجر و عصر کے بعد مصافحہ کرنا۔ لذیذ ماکولات و مشروبات اور ملابس فاخرہ بشرطیکہ حلال ہوں اور فخر و غرور کا باعث نہ ہوں اور مقدارِ سنت سے زیادہ چوڑی آستینوں کا لباس پہننا اور آٹے میں چھلنی کا استعمال کرنا۔

بدعت کی چوتھی قسم مکروہ ہے جیسے مساجد کا نقش و نگار سے آراستہ کرنا اور بعض کے قول کے مطابق سونے چاندی سے مصاحف کو مزین کرنا۔

بدعت کی پانچویں قسم حرام ہے اور وہ یہ مذاہب ہیں، روافض، خوارج، قدریہ، مرجیہ، مجسمہ وغیرہ جیسا کہ شیخ دہلوی کی "شرح مشکوٰۃ" مہائمی کی "اتحاف النفیحہ" اور مولانا اسلمی مدراسی کی "سفینۃ النجاۃ" میں بیان کیا گیا ہے۔

اور بدعت کسی ایک زمانہ اور دور کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ وہ قیامت تک غیر محدود ہے۔ ادنیٰ بدعت سیئہ مکروہ ہے اور اعلیٰ بدعت سیئہ کفر ہے، جیسا کہ "مائۃ المسائل" میں مذکور ہے۔

بعض کے نزدیک بدعت حسنہ و سیئہ میں منقسم نہیں ہے (ہے۔ وہ سنت میں داخل ہے اور اس کو سنت)، بلکہ بدعت ضلالت میں منحصر ہے اور جو بھی مؤید سنت غیر حقیقیہ اور ملحق بالسنۃ کہتے ہیں۔ اس طائفہ کے نزدیک جمع قرآن، سورتوں کی ترتیب، ہیئت مخصوصہ کے ساتھ نماز تراویح، نماز جمعہ کے لئے پہلی اذان، قرآن

مجید کو اعراب لگانا، دلائل نقلیہ کے ذریعہ اہل بدعت سے مناظرہ کرنا، حدیث کی کتابوں کی تصنیف و تدوین قواعد نحو کا بیان کرنا، راویانِ حدیث پر تنقید اور بقدرِ ضرورت احکام فقہ کے استنباط میں مشغولیت، یہ ساری چیزیں ملحق بالسنۃ کی قسم سے ہیں۔

اور میلاد سرورِ انام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا جو مجتہدین کے اجتہاد سے ثابت ہے، قیاس میں داخل ہے۔

صاحب جلالین تفسیر جلالین میں ایک سائل کے جواب میں فرماتے ہیں، جو بدعت کو حسنہ اور سیئہ کے ذریعہ تقسیم نہیں کرتے بلکہ اس کو بدعت ضلالت میں منحصر جانتے ہیں انہوں نے بدعت کی تعریف یوں کی ہے۔

بدعت وہ علم یا عمل یا حال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل شدہ حق کے خلاف کسی شبہ یا استحسان کی وجہ سے ایجاد کیا گیا ہو، اور اس کو دین قویم اور صراط مستقیم سمجھا گیا۔ پس اس کے نزدیک قرآن کا اعراب لگانا سنت میں داخل ہے۔

اشرف العلماء نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے، ہر وہ کام جو امور معاش یا معاد کے لئے مفید ہے، وہ سنت کے تحت داخل ہے جیسے مصحف میں قرآن شریف لکھنا اور حرکات و سکنات اور نقطوں کا لگانا، اس میں دین کا فائدہ قرآن ضائع ہونے اور اس کے پڑھنے میں غلطی سے بچانا ہے۔

اس مقام پر یہ جاننا چاہئے کہ سالانہ فاتحہ کے جواز میں اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل آٹھویں فائدہ میں آئیگی۔

میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر خوشی و مسرت کے اظہار میں بھی اختلاف ہے اس کی تفصیل بارہویں فائدہ میں آئیگی۔

کسی مختلف مسئلہ میں ایک ہی جانب کے حق ہونے کا جزم و یقین کر لینا اور دوسری جانب کا انکار کرنا غلو سے خالی نہیں ـــــــ (حزری)

(۱)

مکتوب حضرت قطب ویلور رحمۃ اللہ علیہ

ذیل کا مکتوب سلطان المرشدین حضرت مولانا الحاج الحافظ سید شاہ عبد اللطیف المعروف شاہ محی الدین قادری المشہور قطب ویلور قدس سرہٗ نے مولانا قادر محی الدین ابن غلام محمد خاں نواب کے نام فارسی میں ارسال فرمایا تھا جس کا اردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور ابلاغ سلام و تحیات کے بعد۔

خاطر سعادت مآثر پر واضح ہو کہ التفات نامہ جو کمال مہربانی کے ساتھ ہم فقراء کے نام تحریر کیا تھا موصول ہوا۔ کدورات ماسوی سے مبرا تھا۔ بہت مسرور و شادماں کیا ع ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسد لبشریٰ لکم بشریٰ لکم۔

آپ نے قرآن کریم کی تلاوت، دلائل الخیرات اور قصیدۂ بردہ کی اجازت طلب کی تھی۔

سعادت آثار۔! اللہ تعالیٰ کی نظر کا مقام انسان کا قلب ہے نہ کہ اس کا جسم۔ لہٰذا آیات قرآنیہ کی تلاوت اور اوراد و وظائف کے پڑھنے میں دل کی توجہ اللہ کی طرف ہونی چاہئے۔ اور جو کچھ پڑھا جا رہا ہے اس کا معنی و مفہوم سمجھے بغیر دل کی توجہ اللہ کی جانب نہیں ہوسکتی، اس لئے مرید کو چاہئے کہ پہلے دلائل الخیرات، قصیدۂ بردہ اور قرآن کریم کے معانی سمجھے اور اس کے بعد ورد کی جانب متوجہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ذکر، مراقبہ اور تلاوتِ قرآن ہی ہے۔ اور ان سب راستوں میں بہتر راستہ قرآن کریم کی تلاوت ہے۔ کیونکہ صحابۂ کرام نے زیادہ تر اسی راستہ سے سلوک طے کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! انی ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی میں تمہارے درمیان دو چیز چھوڑ چلا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میرے اہل بیت۔ لیکن قرآن کی تلاوت میں ضروری ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ سنے۔ یہ ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اور تلاوتِ قرآن کے دوران ہر قصہ اور خطاب کا مخاطب خود کو جانے اور یہ درمیانی مرتبہ ہے۔ اور تلاوتِ کریم میں اپنے افعال اور صفات کا مشاہدہ کرنا، یہ اعلیٰ مرتبہ ہے۔

اجازت کے اندر بڑی تاثیر ہے۔ اس لئے حسب التماس قرآن کریم، دلائل الخیرات اور قصیدہ کے پڑھنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ جس قدر ہو سکے قرآن کریم کا معنی و مطلب سمجھتے ہوئے تلاوت کرنے کو غنیمت جانئے اور جب تلاوت سے دل اکتا جائے تو پڑھنا موقوف کر دیں۔ کیونکہ قرآن کی تلاوت کے لئے حضورِ قلب کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسی جسم کے لئے روح اور تسلی کے لئے زر و روپیہ کی۔ اللھم بارک فی اجازتہ واجب دعوتہ وحصل مرادہ بحرمۃ حبیبہ محمد وآلہ وصحبہ اللھم آمین بمنہ وکرمہ آمین۔

ایک اہم فتویٰ

سلطان المرشدین حضرت مولانا مولوی الحاج الحافظ سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ شاہ محی الدین المشہور بہ قطب ویلور قدس سرہ العزیز سے قاضی بنگلور جعفر شریف نے یہ سوال کیا تھا کہ امورِ دین اور تنقیح حق کے معاملہ میں کیسے شخص کو ثالث اور حَکَم بنانا چاہئے ۔ اس کے جواب میں حضرت موصوف نے درج ذیل فتویٰ روانہ کیا جس میں سوالِ مذکور کا جواب دیتے ہوئے مسلمانوں کو تاکید اور نصیحت فرمائی کہ قرآن و حدیث کی اتباع و پیروی کریں اور اہل سنت و جماعت کی مستند اور متداولہ کتابوں سے روشنی حاصل کریں ۔ یہ فتویٰ فارسی میں ہے جسکا ترجمہ ھدیۂ ناظرین ہے ۔

بعد الحمد و الصلوٰۃ

گرامی نامہ، سوالات کے کاغذ کے ساتھ دستیاب ہُوا ۔

سعادت آثار ! العلماء ورثۃ الانبیاء (علمائے حق انبیائے کرام کے وارث ہیں) والی حدیث اور مستند و معتمد علیہ قول اختلاف العلماء رحمۃ (علمائے حق کا اختلاف رحمت ہے) سُنا ہوگا ـــ اسلام کی عزت و آبرو ان ہی علمائے حق کے وجود سے ہے اور جو مسائل صدہا سال سے پردۂ خفا میں تھے ان کے واضح اور روشن ہونے کا باعث یہی اختلافِ علماء ہے ۔ ہاں ! یہ بات ذہن نشین رہے ۔ حق اختلاف میں ایک جانب رہے گا اور حق کی تنقیح و توضیح کے معاملہ میں حَکَم اور ثالث ایسے عالم کو بنانا چاہئے جو قرآن و حدیث سے واقف اور مذاہب کے اصول و فروع میں ماہر اور نفسانیت سے پاک و صاف رہے ۔

افسوس ! اس زمانہ کے اکثر لوگ جماعت جماعت حَکَم اور ثالث بن جاتے ہیں اور تفرقہ پر تفریق پیدا کر رہے ہیں ۔ چند افراد خود کو علمائے کرناٹک کے تابع قرار دے رہے ہیں ۔ اور کچھ خود کو علمائے بنگال کے متبعین کہلانے لگے ہیں ۔ اور نفسِ امّارہ کی خواہش پر باتیں کرنے لگے ہیں اور ہر جماعت دوسری جماعت کے ساتھ سب و شتم اور تکفیر سے پیش آنے لگی ہے اور آخرت تباہ کر رہے ہیں ۔ نعوذ باللہ من الغباوۃ والغوایۃ ۔

مومن کو چاہئے کہ قرآن و حدیث کی پیروی کرے اور اہل سنت و جماعت کی کتب متداولہ کو اپنا رہبر اور پیشوا بنالے ۔ اسے زید اور عمر سے کیا سروکار ؟ اور دین و شریعت کے معاملہ میں قوم و ملک اور

پدر و استاد کا کیا اعتبار، عالم جو بھی ہو اس کا قول کتاب و سنت سے موافق رہنا چاہئے۔
دینداری کے معاملہ میں ہمیں قرآن و حدیث کے خلاف کرنا کیونکر جائز اور روا ہوگا۔ اور اللہ و رسولؐ کے خلاف زید و عمر کی اتباع کیونکر بجا اور درست ہوگی۔

اس دورِ فساد نشان میں اہلِ ہوا و ہوس کے سوالات کے جوابات لکھ کر وقت ضائع کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ میرے جدِ امجد شیخ محی الملۃ والدین حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی قدس سرہٗ سے ایک شخص نے ازراہ نفسانیت فتویٰ طلب کیا تو آپ نے فتویٰ چراغ پر رکھتے ہوئے اس کے جلائے جانے کو استفتاء کا جواب فرمایا۔

حاصلِ کلام! ایسے لوگ جو واقعی حق کے متلاشی اور طلب گار ہیں ان کے سوالات کے جواب لکھنے کے لئے ہمیشہ فقیر کو حاضر و مستعد سمجھیں۔

اللہ معکم اینما کنتم

خدا تمہارے ساتھ ہے، تم جہاں کہیں رہو۔

حضرت ذوقیؔ علیہ الرحمہ کی فارسی قصیدہ گوئی

از ڈاکٹر سید حمید اشرف ایم اے - پی ایچ ڈی - دانشگاہ مدراس

فارسی قصیدے میں نعت و منقبت کا رواج تو تھا ہی، لیکن صوفیائے کرام نے مقدس شخصیتوں کو خصوصی طور پر اپنا ممدوح بنایا یا اپنی صوفیانہ اخلاقی تعلیمات کو قصیدے کی شکل میں پیش کیا۔ دکن میں حضرت ذوقیؔ علیہ الرحمہ کے قصائد بھی انہیں خصوصیات کے حامل ہیں ۔

متاخرین نے بالعموم قصیدے میں متقدمین کی پیروی کی ہے۔ خاقانی کی استعمال کردہ بحروں اور اس کے قافیوں کا بھی تتبع کیا گیا ہے۔ اس میدان میں منوچہری اور خاقانی کی حیثیت رہبر کی ہے۔ حضرت ذوقیؔ نے بھی اگرچہ خاقانی اور دوسرے شعراء کی پیروی کی ہے لیکن انہوں نے خود بھی جدت و اختراع سے کام لیا ہے اور دوسرے شعراء کی استعمال کردہ بحروں اور قافیوں میں اپنی ذہنی اپج، مضمون آفرینی اور جدت بیان کا ثبوت دیا ہے، اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت ذوقیؔ نے قدماء کے قصائد میں بھی خاصا اضافہ کیا ہے ۔

حضرت ذوقیؔ کے قصائد عمر کی مختلف منزلوں میں لکھے گئے ہیں۔ صرف انیس سال کی عمر میں لکھا ہوا تقریباً تین سو اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ موجود ہے جس سے ان کی فطری شاعرانہ صلاحیت، زبان پر قدرت اور جودت طبع کا پتہ چلتا ہے۔ دراصل شاعری کے لئے حضرت ذوقیؔ کے حالات شروع سے ساز گار تھے ۔ اس وقت اگرچہ یہاں دکنی اردو رائج تھی، لیکن علمی اور ادبی زبان فارسی ہی تھی۔ حضرت ذوقیؔ کی ذہانت، جودت طبع، قوت حافظہ اور شاعرانہ صلاحیت ورثہ میں ملی تھی، حضرت قربیؔ جیسا صاحب ذوق شاعر استاد اور باپ دونوں حیثیت سے ملا۔ حضرت باقرؔ آگاہ جیسا صاحب فطانت ساتھی ملا، جس نے یقیناً جذبۂ مسابقت کو تیز تر کر دیا ہوگا۔ بچپن ہی سے فارسی کلاسیکی شعراء کا وسیع مطالعہ کیا، یہاں تک کہ ان کے ہزاروں اشعار ازبر ہو گئے اور اس طرح وہ تمام شرائط حضرت ذوقیؔ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھیں جن کا ذکر حضرت نظامی عروضی سمرقندی نے اپنی کتاب چہار مقالہ میں کیا ہے۔ ان حالات نے حضرت ذوقیؔ کی فطری صلاحیت کو چمکا دیا ۔

حضرت ذوقیؔ کے قصائد کی خصوصیات کو سمجھنے کے لئے ان کے بیشتر قصیدوں کو سامنے رکھنے کی ضرورت

ہے۔ وہ قصیدے جو انہوں نے کم عمری میں لکھے اور وہ بھی جو بعد میں لکھے، وہ قصیدے خاقانی وغیرہ کے تتبع میں لکھے۔ اور وہ بھی جن میں بحریں اور قافیے بھی انہوں نے مخصوصاً اپنے لئے منتخب کئے۔ وہ قصیدے جو خاص کر پند و موعظت کے لئے لکھے اور وہ بھی جو مدح میں لکھے گئے، وہ قصیدے جو نعتیہ ہیں، یا صحابۂ کرام کی منقبت میں ہیں اور وہ بھی جو اُن بزرگوں کی مدح میں ہیں، جن سے وہ یا اُن کا خانوادہ وابستہ تھا، ان تمام قصائد کو سامنے رکھ کر تفصیلی اور مجموعی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ راقم الحروف نے ابتک ذوقؔ کے جو قصیدے پڑھے ہیں اور جن کی تعداد کمتر ہے انہیں کی روشنی میں مندرجۂ ذیل بحث سپرد قلم کی ہے۔

موضوعات اور مضامین کے اعتبار سے حضرت ذوقؔ کے قصائد سے اس وقت کی عام مذہبی حالت کا پتہ چلتا ہے، اور چونکہ حضرت ذوقؔ خود ایک ایسے منصب پر فائز تھے جس کا تقاضا تھا کہ سماج کی اخلاقی حالت درست کی جائے، اس لئے انہوں نے قصائد میں وقت کی اخلاقی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اخلاقی تعلیمات پیش کی ہیں۔ حضرت ذوقؔ کا مقصود محض کسی منصبی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہونا تھا، بلکہ یہ تعلیمات خود اُن کی سیرت کا جُز تھی۔ اس لئے انہیں "از کوزہ ہماں تراود کہ در وست" کا مصداق سمجھنا چاہئے۔ بہرحال اُن کے بعض قصائد سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُس وقت ایسے پیرانِ طریقت تھے، جو شریعت کا مذاق اڑاتے تھے اور خود اپنے کو مقدس اور گناہوں سے مبرّا سمجھتے تھے۔ اُمراء، حکام اور صاحبانِ ثروت اکثر ظلم اور تعدی پر آمادہ تھے۔ عدل مفقود تھا۔ دغا، فریب، جعل و سازش وغیرہ زندگی کے معمولات تھے۔ عام طور سے اخلاق بگڑ چکے تھے۔ علم سے رغبت نہ تھی۔ یہ وہ رُوحانی بیماریاں ہیں جو تمام اخلاقی برائیوں کو جنم دیتی ہیں۔ اس سے اُس وقت کے معاشرہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس لئے حضرت ذوقؔ نے خاص طور سے ان بیماریوں کو دُور کرنے کی کوشش کی۔ ان کے افکار اور تعلیمات میں وہ سچّائیاں ہیں جن میں ندرت تلاش کرنا خود سچائی کو منہ چڑھانا ہے۔ یہ وہ آزمودہ حقائق ہیں جن پر انسانی عظمت کو ناز ہے اور اس عظمت کا اظہار تاریخ میں بار بار ہوا ہے اور انسان بار بار انہیں کھو کر اخلاقی پستی اور بے چینی کا شکار ہُوا ہے۔ ان اشعار میں خود حضرت ذوقؔ کی باعظمت شخصیت، تابناک روح اور بلند کردار جلوہ گر ہیں۔

صُوفیہ بالعموم نعتیہ قصائد اور صرف حضرت علیؓ اور بعد میں شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی مدح میں قصائد لکھتے رہے یا پھر اپنے اور اپنے سلسلہ کے شیوخ کی مدح میں قصائد لکھے، ان سے ہٹ کر بہت کم دوسری شخصیتوں پر لکھتے تھے۔ حضرت ذوقؔ کے زمانہ میں مسلمانوں کو جہاں اور بہت سے شامتِ اعمال نے گھیر رکھا تھا وہاں ایک شامت یہ بھی تھی کہ اُس وقت شیعہ سُنّی اختلافات بہت نمایاں ہو گئے تھے۔ پروفیسر یوسف کوکن صاحب نے ان اختلافات کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ سُنّی

مسلمان اور صوفیہ بھی چاروں خلفاء کو مانتے اور اُن کا احترام کرتے ہیں۔ محبتِ اہل بیت ان کا جزوِ ایمان ہے۔
حضرت ذوقی نے چاروں خلفاء کی مدح میں قصائد لکھے ہیں۔ اور خوب دادِ سخن دی ہے۔ اور صرف ایک ہی نہیں بلکہ ہر ایک کی مدح میں متعدد قصائد لکھے ہیں۔ صوفیہ بالخصوص حضرت علیؓ کی مدح اس لئے کرتے تھے کہ آپ ہی کے واسطے سے بیشتر روحانی سلسلے رسولِ اکرمؐ تک پہنچتے ہیں۔ اس کے علاوہ زہد و تقویٰ، علم و تفقہ، عبادت و ریاضت اور کشف و کرامت میں آپ کا مرتبہ ممتاز ہے لیکن حضرت ذوقی نے اس امر پر بھی توجہ دیا کہ سماج میں عدل کا قیام بھی امت کا فریضہ ہے۔ اس کے قائم کرنے میں صدیق اکبرؓ نے منفرد عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا اور اس میں کامیابی حاصل کی۔ فاروقِ اعظمؓ نے اشاعتِ اسلام اور قیامِ عدل میں بے مثال کارنامہ انجام دیا۔ اس کے بعد دورِ فتن شروع ہوگیا۔ انہوں نے اپنے قصائد میں بار بار سماج میں قیامِ عدل پر زور دیا ہے۔ یہ عدل انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی اور اس لئے انہوں نے اسلام کے چاروں خلفاء کی مثالیں پیش کی ہیں۔ اور اپنا نذرانۂ عقیدت بھی پیش کیا ہے۔

حضرت ذوقی کے ممدوحین کا ایک تیسرا گروہ وہ ہے جس میں خود ان کے شیخ اور ان کے سلسلہ کے شیوخ ہیں۔ تصوف کا بنیادی مسئلہ ہے کہ شیخ کی محبت ہی سے دولتِ دل کا حصول ہوتا ہے۔ اس لئے تمام صوفیہ نے اپنے شیخ کی محبت کے ترانے گائے ہیں۔ حضرت ذوقی جو خود بھی صوفی تھے اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے تھے، بلکہ جو جتنا زیادہ شیخ کی محبت میں غرق ہوتا ہے وہ اتنے ہی اونچے مدارج حاصل کرتا ہے اور اسی ذریعے سے اُسے عشقِ رسولؐ اور عشقِ خدا کی دولت بھی ملتی ہے۔ ذوقی کے نعتیہ اشعار ان کی سچی محبت اور صادق جذبات کی آئینہ دار ہیں۔

حضرت ذوقی کے قصائد کے موضوعات ایک محدود دائرے میں نظر آتے ہیں جن کا تعلق اخلاقیات اور روحانیات سے ہے۔ اس لئے بعض لوگوں کے نزدیک اس میں آفاقی اپیل نہ ہو۔ لیکن یہ نقطۂ نظر میرے نزدیک خود تنگ نظری اور اقدارِ حیات سے محرومی کا نتیجہ ہے۔ دنیا کا کوئی بھی بڑا شاعر اپنے مذہبی یا مذہبی رجحانات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اٹلی کا مشہور شاعر فرانسس جو فرانسسکن طریقۂ سرّیت کا بانی ہے، اس کی شاعری اسکے مذہبی معتقدات کی ترجمان ہے۔ زندگی کے بارے میں اس کا ایک مخصوص نقطۂ نظر تھا جس کا اظہار اُس نے شعر میں کیا۔ ملٹن کی شاعری پر اس کے مذہبی معتقدات کی گہری چھاپ ہے، اس کے باوجود اُسے عظیم شاعر سمجھا جاتا ہے۔

جب مذہبی معتقدات میں ذاتی تجربہ شامل ہو تو اس کو تصوف کہتے ہیں۔ تصوف درحقیقت ایک تجربہ ہے۔ اسی لئے یہ بھی ایک سائنس ہے۔ سائنسی تجربہ اور تصوف کے تجربہ میں یہ فرق ہے کہ سائنس کا تجربہ خارج میں ہوتا ہے۔ اس لئے وہ خارجی عمل (Experiment) ہے۔ تصوف کا تجربہ باطن میں ہوتا ہے اس لئے وہ

ایک داخلی عمل (Experience) ہے۔ سائنس داں جو صرف Experiment رکھتا ہے، اس کو دانا کہہ سکتے ہیں لیکن وہ بینا نہیں ہے، کیونکہ یہ بینائی یا بصیرت انسان کے قلب کی خصوصیت ہے، جو داخلی تجربہ سے پیدا ہوتی ہے جس سے سائنس داں محروم ہے۔ صوفی دانا بھی ہے اور بینا بھی۔ یہی وہ بصیرت ہے جو انسان کو انسانیت کے بلند مقام تک پہنچاتی ہے۔ سائنس انسان کو صرف مادیات میں الجھا کر رکھتی ہے۔ صوفی جتنا زیادہ بصیرت حاصل کرتا ہے وہ مادیات سے بلند تر ہوتا جاتا ہے۔ تصوف کی باتیں بغیر داخلی تجربے کے سمجھنا دشوار ہے، اسی طرح جیسے سائنس کا دعویٰ بغیر تجربہ (Experiment) کے ناقابلِ یقین ہوتا ہے۔ مثلاً سائنسی تجربہ سے پہلے اگر یہ کہا جاتا کہ پانی دو ہواؤں سے مرکب ہے، تو اس پر یقین کرنا ممکن نہ ہوتا۔ لیکن جب تجربہ سے پانی کو توڑ کر اور دو ہواؤں میں تبدیل کر کے دکھا دیا گیا تو سب کو یقین ہو گیا۔ لیکن سائنس اپنے تمام تجربات اور کمالات کے باوجود انسان کو ایقان کی وہ قوت بخشنے سے عاجز ہے، جو انسان کے باطنی انفرادی تجربہ (Experience) کا نتیجہ ہے، اس لئے علم تصوف کو تمام علوم پر ہمیشہ فوقیت حاصل رہے گی۔

وہ شخص جسکو صوفیانہ تجربات (Experiences) حاصل ہوں اُسے حق ہے کہ وہ اپنے تجربہ کی بنیاد پر لوگوں میں اپنی تعلیمات کو پیش کرے۔ صوفیانہ مضامین میں اتنی کشش، وسعت اور ہمہ گیری ہے، کہ فارسی اور اُردو کا بہترین شعری سرمایہ اسی کا مرہونِ منت ہے۔ اردو کا سب سے بڑا فلسفی شاعر غالب صوفی نہ تھا مگر اس کے افکار صوفیہ ہی کے مضامین سے مستعار ہیں، اس لئے ایک صوفی شاعر کو کہیں زیادہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے آزمودہ حقائق کو ادبی جامہ پہنائے۔

یہ عجیب بات ہے کہ ارضی حسن و عشق کے معاملات جو انسان کی زندگی کا صرف ایک عارضی پہلو پیش کرتے ہیں انہیں شاعری کا معیار قرار دے دیا جائے اور وہ حقائق جن کا تعلق جوہرِ انسانیت سے ہے اور جو اَبدی ہیں، انہیں محدود قرار دیکر ناقابل اعتنا سمجھا جائے۔ تصوف سے جن حقائق اور جس علم کا انکشاف ہوتا ہے اس کا تعلق اعلیٰ ترین حقیقت سے ہے، اور اعلیٰ ترین حقیقت کا علم بھی اعلیٰ ترین رتبہ کا حامل ہے۔ صوفیہ نے اعلیٰ ترین حقیقت سے تعلق قائم کیا۔ انہوں نے مغز کو لے لیا اور پوست کو چھوڑ دیا۔ وہ علم جو عملی تجربہ سے حاصل ہوا ہو، جو اعلیٰ ترین حقائق کا انکشاف کرتا ہو، جو زندگی اور اس کی پوری حقیقتوں پر محیط ہو، جس نے خود ادب کے دامن کو مالامال کیا ہو، اور جس پر فارسی اور اُردو کا شعری ادب کا کمال موقوف ہو، وہ سارے علوم پر فوقیت رکھتا ہے اس لئے ایسا شاعر جو تصوف کا تجربہ رکھتا ہے اس کا حق اور فرض ہے کہ وہ اپنے ہی ذاتی تجربات کو

شعر میں پیش کرے۔ ایسا کرنے میں یقیناً اس کو مخلص قرار دیا جائے گا۔ اور اس کے جذبہ کا خلوص ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوگا۔ حسن بیان اور جذبہ کا خلوص شعر کے دو خاص اجزاء ہیں جن پر بڑی شاعری موقوف ہے۔ حضرت ذوقی کے کلام میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔

اس مضمون میں ہم تصوف کے ان مسائل سے بحث نہیں کریں گے جنہیں ذوقی نے بیان کیا ہے کیونکہ یہ مسائل بالعموم صوفیاء میں مشترک ہیں۔ البتہ مخصوص حالات میں صوفیہ نے بعض مخصوص امور پر زور دیا ہے اور ذوقی نے جن امور پر زور دیا ہے ان کی طرف گذشتہ صفحات میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ صوفیہ کے وہ اختلافات جنہیں کبھی کبھی بیان کیا جاتا ہے، وہ بھی حقیقی اختلاف نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ خدا کی صفات بھی لامحدود ہیں اور متنوع بھی۔ اس کی تمام صفات کا کما حقہٗ ادراک بندہ کے لئے ناممکن ہے۔ اس لئے جس سالک کو اپنے روحانی عروج میں جس صفت کی معرفت حاصل ہوتی ہے، وہ اسی کی بابت بیان کرتا ہے۔ اس لئے اگر صوفیہ اپنے روحانی عروج پر پہنچکر کچھ مختلف باتیں بیان کریں تو وہ حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ ہر ایک کا بیان درست ہے البتہ چونکہ ہر ایک صرف جزو کی بابت بیان کرتا ہے اس لئے جزو کو کل سمجھنا غلطی ہے۔ ہمیں یہاں ان مسائل سے تعلق نہیں ہے بلکہ اصل مقصود ذوقی کے شاعرانہ مقام سے بحث کرنا ہے۔

حضرت ذوقی نے قصائد میں بھرپور شعری صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کے قصائد کے محاسن اور کمالات ان کو فارسی کے صف اول کے قصیدہ گو شعراء میں لاکر کھڑا کر دیتے ہیں۔ مندرجۂ ذیل سطور میں ہم اپنے اس دعوے کی دلیل میں ان شواہد میں سے کچھ پیش کریں گے جو اب تک ہماری نظر میں آسکے ہیں۔

ذوقی نے بعض متقدمین شعراء کے تتبع میں قصیدے لکھے ہیں اور یہ صرف ذوقی ہی نہیں بلکہ سبھی قصیدہ گو شعراء نے ایسا کیا ہے۔ خاقانی کے تتبع میں ذوقی کا ایک قصیدہ یوں شروع ہوتا ہے :۔

دل من گوی طلانست و حکم شرع چوگانش　　　انابت شہسوار تیز دستغفار میدانش

اس قصیدے میں ڈھائی سو سے زیادہ اشعار ہیں۔ فارسی کے ممتاز قصیدہ نگار عرفی نے بھی اسی بحر و قافیہ میں ایک طویل قصیدہ لکھا ہے۔ لیکن ذوقی کا قصیدہ طویل تر ہے۔ عرفی کے اس قصیدے میں صرف کچھ اشعار ہیں جنہیں صاف اور رواں کہہ سکتے ہیں اور بیشتر اشعار میں زبان و بیان کی پیچیدگی نے شعر کو شعریت سے گرا دیا ہے۔ ذوقی کے ڈھائی سو سے زیادہ اشعار میں مشکل سے کوئی ایسا شعر ملے گا جس میں تعقید پائی جاسکتی ہے۔ یہ قصیدہ ذوقی نے چوبیس سال کی عمر میں لکھا تھا۔

(جاری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلافتِ ارضی میں علم کی اہمیت

از عالیجناب سید عثمان قادری
عرف فصیح پاشاہ صاحب بی۔کام حیدرآبادی

اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ **علیم** ہے۔ اللہ تعالیٰ ماضی اور مستقبل کی ہر بات سے باخبر ہے اور انسانوں اور فرشتوں کی ظاہری، اور باطنی کیفیتوں سے بھی واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی کو ایسے امر کا حکم نہیں دیتا جو اُکی طاقت وقدرت سے باہر ہو۔ اس لئے جب اللہ نے چاہا کہ وہ دنیا میں اپنا خلیفہ بنائے تو اس نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور خلافتِ ارضی کا فرض انجام دینے کے لئے علم دیا جس کا ذکر قرآن میں اس طرح ہے:۔

واذ قال ربك للملٰئكة انی جاعل فی الارض خليفة قالوا اتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدّماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك، قال انّی اعلم ما لا تعلمون ○ وعلّم اٰدم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملٰئكة فقال انبؤنی باسماء هٰؤلاء ان كنتم صٰدقين ○ قالوا سبحٰنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم ○ قال يا اٰدم انبئهم باسماء هم فلما انباهم باسمائهم قال الم اقل لكم انی اعلم غيب السمٰوٰت والارض واعلم ما تبدون وما كنتم تكتمون ○ واذ قلنا للملٰئكة اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابليس ابٰى واستكبر وكان من الكٰفرين۔ (سورۃ البقرہ ۳۰ تا ۳۴)

"اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب' فرشتے کہنے لگے 'کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کرینگے اور خون ریزیاں کریں گے' اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمداللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپ کی۔ حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے' اور علم دے دیا اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں۔ پھر فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کو اسماء ان چیزوں کے اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا آپ تو پاک ہیں ہم کو علم نہیں۔ مگر وہی کچھ جو ہم کو آپ نے دیا بے شک آپ بڑے علم والے ہیں، حکمت والے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! ان کو ان چیزوں کے اسماء بتلادو۔ سو بتلادئے آدم نے ان چیزوں کے اسماء

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس بات کو دل میں رکھتے ہو اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدے میں گر جاؤ آدم کے سامنے سو سب سجدے میں گر پڑے بجز ابلیس کے۔ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور ہو گیا کافروں میں سے"۔

انسان جس صفت سے ممتاز ہوتا ہے، وہ صفت **علم** ہے۔ سورۃ بقرہ کی جو آیات بیان کی گئی ہیں، ان میں یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ آدم کو خلافت کا استحقاق صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ تمام اشیاء کے نام جانتا ہے، یا جان سکتا ہے، ہم اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں، کہ اگر ہم کو دنیا میں کوئی مقصد حاصل کرنا ہے تو اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اس کے ذرائع تلاش کرنا لازمی ہے۔ اگر ہمارا مقصد گھر تعمیر کرنا ہے تو اس کے لئے ہمیں اینٹ، چونا، پتھر وغیرہ کی ضرورت ہوگی اور اگر ہمارا مقصد کھیتی کرنا ہو تو زمین اور دیگر چیزوں کی ضرورت ہوگی۔ اس طرح انسان کو خلافت ارضی کے فرائض انجام دینے کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ علم یعنی جاننا اور تعلیم یعنی کسی تک کوئی بات پہنچانا خلافت ارضی کا اہم جزء ہے۔

اگر دنیا میں انسان حکمرانی کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کا علم حاصل کرے۔ ہر چیز کے خواص سے واقف ہو اور ان سے کام لے اور تمام وسائل اور ذرائع مہیا کرے اور یہ سب کچھ بغیر علم کے ناممکن ہے۔ اس لئے انسان کے لئے سب سے پہلے علم فرض قرار دیا گیا، تاکہ وہ علم کے ذریعہ تمام اشیاء کے نام جان لے اور ان سے کام لے سکے۔

علم کی فضیلت بتاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ علم عبادت سے بہتر ہے۔ ایک لمحہ علم کرنے میں گذارنا ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ دنیا میں انسان کا سب سے بڑا کام یہ ہے، کہ وہ اللہ کا خلیفہ بن کر کام کرے۔ عمل صالح کرے۔ گھر میں اور باہر ہم آہنگی کی زندگی بسر کرے۔ قرب الٰہی حاصل کرنے اور دنیا میں اس کا سچا خلیفہ بن کر رہنے کے لئے انسان اپنے اندر کئی کمالات اور صفات پیدا کرتا ہے۔ قرآن خود ان کو ان کے صفات اور کمالات کے لحاظ سے پکارتا ہے جیسے صالحین، متقین، مصلحین، مقسطین، صابرین، اولو العلم وغیرہ۔ اس کے برخلاف ایک جماعت ایسی بھی ہے جنہوں نے ابلیس کی طرح گھمنڈ کیا اور کافروں اور مشرکوں میں سے ہو گئے۔ جن کو اللہ نے دوسرے نام دئے ہیں، جیسے کافرین، مشرکین ظالمین، غافلین، منافقین وغیرہ وغیرہ۔

اللہ کو پسندیدہ صفت علم ہے، جو دوسری صفتوں سے برتر ہے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم، علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان پہ فرض ہے۔ آپ نے فرمایا علم دین حاصل کرو۔ یہ علم حق اور باطل میں فرق دکھاتا ہے۔ یہ جنت کا راستہ روشن کرتا ہے۔ علم رفیق ہے، جب کوئی رفیق نہ ہو۔ یہ مسرت

کاراستہ دکھاتا ہے۔ علم دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے اور دوستوں میں زیور ہے۔ عالموں کو ہی اللہ نے راہبر بنایا ہے، اور ان کو ہی سرداری دی ہے تاکہ لوگ ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کے کارنامے دہرائے جائیں اور ان کی رائے قبول کرتے رہیں اور اسی پر عمل کرتے رہیں۔

علم سے ہی انسان کے اخلاق کا پتہ چلتا ہے، اور علم سے ہی خدا کی معرفت ہوتی ہے اور دیگر صفتیں صالحین محسنین، صابرین وغیرہ وغیرہ علم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ہیں۔ اسی لئے علم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطلبوا العلم ولو کان بالصین علم حاصل کرو اگرچہ چین میں جاکر حاصل کرنا پڑے۔ چین اس زمانہ میں دنیا کا سب سے آخری گوشہ سمجھا جاتا تھا اسی لئے زبان نبوت نے ملک چین فرمایا۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ حصول علم کے لئے دنیا کے دور دراز ممالک بھی جانا پڑے تو اس سفر پر روانہ ہونا چاہئے۔ آپؐ ہر وقت دعا کرتے رہتے ربّ زدنی علماً اے اللہ میرے علم میں زیادتی فرما۔ اللہ نے حضور پر نور پر پہلی وحی نازل کی تو فرمایا اقرأ باسم ربك الذی خلق یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو! جس نے عالم کو پیدا کیا۔

الذی علم بالقلم یعنی جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ خلافت ارضی کے فرائض انجام دینے کے لئے علم الاشیاء کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس سے انسان کو وہ قوت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ تمام اشیاء پر حکمرانی کر سکتا ہے اور اپنے فائدہ کے لئے کام میں لا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ علم طبعیات، علم نفسیات، علم معاشیات، علم ریاضی، علم سیاسیات وغیرہ وغیرہ کی بھی بے حد ضرورت ہے۔ اپنی فطری صلاحیتوں کو کام میں لاکر اس علم سے انسان میں بے پناہ قوت پیدا ہوتی ہے۔ اس قوت کا صحیح طریقہ پر استعمال نہ کیا جائے تو جیسا فرشتوں نے خیال ظاہر کیا تھا زمین میں فساد پھیل جاتا ہے اور خوں ریزی عام ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ہمیشہ ایک دوسرے سے خوف زدہ رہتا ہے۔

چنانچہ آج کی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں امن نہیں۔ فتنہ وفساد سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ دنیا کی طاقتور قومیں باوجود خوفناک ہتھیاروں کے مالک ہونے کے ان کا کوئی لمحہ خوف سے خالی نہیں۔ روس اور امریکہ آج دنیا کی سب سے بڑی طاقتور قومیں سمجھی جاتی ہیں اور دوسری قومیں جو ان کی ہم پلہ نہیں ہیں وہ ان دونوں زبردست قوموں میں سے کسی ایک کے آسرے اور سہارے زندگی گذار رہی ہیں۔ اور اس طرح دنیا دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اور یہ دونوں ایک طرف آمادۂ جنگ ہیں تو دوسری طرف جنگ کے نتائج سے خائف ہیں۔ اور دونوں کو یہ غم لاحق ہے کہ کہیں ان کی شوکت وقدرت اور ان کی تہذیب وتمدن کا سرمایہ مٹ نہ جائے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ صرف اللہ پر بھروسہ

کرکے اس کشمکش سے نجات پا سکتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عمل صالح ضروری ہے۔ جب وہ اللہ پر بھروسہ کر کے عمل صالح کریں گے اُس وقت ہی وہ اللہ کے حقیقی خلیفہ بن سکیں گے۔

صحیح عمل کیا ہے، وہ ہم کو آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوگا:۔

آپؐ نے فرمایا، بنی آدم ایک گلہ ہے جس کا ہر ایک رکن دوسرے رکن کا گلہ بان ہے اور پورے گلہ کی بہبودی کا قابل بازپرس ہوگا۔

آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:۔

خدا کے بنائے ہوئے راستہ پہ چلو، اور اللہ کی مخلوق سے محبت رکھو۔!

پس جو صراط مستقیم پہ چلا اور احتیاط کے ساتھ اپنی زندگی میں اس پہ عمل کیا وہی ہے جو صحیح معنوں میں اللہ کا خلیفہ ہے۔

اللہ ان سے راضی ہے۔ اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ

....

انتخاب از انشائے لطف الٰہی

ترجمہ: مولوی پی۔ محمد ابوبکر ملیباری لطیفی مدرس دار العلوم لطیفیہ

ادارہ

حقیقت ہے کہ خوشی و غم، اذیت و راحت، کامیابی و ناکامی اور نفع و نقصان کا انحصار خود انسان کے افعال اور اعمال پر ہے۔ اسی لئے بزرگان دین نے ہر شی اور ہر کام کے لئے اوقات، مقامات اور عدد وغیرہ کا لحاظ رکھا۔ چنانچہ قدوۃ السالکین حضرت مولانا محی الدین شاہ عبداللطیف قادری ذوقی ویلوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "انشائے لطف الٰہی" میں عادات ضروریہ اور اطوار یومیہ کے تحت اپنے مفید خیالات بیان کیا ہے۔ ان میں سے حضرت قدس سرہ کے چند تجربات اور نظریات کو افادۂ عوام کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

نئے کپڑے پہننے اور کاٹنے کے بیان میں

شنبہ، دوشنبہ اور سہ شنبہ ان دنوں میں نیا کپڑا نہیں پہننا چاہئے۔ یکشنبہ کے دن پہننا بہتر ہے۔ مگر بہت جلد پھٹ جاتا ہے۔ باقی دنوں میں نیا کپڑا پہننا اور کاٹنا اچھا ہے اور دوشنبہ کے دن کپڑا کاٹنا اچھا ہے اور پہننا ٹھیک نہیں۔ یکشنبہ کے دن اسکے برعکس یعنی پہننا ٹھیک ہے لیکن کاٹنا بہتر نہیں۔ باقی ایام نحس ہیں۔

نیز یکشنبہ، سہ شنبہ اور چہار شنبہ میں کپڑا سینا نقصان دیتا ہے۔ مذکورہ ایام کے سوا باقی دنوں میں سی سکتے ہیں، کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔

سر منڈانے اور تیل کی مالش کے لئے

شنبہ و یکشنبہ اور سہ شنبہ ان دنوں میں سر تراشنا بالکل نقصان دہ ہے اور نامبارک بھی، باقی دنوں میں ٹھیک ہے لیکن ایک روایت میں پنجشنبہ کو سر تراشنا فقری لاتا ہے۔

روغن کی مالش یکشنبہ اور سہ شنبہ پنجشنبہ و جمعہ میں اچھا نہیں ہے مگر شنبہ اور دوشنبہ اور چہار شنبہ کے دن تیل کی مالش بہتر اور مفید ہے۔

گھر تعمیر کرنے کے بارے میں

گھر کا کمرہ لمبائی میں سات قدم ہو، تو فقیری لاتا ہے۔ اگر آٹھ قدم ہو تو تونگری لاتا ہے، بلکہ یکین سلطنت کے لائق ہو تو سلطنت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر نو قدم ہو تو اس گھر میں بدی و خرابی ہوتی ہے۔ اور اگر دس قدم ہو تو خوشی و نعمت ہاتھ آتی ہے۔ اور اگر گیارہ قدم ہو تو فرزند و قرابت دار بر سر روزگار ہو

جائیں گے۔ اور بارہ قدم کا ہونا بھی بہتر ہے۔ تیرہ قدم ہو تو دشمن زیادہ ہونگے اور اگر چودہ قدم ہے تو اس کی اولاد رنج و ملال میں رہے گی۔ اور اگر پندرہ قدم ہو تو صاحب خانہ کی موت جلد واقع ہو گی۔ اگر سولہ قدم ہو تو عزت و حرمت حاصل ہو گی۔ اگر سترہ قدم کا ہے تو وہاں خیر و خوبی ہو گی۔ اٹھارہ قدم کا ہو تو رنج و ملال پہنچے گا اور اگر انیس قدم کا ہے تو صاحب خانہ بھاگ جائے گا اور کبھی واپس نہیں لوٹے گا۔ بیس قدم کا ہے تو بہت بہتر ہے۔ اگر اکیس قدم کا ہو تو صاحب خانہ فتنہ و فساد میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور اگر بائیس قدم کا ہے تو نصرت و کامیابی حاصل ہو گی۔ اگر تیئیس قدم ہو تو وہ گھر اس کے موافق آئے گا اور چوبیس قدم ہو تو بھی اس کے لئے سازگار ہے۔ اگر پچیس قدم ہو تو اس کی بیوی پر گرانی گذرے گی۔ چھبیس قدم کا ہو تو اس گھر میں ہمیشہ ماتم ہو گا۔ اور اگر ستائیس قدم ہو تو مال و دولت زیادہ ہو گی اور اٹھائیس قدم کا ہو تو بہت ہی نیک ہے اور اگر انتیس قدم ہو تو بھی نیکی و بہتری حاصل ہو گی۔ اگر تیس قدم کا ہے تو صاحب خانہ کو فرزند پیدا ہو گا۔

گھر کا صحن اور کشادگی کے متعلق

گھر کا صحن چھ یا سات قدم ہو تو بہتر ہے اور آٹھ قدم کا ہونا درمیانی درجہ ہے اور اگر نو یا دس قدم ہو تو خوشی و شادمانی حاصل ہو گی۔ گیارہ قدم ہو تو فرزند برسر روزگار ہو گا۔ بارہ قدم کا ہونا برا ہے اور تیرہ قدم اچھا ہے اور اگر چودہ قدم ہو تو اس کے فرزند کو دکھ پہنچیگا۔ پندرہ اور سولہ قدم کا ہونا بہت بہتر ہے واللہ اعلم۔

نیز اگر کمرہ کی کشادگی چھ قدم ہے تو اچھا ہے۔ اور سات قدم ہو تو دولت بڑھتی رہتی ہے۔ اگر آٹھ قدم ہے تو درمیانہ متوسط حالت رہے گی۔ نو اور دس قدم کا ہونا بہت بہتر ہے۔ اگر گیارہ قدم کا ہے تو اس کے فرزند برسر روزگار رہیں گے۔ اگر بارہ قدم کا ہے تو ہر کام بحسن و خوبی انجام پاتا ہے اور اگر تیرہ قدم کا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار خواب میں نصیب ہو گا اگر چودہ قدم ہو تو بہتری نصیب ہو گی۔ واللہ اعلم۔

نئے گھر کی تعمیر میں بارہ ماہ کی خاصیت

نیز جاننا چاہئے، جو شخص ماہ محرم میں گھر نیا تعمیر کرے تو فقیر ہو جائے گا اور اگر ماہِ صفر میں تعمیر کرے تو اس گھر میں مویشی زیادہ ہوں گے، جو ماہ ربیع الاول میں تعمیر کرے۔ اس گھر میں اولاد و نوکر و چاکر زیادہ ہوں گے اور اگر ماہ ربیع الثانی میں تعمیر کرے تو اس گھر میں کمزوری و بیماری زیادہ رہے گی اور اگر جمادی الاول میں تعمیر کرے تو وہ گھر لڑائی و دشمن سے خالی نہیں ہو گا۔ اور اگر جمادی الثانی میں تعمیر کرے تو سونا چاندی ہاتھ آئے اور اگر ماہ رجب میں تعمیر کرے تو بہت سامال جمع ہو جائے گا۔ اور اگر ماہِ شعبان میں تعمیر کرے تو اس گھر کا اکثر حصہ کرایہ پر رہے گا۔ اور اگر ماہِ رمضان

میں تعمیر کرے تو وہ گھر جل جائے گا۔

اگر ماہِ شوال میں تعمیر کرے تو غنی و مالدار ہو جائے گا۔ اگر ماہ ذیقعدہ میں تعمیر کیا جائے تو نحوست سے صاحب خانہ کو قرار نہ ملے گا۔ اور اگر ماہ ذی الحجہ میں تعمیر کیا جائے تو راحت و خوشحالی حاصل ہوگی۔

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ ان تمام مقدمات مسطورہ کا لحاظ رکھیں، یہ تمام مجربات سے ہیں کیونکہ اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوں گے۔

کن دنوں میں کس سمت سفر کرنا منع ہے۔

شنبہ اور دوشنبہ کے دن مشرق کی طرف سفر نہیں کرنا چاہیئے۔ یکشنبہ اور جمعہ کے دن بجانب مغرب سفر نہیں کرنا چاہیئے اور سہ شنبہ و چہارشنبہ شمال کی جانب سفر نہیں کرنا چاہیئے۔ اور پنجشنبہ کے دن جنوب کی طرف سفر نہیں کرنا چاہیئے۔

نیز جاننا چاہیئے کہ جب چاند بروج میں ثابت ہو تو اس وقت سفر کرنا نہیں چاہیئے کیونکہ اس سے سفر میں دیری واقع ہوگی۔

ہر ماہ کی منحوس تاریخ

نیز جاننا چاہیئے کہ ہر ماہ میں ذیل کی تاریخیں منحوس ہوتی ہیں:- ہر ماہ کی تین تاریخ، پانچ اور تیرہ سولہ اور اکیس و چوبیس و پچیس اور دوسرے قول کے مطابق تین تاریخ اور آٹھ تاریخ تیرہ اور اٹھارہ، و تیئیس و اٹھائیس، یہ سب تاریخ منحوس ہوتی ہیں۔

کسی اچھے کاموں کی ابتداء ان تاریخوں میں نہیں کرنا چاہیئے۔ نیز یہ بھی تحریر ہے کہ بارہ محرم نحس ہے، چودہ ربیع الاول اور بارہ ربیع الآخر، ستائیس جمادی الاول بائیس جمادی الآخر، نیز بائیس رجب المرجب، تیئیس شعبان اور چہارم رمضان المبارک، سات شوال، ستائیس ذی قعدہ اور آٹھ ذی الحجہ۔ مذکورہ سب تاریخ منحوس ہیں۔ باقی تمام تاریخیں اچھی ہیں۔

ماہِ نو دیکھنے کے آداب

جس وقت نیا چاند دیکھے تو ان ہدایات پر عمل کرے:

ماہِ محرم کا چاند دیکھ کر سونے کو دیکھنا چاہیئے اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کیجے۔

صفر کا چاند دیکھیں تو آئینہ دیکھے اور سورۂ تبارک کی تلاوت کریں۔

ربیع الاول کا چاند دیکھ کر آبِ رواں دیکھنا چاہیئے اور سورۂ حدید کی تلاوت کریں۔

ربیع الثانی کا چاند دیکھ کر بکری کو دیکھے اور سورۂ ابراہیم کی تلاوت کرے۔

جمادی الاول میں جب چاند دیکھیں تو چاندی کو دیکھے اور سورۂ الم نشرح کی تلاوت کرے۔

جمادی الثانی کا چاند دیکھ کر کسی بوڑھے انسان کی طرف دیکھے اور سورۂ جمعہ کی تلاوت کرے۔

رجب المرجب کا چاند دیکھے تو قرآن پاک کی طرف

نظر کرے اور سورۂ مائدہ کی تلاوت کرے۔

شعبان کا چاند دیکھ کر

سبز گھاس کی طرف دیکھے اور سورۂ انعام کی تلاوت کرے۔

رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر

تلوار پہ نگاہ ڈالیں اور سورۂ قدر کی تلاوت کرے۔

شوال کا چاند دیکھ کر

سبز رنگ کے کپڑے کو دیکھے اور سورۂ محمد کی تلاوت کرے۔

جب ذی قعدہ کا چاند دیکھے تو

کسی نو عمر بچے کی طرف دیکھے اور سورۂ والضحیٰ کی تلاوت کرے۔

ذی الحجہ کا چاند دیکھ کر

دختر نیک اختر کی طرف نظر کرے اور سورۂ اخلاص کی تلاوت کرے۔

مذکورہ ھدایات پر عمل کرنے سے تمام بلیات و آفات سے انسان محفوظ رہتا ہے۔

(انشا لطف اللٰہی)

حسد اور تنافس

از: سید عطاء اللہ عرف
الیاس پاشا لطیفی سلمہ
مدرس دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

حسد کسی نعمت پر ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالے کسی کو اپنی کسی نعمت سے سرفراز کرتا ہے تو اس نعمت کو جو دیکھتا ہے وہ یا تو اس نعمت کو ناپسند کرتا ہوگا یا پسند کرتا ہوگا اور اس سے اس نعمت کی زوال کی آرزو کرتا ہوگا' اس حالت کو حسد کہتے ہیں۔ حسد کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے۔ اپنے کسی بھائی یا شناسا کو اللہ کی کوئی نعمت حاصل ہو' اور وہ اس کی اس نعمت سے متمتع ہوتا ہو' تو اس کی اس نعمت سے کراہت کریں اور یہ چاہیں کہ صاحب نعمت سے وہ نعمت زائل ہو جائے' اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے شناسا' یا بھائی کی نعمت کو ناپسند نہیں کرتا اور نہ اس کا زوال چاہتا ہے' لیکن یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کو بھی ویسے ہی نعمت حاصل ہو' اس کو تنافس یا غبطہ کہتے ہیں۔ کبھی کبھی حسد کو تنافس اور تنافس کو حسد بھی کہہ دیتے ہیں۔ جب دونوں کا فرق واضح ہو جائے تو پھر لفظوں کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بیان کیا جاتا ہے فضیل ابن عیاض نے فرمایا مومن غبطہ کرتا ہے اور منافق حسد۔ حسد ہر حال میں حرام ہے۔ ابو داؤد میں ابو ہریرہ سے مذکور ہے۔ الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب یعنی حسد نیکیوں کو ایسا ہی کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دب الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء تم سے پہلے کی امتوں کی بیماری تم میں سرایت کر گئی ہے اور وہ حسد اور کینہ ہے والبغضۃ ھی الحالقۃ لا اقول حالقۃ الشعر ولکن حالقۃ الدین والذی نفس محمد بیدہ لا تدخلوا الجنۃ حتی تؤمنوا ولن تؤمنوا حتی تحابوا الا انبئکم بما یثبت ذلک افشوا السلام بینکم کینہ مونڈھنے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا بال مونڈھنے والا ہے' لیکن دین کو مونڈھنے والا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے تم جنت میں داخل نہیں ہونگے یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ اور تم ایمان والے نہیں ہوں گے' یہاں تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت کرو' کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ یہ بات کیسے موجود ہوگی سلام کو پھیلاؤ' یعنی ایک دوسرے کو سلام کرو۔

طبرانی نے اوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میری امت کو دوسری قوموں کی بیماری لاحق ہو گئی ہے تو پوچھا قوموں کی بیماری کیا ہے' تو کہا:

الاشر والبطر والتکاثر والتنافس فی الدنیا والتباعد والتحاسد حتی یکون البغی ثم الھرج حرص اور فخر اور دوسرے کے مقابلہ میں اپنے مال کی کثرت پر غرور اور ایک دوسرے سے دنیا کی نفیس چیزوں کے حصول میں بڑھ جانا۔ ایک دوسرے سے دوری باہم حسد کرنا یہاں تک کہ حد سے تجاوز ہو جائے اور آخر قتال کی نوبت آجائے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تناجشوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدگمانی سے بچو، اس وجہ سے کہ بدگمانی جھوٹی بات ہے، لوگوں کے احوال کی کھوج میں نہ رہو، ان کے احوال کی جستجو نہ کرو۔ ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو۔ اور ایک دوسرے پر حسد مت کرو۔ کینہ نہ رکھو اور تعلقات قطع نہ کرو، اور اے اللہ کے بندو! آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی بن کر رہو۔ ان روایتوں سے حسد کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ حسد حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اس قضاء سے کراہت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کو بعض دیگر بندوں پر فضیلت دی ہے اور کسی بندے کو اللہ کی قضاء سے کراہت کرنے کی نہ رخصت ہے، نہ کوئی معذوری کسی مسلم کی راحت سے کراہت کرنے سے بڑھ کر اور کیا معصیت ہوگی اسی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا (سورہ آل عمران) اگر تم کو کوئی اچھائی پہنچتی ہے تو ان کو برا لگتا ہے اور تم کو کوئی برائی پہنچتی ہے تو خوش ہوتے ہیں۔ یہی خوشی شماتت اور حسد ہے جو ایک دوسرے کے لئے لازم ہے اور چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ود کثیر من اھل الکتب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسھم (سورہ بقرہ) بہت سارے اہل کتاب یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے مومن ہونے کے بعد تم کو کفر کی طرف اپنے حسد کی وجہ سے لوٹا دیں۔ اللہ نے خبر دی کہ تمہاری نعمت ایمان کے زوال سے محبت کرنا حسد ہے اور نیز فرمایا:

ودوا لو تکفرون فتکونون سواء (سورہ النساء) وہ چاہتے ہیں کہ ان کی طرح تم بھی کفر کریں تاکہ تم دونوں برابر ہو جائیں۔ اللہ نے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے حسد کا حال یوں بیان کیا ہے، جب انہوں نے یوسفؑ سے اپنے باپ کی محبت کو برا سمجھا اور یہ چاہا کہ یوسفؑ باپ کی محبت سے محروم ہو جائیں تو انہوں نے یوسفؑ کو کنویں میں ڈال دیا اقتلوا یوسف او اطرحوہ ارضا یخل لکم وجہ ابیکم وتکونوا من بعدہ قوما صالحین۔ (سورہ یوسف) پس بہتر ہے کہ یوسفؑ کو مار ڈالیں، یا کسی جگہ پھینک آئیں تاکہ باپ کی توجہ ہماری ہی طرف رہے اور اس کے نکل جانے کے بعد ہمارے سارے کام سدھر

جائیں۔ قابیل کے بجائے ہابیل کی قربانی قبول ہوئی۔ اور خود اپنی قربانی قبول نہ ہوئی تو اس نے از راہِ حسد ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ قرآن نے اس کا ذکر کیا ہے۔

واتل علیھم نبأ ابنی ادم بالحق، اذا قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل اللہ من المتقین ۵ لئن بسطت الیّ یدک لتقتلنی ما انا بباسط الیک لاقتلک انی اخاف اللہ رب العالمین ۵ انی ارید ان تبوء باثمی واثمک فتکون من اصحاب النار و ذلک جزآء الظلمین ۵ (سورہ المائدہ) ۔ ان لوگوں کو آدم کے ان بیٹوں کا حال سچائی کے ساتھ سنا دو۔ جب ان دونوں نے قبولیت کے لئے قربانیاں کیں تو ان میں سے ایک کی قبول ہوگئی (یعنی ہابیل کی) اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی (یعنی قابیل کی) اس پر قابیل نے حسد سے جل کر ہابیل سے کہا میں یقیناً تجھے قتل کر دوں گا، ہابیل نے کہا اللہ صرف متقی آدمیوں کی ہی قربانی قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا، تو اٹھالے میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام دنیا کا پروردگار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا دونوں کا گناہ سمیٹ لے اور پھر دوزخیوں میں سے ہو جائے کہ ظلم کرنے والوں کو یہی بدلہ ملتا ہے۔ انسانی تاریخ میں یہی سب سے پہلا قتل ہے۔ اور اس کی وجہ حسد ہے۔ ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ام یحسدون الناس علی ما اتٰھم اللہ من فضلہ (سورہ نساء)

کیا یہ کافر اس وجہ سے لوگوں پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں عطا فرمایا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جب یہود کسی سے قتال کرتے تو اللہ سے دعا کیا کرتے تھے، اسی نبیؐ کے واسطہ سے جس کے بھیجنے کا اور اس کتاب کی برکت سے جو تو نے اس پر نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے ہم کو ہمارے دشمنوں کے مقابلہ میں نصرت عطا فرما اور وہ فتحیاب ہوتے تھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور وہ یہ جاننے کے باوجود کہ وہ رسولِ موعود آپ ہی ہیں، ان کا صرف اس لئے انکار کیا کہ آپ اسماعیلؑ علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین ۵ بئسما اشتروا بہ انفسھم ان یکفروا بما انزل اللہ بغیا ان ینزل اللہ من فضلہ علی من یشاء من عبادہ (سورہ بقرہ)

اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب وہ تشریف لایا ان کے پاس، وہ

جانا پہچانا نبی' اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر کس بری قیمت پر انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ اللہ کے کلام منزل سے منکر ہوں اس جلن سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہے وحی اتارے۔

صفیہ بنت حی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ ایک دن میرے باپ اور میرے چچا آپؐ کے پاس سے آئے تو میرے باپ نے میرے چچا سے کہا تو ان کے متعلق (آنحضرتؐ کے متعلق) کیا کہتا ہے تو اس نے کہا میں یہ کہتا ہوں' یہ وہی نبی ہیں جن کی موسیٰ نے بشارت دی تھی تو اس سے دریافت کیا' اب تیری کیا رائے ہے تو اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ مرتے دم تک دشمنی کی جائے۔

حکایات میں مذکور ہے کہ ایک شخص اپنے بادشاہ کا ندیم اور ہم نشین تھا' وہ بادشاہ کو نیکی کی تلقین کیا کرتا تھا اور بادشاہ اس کی قدر کرتا تھا۔ بادشاہ کے ندیموں میں سے ایک نے اس پر حسد کیا' تو اس نے بادشاہ سے کہا یہ شخص جو تیرا ہم نشین ہے اور تجھے نصیحت کرتا ہے' یہ کہا کرتا ہے کہ بادشاہ گندہ دہن ہے' تو بادشاہ نے اس سے کہا اس کا ثبوت کیسے ملیگا تو کہا کہ تو اس کو بلا۔ جب وہ تیرے قریب آئے گا اپنے منہ پر ہاتھ رکھیگا تاکہ وہ تیری بدبو نہ سونگھے۔ پھر وہ آدمی بادشاہ کے یہاں سے نکل کر جب اپنے گھر پہنچا تو جس پر اس نے حسد کیا اس کو کھانے پر بلایا' جب وہ آیا اس کو ایسا کھانا کھلایا جس میں زیادہ لہسن تھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ شخص حسب عادت بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ اس کو اپنے قریب بلایا۔ جب وہ اس کے قریب پہنچا تو اس خیال سے کہ بادشاہ کو لہسن کی بو بری نہ لگے' اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ تو بادشاہ نے اپنے دل میں کہا اس کے متعلق جو خبر دی گئی ہے' وہ صحیح ہے۔

اس بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ صرف وہ فرمان اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا جس میں انعام دینے کا حکم ہوتا۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ایک عامل کو خط لکھا کہ حامل رقعہ تیرے پاس آئے تو اس کو ذبح کر ڈال' اس کی چمڑی نکال کر اس میں گھاس بھر کر میرے پاس روانہ کر دے۔ جب یہ شخص باہر نکلا تو اس کا حاسد ملا اور خبر دریافت کی۔ اس نے کہا بادشاہ نے میرے لئے انعام کا فرمان اپنے ہاتھ سے لکھا تو اس حاسد نے کہا وہ رقعہ مجھے بخش دے۔ چنانچہ اس نے اس کو رقعہ دے دیا۔ جب وہ حاسد عامل کے پاس پہنچا اور اس نے وہ خط پڑھا تو حامل رقعہ سے کہا کہ اس میں یہ فرمان ہے کہ میں تجھ کو ذبح کروں اور تیری چمڑی نکال دوں۔ تو اس نے کہا یہ خط میرے متعلق نہیں ہے' لہٰذا تو مجھے مہلت دے کہ میں بادشاہ سے رجوع کروں' تو اس نے کہا بادشاہ کے فرمان میں تاخیر جائز نہیں۔ پھر اس نے اس کو ذبح کیا اور اس کی چمڑی نکال کر اس میں گھاس بھر کر بادشاہ کے پاس روانہ کر دیا۔ وہ جس پر حسد کیا گیا تھا حسب عادت بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ اس پر بادشاہ کو تعجب ہوا اور رقعہ کے متعلق دریافت کیا۔

تو اس نے کہا کہ فلاں آدمی سے میری ملاقات ہوئی اور
اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں وہ رقعہ اس کو بخش
دوں۔ بادشاہ نے کہا کہ اسی آدمی نے مجھ سے ذکر کیا تھا
کہ تو نے کہا ہے کہ میں ابخر ہوں تو اس نے کہا میں نے ایسا
نہیں کہا۔ بادشاہ نے کہا تو نے بات کرتے وقت اپنے منہ
پر ہاتھ کیوں رکھا تو اس نے کہا، اس شخص نے لہسن ملا ہوا
کھانا مجھے کھلایا تھا اور میں نے یہ ناپسند کیا کہ آپ لہسن
کی بو سونگھیں۔ تو بادشاہ نے کہا سچ ہے، برائی کرنے
والے پر اس کی برائی کا وبال آپڑا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ہر شخص
کو راضی کر سکتا ہوں لیکن حاسد کو راضی نہیں کر سکتا۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جس بات کا
سب سے زیادہ خوف ہے وہ یہ ہے کہ ان میں مال زیادہ
ہو جائے اور وہ ایک دوسرے سے حسد کرنے لگیں، اور ایک
دوسرے کو قتل کریں۔ ان آیات واحادیث سے یہ بات
ظاہر ہوتی ہے کہ حسد حرام ہے۔

ہم نے جس امر کو تنافس اور غبطہ کہا ہے، وہ
حرام نہیں ہے بلکہ یا تو وہ واجب ہے یا مستحب یا جائز ہے،
جیسا پہلے بھی کہا گیا ہے کبھی حسد کہہ کر تنافس مراد لیتے
ہیں اور کبھی تنافس کہہ کر حسد مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم
کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ربیعہ بن حارث اور عباس
بن عبدالمطلب نے آپس میں یہ مشورہ کیا ہم اپنے لڑکے
مطلب بن ربیعۃ اور فضل بن عباس کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس روانہ کریں کہ انہیں زکوٰۃ اور صدقات
کے عامل بنا دیں، ان دونوں کی راستے میں حضرت علی
رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت علیؓ نے ان سے
فرمایا یہ درخواست تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
نہ کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم دونوں کو زکوٰۃ
اور صدقات کا عامل نہیں بنائیں گے تو فضل بن عباس
نے حضرت علیؓ سے فرمایا ماذا منك الا نفاسة۔ یہ تمہارا
ہم سے حسد ہے۔ جب وہ آنحضرتؐ کے پاس گئے تو آپؐ نے
انکار کر دیا۔ جیسے حضرت علیؓ نے فرمایا تھا، منافسة اور
تنافس کے مباح ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس قول سے
ملتی ہے۔ وفی ذالك فليتنافس المتنافسون ٥
(سورہ مطففین) اور اس معاملہ میں سبقت کرنے والے سبقت
کریں اور نیز فرمایا سابقوا الى مغفرة من ربكم
اپنے رب کی مغفرت طلب کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت
کرو اور مسابقت اسی وقت ہے جب نیکیوں کے فوت ہو
جانے کا خوف ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً
فرمایا لاحسد الا فی اثنتين رجل آتاه الله
مالا فسلطه على هلكته فى الحق ورجل آتاه
الله علما وهو يعمل به ويعلمه الناس حسد جائز
نہیں مگر دو شخصوں پر جس شخص کو اللہ نے مال دیا اور اس نے
اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور جسکو اللہ نے علم
دیا اور اس نے اس پر عمل کیا اور لوگوں کو سکھلایا، اور
ترمذی میں ابی کبشۃ انمار کی حدیث گویا اسی حدیث

کی تفسیر ہے کہ آپ نے فرمایا اُمت کی مثال چار آدمیوں کے مانند ہے، ایک شخص کو اللہ نے مال بھی دیا، علم بھی دیا اور وہ اپنے مال میں اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اور ایک شخص جسکو اللہ نے علم دیا مال نہیں دیا، وہ کہتا ہے، اے میرے رب اگر فلاں شخص کے مانند مال ہوتا تو میں اس کے عمل کے مانند عمل کرتا تو دونوں اجر میں مساوی ہیں۔ اس کی یہ خواہش ہے کہ اسکو بھی ویسے ہی مال ملے، اور وہ بھی اس جیسا عمل کرے لیکن مال والے کی نعمت کے زوال کی خواہش نہیں، اور فرمایا ایک آدمی اللہ نے اس کو مال دیا اور علم نہیں دیا تو اس نے اللہ کی نافرمانیوں میں خرچ کیا اور ایک آدمی جسکو اللہ نے نہ علم دیا نہ مال، تو وہ کہتا ہے، اگر مجھے بھی اس شخص کے مانند مال ہوتا، تو میں بھی اس مال کو اسی طرح اللہ کی نافرمانیوں میں خرچ کرتا جیسا وہ خرچ کرتا ہے تو گنہگاری میں، دونوں برابر ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مذمت اس کی معصیت کی تمنا کی وجہ سے کی نہ اس لئے کہ مال سے محبت ہے پس دوسرے کی نعمت کے مانند نعمت کی خواہش کرنا یا اس کو اپنے لئے پسند کرنا جب تک وہ دوسرے کی نعمت کے زوال کو نہ چاہے کوئی حرج نہیں البتہ وہ اگر نعمت دینی واجبات میں سے ہو جیسے ایمان اور نماز اور زکوٰۃ تو ان سب میں منافسۃ واجب ہے، کیونکہ وہ اس کے مانند ہونا چاہتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں ہونا چاہتا تو معصیت سے راضی ہے اور معصیت سے راضی ہونا حرام ہے۔

اگر وہ نعمت فضائل میں شمار ہوتی ہے، جیسے نیکیوں اور صدقات میں مال خرچ کرنا ہے تو مستحب ہے۔ اگر وہ نعمت ایسی ہے جس سے وہ مباح طریقے سے متمتع ہوتا ہے تو اس میں مباح ہے۔ اس نعمت سے متعلق دو باتیں ہیں۔ ایک صاحب نعمت کی نعمت اور دوسری اپنی اس نعمت سے محرومی یا اس نعمت میں دوسرے سے کمتر ہونا تنافس کرنے والا ان میں سے ایک بات کو ناپسند کرتا ہے اور وہ صاحب نعمت سے برابری چاہتا ہے، تو اس کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ اس کے فضائل کا یہ نقص ہوگا۔ وہ زہد اور توکل اور رضا جیسی فضیلتوں سے محروم ہوگا اور مقامات رفیعہ سے محجوب، لیکن اس میں کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا۔

یہاں ایک دقیق نکتہ قابل لحاظ ہے اور وہ یہ ہے کہ جب وہ نعمت مذکورہ کے مثل حاصل کرنے سے مایوس ہو جاتا ہے اور اپنے نقصان اور اپنی کوتاہی سے کراہیت کرتا ہے تو لامحالہ اس کوتاہی و نقصان کا زوال چاہے گا، اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ خود اس نعمت کے مانند نعمت حاصل کرلے۔ یا صاحب نعمت کی نعمت زائل ہو جائے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے دل میں دوسرے طریقے کی خواہش پیدا ہو جائے۔ یعنی صاحب نعمت کی نعمت زائل ہو جائے تو اس وقت اسکی کوتاہی بھی زائل ہو جائے گی۔ اگر وہ اس حال میں ہوا اور اس کو

ان دو طریقوں میں سے ایک طریقہ پسند کرنے کا اختیار ہو، اور وہ ازالۂ نعمت کے لئے کوشش کرے تو مذموم حسد کا مرتکب ہوگا۔ شاید اس حدیث میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

ثلاث لا ینفك المؤمن عن الحسد والظن والطیرہ۔ تین چیزیں ہیں جن سے مومن الگ نہیں ہوتا۔ حسد، بدگمانی اور بدفالی اور پھر فرمایا۔ اس سے چھٹکارا پانے کی ایک راہ بھی ہے۔ جب تو حسد کرے تو مت طلب کر اذا حسدت فلا تبغ یعنی اگر اپنے دل میں کوئی ایسی بات پائے تو عمل مت کر۔

یہ بات بعید ہے کہ انسان اپنے صاحب نعمت بھائی کے ساتھ ملحق ہونے کا ارادہ کرے اور اس سے عاجز ہو جائے اور پھر اس کے دل میں اپنے بھائی کی زوالِ نعمت کی رغبت ہو۔ اس صورت میں یہ حسد حرام کی حد میں داخل ہو جاتا ہے۔ پس لازم ہے کہ ایسے خطرناک موقعہ پر احتیاط کریں۔ کوئی انسان نہیں جو اپنے جان پہچان اور ساتھیوں میں اپنے سے بلند مرتبہ والوں کو نہ دیکھتا ہو اور جن سے مساوات کا طلبگار نہ ہو۔ کبھی کبھی یہ حقیقت اگر کوئی شخص قوی الایمان اور قوی التقویٰ نہ ہو تو حسد حرام تک پہنچا دیتی ہے۔ اگر وہ اپنے محسود کی زوالِ نعمت کے لئے کوشش نہ کرے اور خود اس حسد کو برا سمجھے تو ممکن ہے اللہ تعالیٰ معاف کرے اور اس کا اس حالتِ حسد کو ناپسند کرنا اس کے اس گناہ کا کفارہ ہو جائے۔

پس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام کو حسد جیسے برے فعل سے بچائے رکھے۔

آمین!

نعتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

از:
حکیم سید افسر پاشا صاحب
شفا ڈسپنسری گڈیاتم

یا نبیؐ یا نبیؐ ، یا نبیؐ یا نبیؐ
یا نبیؐ یا نبیؐ ، یا نبیؐ یا نبیؐ

آپ ہیں سر تاپا نشانِ خُلقِ عظیم — اور مجسمۂ شانِ خُلقِ کریم
آپ کی شان میں ہے قرآن کریم — خود ثنا خواں تمہارا خدائے حکیم
ساری دنیا تمہارے لئے ہے نبیؐ
یا نبیؐ یا نبیؐ ، یا نبیؐ یا نبیؐ

ہو گئی ہے جو پیاسی یہ میری زباں — اور گئی زندگی رائگاں رائگاں
دل پشیماں مرا ہو گیا ہے یہاں — اور جاؤں میں آگے یہاں سے کہاں
تم بجھاؤ ہماری یہ تشنہ لبی
یا نبیؐ یا نبیؐ ، یا نبیؐ یا نبیؐ

آیئے دیکھئے اشکباری مری — بے قراری مری ، آہ و زاری مری
آپ کی ذات سے زندگی بندگی — ورنہ ہم کو اٹھانی ہے شرمندگی
آپ سے ہے ہماری خوشی و غمی
یا نبیؐ یا نبیؐ ، یا نبیؐ یا نبیؐ

حضرتِ عائشہؓ نے کیا ہے بیاں — آپ کا خُلق اعظم ہے اس میں نہاں
یعنی قرآن ہے آپ کا ترجماں — جس سے روشن سراپردۂ لامکاں
اپنا جلوہ دکھا دو غداۃ و عشی
یا نبیؐ یا نبیؐ ، یا نبیؐ یا نبیؐ

دونوں آنکھیں ترستی ہیں اب دید کو — دل یہ چاہے ہے بس دید سے عید کو
اور تڑپے ہے قلب و جگر صید کو — جب کہ عاشق یہ چاہے ہے خود قید کو

حد سے آگے ہے اب بیقراری مری

یا نبیؐ یا نبیؐ ، یا نبیؐ ، یا نبیؐ

جتنی خوبی ہے نبیوں میں پائی گئی
ساری خوبی فقط آپ کو تنہا ملی

حسنِ یوسفؑ بھی اعجاز عیسیٰؑ نبی
دستِ بیضا بھی اور لحنِ داؤدؑ بھی

کونسی ہے وہ خوبی جو آپ میں نہ تھی

یا نبیؐ ، یا نبیؐ ، یا نبیؐ یا نبیؐ

بڑھ گئی ہے تمنا اے میرے نبیؐ
اب بُلالو مدینہ اے میرے نبیؐ

شاق گذرے ہے جینا اے میرے نبیؐ
پارہ پارہ ہے سینہ اے میرے نبیؐ

رنگ لائے گی کب میری وارفتگی

یا نبیؐ یا نبیؐ ، یا نبیؐ یا نبیؐ

ہو درود و سلام آپ پہ اے نبیؐ
پیہ ازواجؓ و اصحابؓ و آلِ نبیؐ

بوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ
ہیں خلیفہ و یارانِ نبیِ عربیؐ

بھولیں ہم ان کو ایسا نہ ہوگا کبھی

یا نبیؐ یا نبیؐ ، یا نبیؐ یا نبیؐ

افسر خستہ جاں پہ کرم کیجئے
اور عصیاں کو میرے قلم کیجئے

رحمتِ حق میں عاصی کو ضم کیجئے
اب مدد یا شفیعؐ الامم کیجئے

بخشئے مجھکو عرفان اور آگہی

یا نبیؐ یا نبیؐ ، یا نبیؐ ، یا نبیؐ

اعتذار منجانب پریس

اکثر طلباء مدرسہ اور کئی ایک مضمون نگاروں کے مقالہ گراں قدر جگہ پانے طباعت و کتابت کی عدم سہولت کی نذر ہو گئے جس کا ہمیں بیحد افسوس ہے۔

معذرت خواہ: محمد عبدالمتین مالک الیکٹرک قومی پریس بنگلور۔